ابتدائی دور کے 28

مسلمان صوفی اور فلاسفر

مصنف
ایس۔ ایم۔ بجلی

مترجم
مسعود مفتی

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی دور کے 28

مسلمان صوفی اور فلاسفر

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائی دور کے 28

مسلمان صوفی اور فلاسفر

مصنف

ایس۔ایم۔بجلی

مترجم

مسعود مفتی

سیونتھ سکائی پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ 40۔اردو بازار، لاہور

فون:37223584، موبائل:0300-4125230

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب .... ابتدائی دور کے 28 مسلمان صوفی اور فلاسفر

مصنف .... ایس۔ایم۔بجلی

مترجم .... مسعود مفتی

ناشر .... سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور

مطبع .... زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور

کمپوزنگ .... انیس احمد

سن اشاعت .... فروری 2013ء

قیمت .... =/200 روپے

......ملنے کے پتے......

علم وعرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔اُردو بازار، لاہور

اشرف بک ایجنسی	**کتاب گھر**
اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
خزینہ علم وادب	**ویلکم بک پورٹ**
الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور	اُردو بازار، کراچی
جہانگیر بکس	**رشید نیوز ایجنسی**
بوہڑ گیٹ، ملتان	اخبار مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی
کشمیر بک ڈپو	**شمع بک ایجنسی**
تلہ گنگ روڈ، چکوال	بھوانہ بازار، فیصل آباد

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرمادیں۔انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔(ناشر)

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
☆	کتاب کے بارے میں	7
☆	مصنف کے بارے میں	8
☆	قارئین کرام کی توجہ کیلئے	9
☆	پیش لفظ	10
☆	انتساب	15
☆	تعارف	18
-1	ذوالنون المصری	23
-2	رابعہ بصری	32
-3	بایزید البسطامی	36
-4	منصور الحلاج	43
-5	الکندی	46
-6	الفارابی	49
-7	ابن رشد (ایوروز)	53
-8	ابن عربی	58
-9	ابن سینا (اولیسینا)	61
-10	سہروردی المقتول	67

Marfat.com

-13	حکیم سنائی	77
-14	ابن فرید	80
-15	نصیرالدین طوسی	82
-16	شیخ فریدالدین عطار	89
-17	الغزالی	95
-18	رومی	104
-19	ابوسعد ابن ابی الخیر	108
-20	نظامی آف گانجا	111
-21	سعدی	114
-22	حافظ شیراز	125
-23	جامی	130
-24	امیر خسرو	139
-25	ھوشنگ دی پشڈاڈی	145
-26	عنصر المعالی کیکاؤس	148
-27	جلال الدین دوانی	156
-28	حسین وعظ خاشفی	161

Marfat.com

کتاب کے بارے میں

زیرِ نظر کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ابتدائی دور کے کچھ مسلمان مفکرین کی زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا جائے۔ ان میں سے زیادہ تر مفکرین کا تعلق بلخ اور اندلس سے ہے۔ ان مفکرین نے اسلام کو چار چاند لگائے تھے اور سائنس، فلسفہ اور اخلاقیات کے میدانوں میں گراں قدر خدمات سرانجام دی تھیں اور اسلام کا نام روشن کیا تھا اور آج کل کے نوجوان ان مفکرین کے کارناموں سے لاعلم ہیں اور ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ مصنف یہ محسوس کرتا ہے کہ انسانی معاشرہ اس وقت تک اپنی بقا کی ضمانت نہیں دے سکتا جب تک وہ ماضی کی دانشورانہ کامیابیوں سے بخوبی آشنا نہ ہو، انسانی معاشرے کو نہ صرف ماضی کی دانشورانہ کامیابیوں سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے بلکہ اسے نوع انسانی، سوشل سائنسز اور ٹیکنالوجی کے میدانوں میں زیادہ سے زیادہ دسترس حاصل کرنی چاہیے۔ اس پیچیدہ دنیا میں اخلاقیات اور مذہب کے میدانوں میں زیادہ سے زیادہ آشنائی حاصل کرنے کی ضرورت درپیش ہے اور اس آشنائی کی ضرورت موجودہ دور میں اس قدر زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے کہ کسی اور دور میں یہ اس قدر اہمیت کی حامل ہرگز نہ تھی۔ اس لئے اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آج کل کے نوجوانوں کے دلوں میں وہ جذبہ اجاگر کیا جائے جس کے تحت ان کو یہ تحریک میسر آئے کہ وہ ان اخلاقی اقدار کے بارے میں جان سکیں جن کی شمع ماضی کی عظیم مذہبی ہستیوں نے روشن کی تھی۔

Marfat.com

مصنف کے بارے میں

پروفیسر شاہ محمد بجلی نے 10 نومبر 1932ء میں تامل ناڈو کے ایک ضلع میں جنم لیا تھا وہ ایک سینئر ماہر تعلیم بھی ہیں۔ انہوں نے دیگر اداروں کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ علی گڑھ یونیورسٹی میں فیکلٹی آف کامرس کے ریڈر تھے نیدر لینڈ کی حکومت نے انہیں ہیگ کے انسٹی ٹیوٹ آف سوشل اسٹڈیز میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے فیلو شپ عطا کی تھی۔ انہوں نے ویانا (آسٹریا) میں اقوام متحدہ کے صنعتی ترقیاتی ادارے میں بھی خدمات سرانجام دی تھیں اور اس ادارے میں وہ چیف ٹیکنیکل ایڈوائزر کے عہدے پر فائز رہے تھے۔ انہوں نے اس عہدے پر ایک عشرے سے زائد عرصہ تک کیلئے خدمات سرانجام دی تھیں اور دنیا بھر کا سفر بھی طے کیا تھا۔ پروفیسر بجلی کو نامور پروفیسر صاحبان کا شاگرد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ان میں درج ذیل پروفیسر شامل تھے۔

پروفیسر جان ٹمبرجن

پروفیسر امرتیاسن

پروفیسر ہنز ڈبلیوسنگر......سوسکس یونیورسٹی

پروفیسر لیڈی یو کے ہکز......آکسفورڈ یونیورسٹی

انہوں نے بین الاقوامی معاشی استحکام میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے اور انہوں نے بین الاقوامی معیشت پر لاتعداد کتب بھی تحریر کی ہیں وہ گوا یونیورسٹی میں فیکلٹی آف کامرس کے پروفیسر اور ڈین بھی رہے ہیں۔

انہوں نے تقابلی مذاہب، فلسفے اور مابعدالطبیات کے میدانوں میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور انہوں نے ملک کے نوجوانوں کیلئے ان میدانوں میں دس عدد کتب تحریر کی ہیں۔

Marfat.com

قارئین کرام کی توجہ کیلئے

پیش لفظ اس کتاب کے بہترین حصول میں سے ایک حصہ ہے۔ آج کل کچھ یوں تصور کیا جاتا ہے کہ پیش لفظ کتاب کے ان حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ جسے قارئین کرام یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں وہ کچھ یوں تصور کرتے ہیں کہ وہ اسے بن پڑھے ہی پڑھ چکے ہیں لیکن میں اس نظریے کا مالک نہیں ہوں۔ میرا طریقہ کار یہ ہے کہ میں پیش لفظ کو دو مرتبہ پڑھتا ہوں میں اسے کم از کم دو مرتبہ پڑھنے کا عادی ہوں۔ پہلی بات یہ کہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون سی وجوہات تھیں جنہوں نے مصنف کو اپنی کتاب تحریر کرنے پر مجبور کیا تھا اور دوبارہ اس کی تحریر کردہ کتاب پڑھنے کے بعد پڑھتا ہوں پیش لفظ کو ایک ضمیمہ کے طور پر بھی خدمات سرانجام دینی چاہئیں۔ مصنفین کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اپنے پیش لفظ تحریر کرنے میں سخت محنت کرتے ہیں اور درد سر مول لیتے ہیں۔ مصنف کی دانشورانہ ایمانداری ہمیں اس کے ذہن کی اندرونی جدوجہد کے بارے میں بتاتی ہے۔ بعض مصنفین اپنی تمام تر کتاب تحریر کرنے میں اس قدر غور وفکر کا سہارا نہیں لیتے جس قدر غور وفکر کا سہارا وہ پیش لفظ تحریر کرنے کے سلسلے میں لیتے ہیں۔

ایس۔ ایم۔ بجلی

Marfat.com

"پیش لفظ"

دنیا نے حال ہی میں خلیج کی جنگ دیکھی ہے۔ بوسنیا کا ایک المیہ دیکھا ہے۔ فلسطین کی بغاوت دیکھتی ہے اور یہودیوں کی وسعت پذیری دیکھی ہے اور ایودھیا، ہندوستان میں ایک عبادت گاہ کی تباہی و بربادی کا منظر دیکھا ہے۔ ان حالات میں ماضی کی اخلاقی اور روحانی کامیابیوں کو سمجھنا انتہائی ضروری ہوگیا ہے۔ اخلاقیات اور مذہب کی واضح بصیرت کا حصول آج کل جس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اس قدر اہمیت کا حامل کسی بھی دور میں نہ تھا۔

ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ
انسانوں کو کس عمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے؟
اقوام کو کس عمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے؟
کیا خدا موجود ہے؟
اور اگر خدا موجود ہے تب اس کی نوعیت کیا ہے؟
اس کا اپنی مخلوق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

بالفاظِ دیگر درست سوچ رکھنے والے لوگ یہ جانتے ہیں کہ عظیم ترین دماغوں کی حامل ہستیوں نے خدا کی سچائی اور حقیقت کے بارے میں کیا سوچا ہے اور کیا کہا ہے۔ وہ یہ سب کچھ جاننے کی تمنا رکھتے ہیں۔ وہ ان ہستیوں کے بارے میں بھی جاننا چاہتے ہیں جنہیں خدا نے تخلیق فرمایا اور وہ خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلتی رہیں اور بالآخر واپس خدا کے پاس لوٹ گئیں۔

کنفیوشسین (Confucian) اس دور میں زندہ تھے جو دور ہمارے دور کی مانند تھا۔
جب ریاستیں ریاستوں کے ساتھ برسرپیکار تھیں۔

Marfat.com

لوگ مصائب کا شکار تھے اور غلط فہمی کا شکار تھے۔

اور اس نے جو نظریات پیش کیے یا جن نظریات سے وہ متاثر ہوا وہ ان سماجی پارسائیوں کی نمائندگی کرتے تھے جو خاندانوں کو متحد کرسکتی تھیں۔ معاشرے کے طبقات کو متحد کرسکتی تھیں اور ریاستوں کو متحد کرسکتی تھیں تاکہ وہ ایک عظیم تر فیملی کا روپ دھار سکیں اور خدا کی خواہش کی تکمیل کرسکیں۔ اشوکا اور اکبر نے مذہبی اعتقاد کی بنیاد پر ایک بہت بڑی سلطنت پر حکمرانی کی۔ قرون وسطیٰ کے یہودی اور مسلمان مصنفین کی حکایات اور اخلاقی اصول اور ضوابط موجود ہیں۔ اہل فارس اور اہل ہند کے تجربات، جرأت، محبت اور وفا کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ شیکسپیئر کے ڈرامے اس کی اس سوچ کی عکاسی کرتے تھے کہ انسانوں کے درمیان حقیقی رشتہ محبت کا رشتہ تھا۔ اس کے علاوہ فلسفیانہ اقوال بھی موجود ہیں۔ یونانی، عبرانی، عیسائی، بدمت اور ہندو مفکرین بھی موجود ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صوفی فلسفی بھی موجود ہیں۔

مذہبی ہندوستان میں شاعروں، موسیقاروں، مجسمہ سازوں اور مصوروں نے رام اور کرشنا کی روحانی پرستش سے تحریک پائی۔ اسلام میں رومی اور دیگر صوفیا کرام سے تحریک پائی۔ اس کے علاوہ افلاطون اور پلوٹینس (plotinus) سے تحریک پائی۔ یہ توجہ اور توقیر کے مستحق ہیں۔

> ''جبکہ اہل یونان اور اہلِ روم کی تحریروں کا مطالعہ ہر اس تعلیم یافتہ فرد نے سرانجام دیا ہے جو تعصب اور امتیاز سے بے نیاز ہے...... اہل فارس اور اہل ہند دو ایسی اقوام ہیں، جو قدیم اور امتیازی تاریخ کی حامل ہیں۔ ان کی تحریروں سے آج بھی اہل یورپ مکمل طور پر لاعلم ہیں یا وہ انہیں ذائقہ اور حدت سے محروم تصور کرتے ہیں۔''

درج بالا تبصرہ فٹزجیرلڈ نے (FitzGerald) اپنی کتاب ''دیوان حافظ شیرازے'' کے تعارف میں پیش کیا ہے۔ اس نے مزید بیان کیا ہے کہ کسی بھی زبان میں اس قدر بہترین کلام پیش نہیں کیا گیا جس قدر بہترین کلام سعدی، فردوس، حافظ وغیرہ نے اپنی نظموں میں پیش کیا ہے انسانیت بھوکی ہے لیکن ضیافت کا سامان موجود ہے اگرچہ یہ تالہ

Marfat.com

بند ہے اور نظروں سے اوجھل ہے۔ خدا ایک ہے وہ ایک حقیقت ہے۔ ایک سچائی ہے۔ خدا تک رسائی حاصل کرنا ہر ایک مذہب کی روح ہے۔ تین مراحل ہیں۔ اخلاقیاتی، علم اور محبت کی راہ ...... یہ مرحلہ خدا کے ساتھ روح کے صوفیانہ ملاپ کا راستہ ہے۔ اس کے بارے میں آپ زیر نظر کتاب کے صفحات میں پڑھیں گے۔ یہ اس وقت سمجھ بوجھ اور ہم آہنگی میں عظیم تر اضافہ کرے گا جبکہ انسان غلط فہمی کا شکار ہو اور اس خوبصورت کرہ ارض پر خوف و ہراس کا شکار ہو۔ صوفی ازم اسلام میں ایک صوفیانہ تحریک ہے جو خدا کی وحدانیت پر سمجھوتہ نہیں کرتی۔

فارسی کے بہت سے شاعر صوفی شاعر تھے۔ وہ دنیاوی خوشیوں پر مراقبے اور صوفی ازم کی مسرت کو ترجیح دیتے تھے۔ جب ایک صوفی شاعر محبت اور خوبصورتی کی بات کرتا ہے تب اس کے کلام میں چھپے ہوئے پیغام کو سمجھنے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے لغوی اور صوفیانہ معانی کا حامل ہوتا ہے۔

ان صوفی شاعروں نے اپنی شاعری میں ہمارے لئے خوبصورت افکار پیش کیے ہیں، کچھ ذہن ایسے بھی ہوتے ہیں جو استدال کو ایسے اعتقاد پر ترجیح دیتے ہیں جسے دل کا مذہب کہا جاسکتا ہے۔

تمام تر عظیم شاعروں نے بنی نوع انسان کو دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا احساس دلایا ہے اور یہ احساس دلانا ان کے بڑے مقاصد میں سے ایک مقصد تھا۔ سعدی حافظ، ابن یامین، عمر خیام اور شبلی وغیرہ نے بھی دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا احساس دلایا ہے اور بنی نوع انسان کو خبردار کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ابتدائی دور کے مسلم مفکرین اور فلسفیوں کی زندگیوں کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کروں۔ ان میں سے بہت سی ہستیوں کا تعلق بلخ اور الاندلس سے تھا۔ اس کے علاوہ میں نے ان ہستیوں کی خدمات پر بھی مختصر سی روشنی ڈالی ہے جو ان لوگوں کیلئے مفید ثابت ہوسکتی ہے بالخصوص ان نوجوان مردوں اور خواتین کیلئے مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ جو اپنے آپ کے بارے میں جاننے کے متمنی ہیں اور ان ہستیوں کی خدمات کے بارے میں بھی جاننے کے متمنی ہیں اور ان کے فلسفے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس امر پر یقین رکھتا ہوں کہ انسانی معاشرہ اس وقت تک اپنی بقا کی ضمانت نہیں دے سکتا جب تک وہ ماضی کے دانشوروں کی خدمات سے مکمل طور پر آشنائی

Marfat.com

حاصل نہیں کرنا یہ ایک نہ ختم ہونے والا عمل ہے۔ اور دن بدن پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

بلخ اور اہسپانوی چند صوفیا کرام کا تذکرہ پیش کرنے کا خیال میرے ذہن میں کیسے آیا؟

پروفیسر بی شیخ علی (پی ایچ ڈی لندن) سابق وائس چانسلر منگلور اور گوا یونیورسٹی نے مجھے یہ مشورہ پیش کیا کہ مجھے ابتدائی دور کے ان مسلمان صوفیا کرام کے بارے میں تحریر کرنا چاہیے جنہوں نے اسلام کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ انہوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب وقت آن پہنچا تھا کہ ہم اپنی ماضی کی شان وشوکت کی عکاسی کریں تا کہ ہمیں یہ تحریک میسر آسکے کہ ہم بھی ان ہستیوں کے نقش قدم پر چلیں بالخصوص اس وقت جبکہ دنیا مادہ پرستی کے عذاب میں مبتلا ہو چکی ہے اور انسانی اور روحانی اقدار سے محروم ہو رہی ہے۔ لہٰذا میں نے یہ محسوس کیا کہ اپنی توجہ ماضی کے عظیم صوفیا کرام اور فلسطینیوں کے مطالعہ کی جانب مبذول کرواؤں۔ پروفیسر شیخ صاحب نے مجھے یہ مشورہ بھی دیا کہ میں ان صوفیا کرام اور فلسفیوں کی خدمات کو مختصر طور پر بیان کروں، اور اس سلسلے میں اختصار کا سہارا لوں اور ہر ایک ہستی کو بیان کرنے کیلئے محض چند ایک صفحات کا سہارا لوں۔ میں ان کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے مجھے تحریک دلائی کہ میں ان صوفیا کرام کے بارے میں اختصار کے ساتھ تحریر کروں اور میں یہ اعتراف بھی کرنا چاہوں گا کہ ان ہستیوں کی خدمات کے مطالعے کے دوران میں نے اپنے علم میں بھی گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری میرے لئے عظیم تقویت کا باعث ثابت ہوئی۔ اس کے لائبریرین پروفیسر نورالحسن خان نے کمال مہربانی کا مظاہرہ کیا اور متعلقہ مواد تک میری بہ سہولت رسائی کو ممکن بنایا اور تحقیقاتی ڈویژن کے عملے نے بھی ازحد تعاون کیا بالخصوص جناب جلال عباس اسسٹنٹ لائبریرین، جناب ناصر جمال، ڈاکٹر شیام اور جناب مظفر علی پیشہ ورانہ معاونین نے کمال مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مطلوبہ مواد تک میری رسائی کو ممکن بنایا۔ وہ مواد جو مجھے زیر نظر کتاب کی تکمیل کیلئے درکار تھا میں لائبریرین اور متذکرہ عملے کی امداد پر تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں اپنی ہمشیرہ کا بھی شکرگزار ہوں جس نے میرے گھر کا انتظام و انصرام بخوبی

Marfat.com

سنبھالا اور مجھے گھر چلانے کی ذمہ داریوں سے آزاد کردیا کیونکہ 1976ء میں میری بیوی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوگئی تھی۔

میرے چھوٹے بھائی امیر احمد بجلی (امیر پاشا) نے بھی اس کتاب پر اٹھنے والے مصارف میں میرا ہاتھ بٹایا میں اس کی مہربانی اور محبتوں کیلئے اس کا شکرگزار ہوں۔ خدا اسے اجر عظیم عطا فرمائے میں اس کی محبت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

میں اپنے عزیز دوست محمد اکرم کا بھی شکرگزار ہوں۔ اس کا تعلق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ڈیپارٹمنٹ آف جیالوجی سے ہے۔ میں اس کی محبت اور توقیر کیلئے اس کا شکرگزار ہوں اور اس نے اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں میری جو گراں قدر معاونت سرانجام دی ہے اس کیلئے بھی میں اس کا شکرگزار ہوں۔

میں اپنے سیکرٹری رامیش وردیال کا بھی شکرگزار ہوں، اس نے اس کتاب کے مسودے کو خوبصورتی کے ساتھ ٹائپ کیا اور دیگر امور کی سرانجام دہی میں بھی میری معاونت سرانجام دی اس نے انتہائی محنت اور لگن کا مظاہرہ کیا۔

آخر میں میں ادارہ ادبیات دہلی کے جناب محمد احمد کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اسے مختصر وقت میں شائع کیا۔

ایس ایم بجلی

علی گڑھ

9 دسمبر 1998ء

Marfat.com

انتساب

جب میں اسلام کے درویشوں اور صوفیا کرام کے بارے میں زیرنظر کتاب تحریر کرنے میں مصروف تھا میری سوچوں کا محور میرا ایک دوست بن چکا تھا۔ مرحوم اے ایم عبدالحمید، وہ راشٹر پتی بھون میں ہندوستان کے صدر کا پریس سیکرٹری تھا۔ جب کبھی میں اس کی رہائش گاہ یا اس کے دفتر میں اس کے ساتھ ملاقات کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ ابتدائی دور کے مسلمان صوفیا کرام کے بارے میں بات کرتا تھا اور ان کی ان خدمات کا تذکرہ کرتا تھا جو انہوں نے بنی نوع انسان کیلئے سرانجام دی تھیں۔ وہ چشتیہ سلسلے میں بالخصوص دلچسپی کا حامل تھا اور اس کی اس دلچسپی نے اسے مرحوم پروفیسر خالق احمد نظامی کی تحریر ''چشتیہ سلسلہ'' کی جانب راغب کیا تھا۔ لہٰذا میں یہ کتاب ہندوستان کے مایہ ناز فرزند مرحوم اے ایم عبدالحمید کے نام منسوب کرتا ہوں۔

انہوں نے جنوبی ہند میں جنم لیا تھا۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک صحافی کی حیثیت سے کیا تھا اور جلد ہی وہ پریس انفارمیشن بیورو میں پریس انفارمیشن آفیسر کے عہدے پر فائز ہوگئے تھے۔ جب ڈاکٹر ذاکر حسین ایوان صدر میں پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے مرحوم اے ایم عبدالحمید کے کام کو سراہا اور ہندوستان کے صدر کے پریس سیکرٹری کا عہدہ تخلیق کیا چونکہ پریس سیکرٹری کا عہدہ ایک خصوصی اہمیت کا حامل عہدہ ہے اور اس عہدے پر فائز عہدیدار میں سوچ کی پختگی ہونی ضروری ہے اور انتہائی سرعت کے ساتھ روبہ عمل ہونے کی اہلیت ایک کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ بالخصوص اس وقت جب کسی کو سفارت کاروں، پبلک اور پریس کے ساتھ بیک وقت نپٹنا ہوتا ہے۔ ان حالات میں مسٹر حمید کا انتخاب ایک قابل ذکر انتخاب تھا۔ مرحوم مسٹر حمید نے سربراہ حکومت اور حکومت کا اعتماد حاصل کیا تھا اور انہوں نے اپنی اہلیتوں کی بنیاد پر یہ اعتماد حاصل کیا تھا پریس سیکرٹری

Marfat.com

ایوان صدر کا سرکاری ترجمان ہوتا ہے اور ایک ذمہ دار حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور اسے اپنی زبان اور اپنی قلم پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ مسکراہٹ بکھیرتا رہتا ہے اور سنجیدہ سوچ کا حامل ہوتا ہے۔ مسٹر حمید اس میدان میں دسترس رکھتا تھا اور وہ ہندوستان کے کئی ایک صدور کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا اور اس نے ان کی خدمات بخوبی سرانجام دی تھیں۔ اسے یہ اعزاز بھی حاصل ہوا تھا کہ اس نے چھ صدور کی خدمات سرانجام دی تھیں۔ ان میں درج ذیل صدور شامل تھے۔

ڈاکٹر ایس رادھا کرشن

ڈاکٹر ذاکر حسین

مسٹر جسٹس ہدایت اللہ

مسٹر وی وی گری

مسٹر فخر الدین علی احمد

مسٹر نیلم سنجیوا ریڈی

وہ ایوان صدر کے پروٹوکول آفیسر بھی تھے وہ ہر لمحے دوسروں کی خدمت کیلئے آمادہ رہتے تھے۔ ان کی ڈکشنری میں ''ناں' کا لفظ موجود نہ تھا وہ دوسروں کی مدد کرنے کیلئے تیار رہتے تھے اور اس میدان میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ پریس، صدور، وزراء اور اراکین اسمبلی ان سے ازحد خوش تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عام آدمی بھی ان کی تعریف کرتے تھے وہ ان کی خیر خواہی کے حامل رویے کی تعریف کرتے تھے۔ مرحوم اے ایم عبدالحمید ایوان صدر کی لائبریری سے مکمل استفادہ حاصل کرتے تھے۔

ایوان صدر سے ریٹائرڈمنٹ کے بعد ان کی خدمات اور ذہانتوں کے اعتراف میں انہیں سعودی عرب میں سفیر کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن انہوں نے اپنی بیگم کی علالت کے پیش نظر اس عہدے کو قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ لہٰذا صدر نے ان کی تقرری یونین پبلک سروس کمیشن کے ایک رکن کے طور پر کی اور ان کے عہدے کی معیار پانچ برس تھی۔ اس عہدے سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد انہوں نے نیو دہلی میں ایک فلیٹ خریدا اور اس میں مقیم ہوگئے۔

ایک دن ان کا ایک دوست مشاورت کی غرض سے انہیں مدراس لے گیا اور ہوٹل

Marfat.com

میں دوپہر کے کھانے کے دوران انہوں نے اپنے معدے میں درد محسوس کی اور انہیں فوری طور پر اسپتال منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت تک وہ خرابی صحت کا شکار ہو چکے تھے اور گزشتہ دو برس سے وہ اپنی بیگم کیلئے جدوجہد میں مصروف تھے۔ جب میں نے ڈھاکہ میں اپنا کام اختتام کو پہنچایا اور علی گڑھ واپس آیا، میرے علم میں یہ بات آئی کہ مسٹر حمید سخت علیل تھے میں فوراً دہلی پہنچا اور ان کی عیادت کی۔ شاید یہ میری ان کے ساتھ آخری ملاقات تھی جو انہوں نے بستر علالت پر دراز میرے ساتھ سرانجام دی تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ ان کے ساتھ میری یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوگی۔

چند ماہ بعد میں نے اخبارات میں پڑھا اور اس وقت میں گوا میں مقیم تھا کہ مایہ ناز صحافی اور بہبود بشر کا قائل اب اس دنیا میں موجود نہ تھا مجھے ایک عظیم جھٹکا لگا تھا اور میں سن ہو کر رہ گیا تھا ایک ایسا شخص دنیا سے رخصت ہو چکا تھا جس نے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچائی تھی۔ ان کے جنازے میں ایوان صدر کے تمام تر اراکین نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ سفارت کاروں اور پریس کے اراکین نے بھی شرکت کی اور عوام نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی اور مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔

"آنسو مزید آنسو نہیں ہے بلکہ الفاظ ہیں اور الفاظ پتھر ہیں"

میں نے اپنی زندگی میں اس قدر مہربان اور رحمدل انسان نہ دیکھا تھا۔ اس قدر پارسا اور خدائی صفات کا حامل انسان نہ دیکھا تھا جس قدر مہربان، رحمدل اور خدائی صفات کا حامل اور خیر خواہ دل رکھنے والا مرحوم مسٹر اے ایم عبدالحمید تھا۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

میرے دل میں مرحوم کیلئے جو محبت اور عقیدت پنہاں تھی۔ اس محبت اور عقیدت کے پیش نظر میں یہ کتاب ان کے نام منسوب کرتا ہوں۔ ان کا نام ہمیشہ میرے لبوں پر مسکراتا رہے گا اور میرے دل میں ان کی یاد تازہ کرتا رہے گا اور میں ہمیشہ انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھوں گا۔ وہ نیکی اور خیر خواہی کی ایک منہ بولتی تصویر تھے وہ نیکی اور خیر خواہی کا پیکر تھے۔

Marfat.com

"تعارف"

فلسفے کی نشوونما

فلسفہ محض اس راز کا ایک جزوی نظام ہے، جو تمام تر استدلالی بیانات سے ماورا ہے اور جو اپنے آپ کو بیان کرنے کے اس رجحان کا حامل ہے جس کو ہم جامع اصطلاح میں روحانیت کہہ سکتے ہیں جس میں تمام تر مظاہر قدرت اور اظہار شامل ہیں۔

تین قدیم فلسفی جنہوں نے فلسفے کی نشوونما سرانجام دی ان میں افلاطون، ارسطو اور پلوٹینس (plotinus) شامل تھے۔قرون وسطیٰ کے مغربی یورپ میں، ارسطو ایک مستند شخصیت تھی۔ اس کے اثرات منطق، فزکس اور مابعدالطبیعات کے میدانوں میں واضح دکھائی دیتے ہیں۔ افلاطون جس کے افکار کے بارے میں زیادہ تر دوسروں کے اظہار کی بدولت آشنائی حاصل کی گئی۔ بالخصوص یونانی معالج گالن (Galen) کے تراجم کے کاموں کے ذریعے وہ فلسفے کی سیاسی فلاسفی پر اپنے عظیم اثرات کا حامل ہے۔ اسی طرح پلوٹینس کو بالواسطہ طور پر دو بڑے کاموں کے ذریعے جانا اور پہچانا گیا۔ ارسطو کا نیو افلاطونی علم دین، اندس (Enneads) کتب نمبر 4,5 اور 6 کا مفصل ترجمہ اور پروکلس (Proclus) پر بنیاد کرتا ہوا کام جو عربی میں فیماہدالخیر (Fimahd Al-khayr) کے نام سے جانا جاتا ہے (خالص نیکی پر) جسے قرون وسطیٰ کی لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا اور اسے Liber de cansis کا عنوان دیا گیا تھا۔ ایک ٹھوس اور مضبوط تبصرے کا ترجمہ بھی پیش کیا گیا بالخصوص ارسطو پر اور اس طرح ایسے تبصرہ نگار جیسے Themistius، Simplicius اور Alexander of aphrodisias فلسفے کی نشوونما پر اثر انداز ہوئے۔ قبل از سقراط کے فلسفے کا علم بھی موجود تھا اور فلسفی زینو (Stoic) چوتھی صدی قبل از مسیح کے آخر کا فلسفہ اور منطق بھی موجود تھی اور تراجم میں طبی کام بھی شامل تھے بالخصوص گالن (Galen) کے کام اور کچھ

Marfat.com

سائنٹیفک کام بھی شامل تھے۔

فلسفے کے مختصر حوالے کے ساتھ آیئے ہم ورق الٹیں اور ابتدائی دور کے مسلمان صوفیا کرام اور فلسفیوں کے بارے میں آشنائی حاصل کریں اور قبل اس کے کہ میں یہ کام سرانجام دوں۔ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کرام کو یونان کے ایک مشہور فلسفی کے افکار پیش کروں جس کا نام پلوٹینس (Plotinus) تھا۔ (424 بعد از مسیح کی پیدائش) اس کا تعلق قبل از اسلام کے دور سے تھا۔ اس کے افکار صوفیانہ رنگ کے حامل تھے اگرچہ وہ اسلامی نقطہ نظر کے تحت ایک صوفی ہرگز نہ تھا۔ اس کی پیش کش سادہ اور متاثر کن ہے اور قارئین کرام کو جنت کی شان وشوکت کی جھلک کا تصور کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

انیدس (Enneads) کا اقتباس پیش کرتے ہوئے:

پلوٹینس (Plotinus) کہتا ہے کہ،

''آپ کیسے ایک پارسا روح میں جھانکیں گے اور اس کی دلربائی کے بارے میں کیسے جھانیں گے؟''

''اپنی ذات کی جانب رجوع کریں اور دیکھیں اور اگر آپ اپنے آپ کو خوبصورتی سے مزین نہ پائیں تب اس عمل کا مظاہرہ کریں جس عمل کا مظاہرہ ایک مجسمہ ساز کرتا ہے تاکہ وہ اپنے مجسمے کو خوبصورتی سے مزین کرسکے۔ وہ یہاں سے کاٹتا ہے۔ وہاں سے کاٹتا ہے، تراش خراش سرانجام دیتا ہے وہ یہاں سے ہموار بناتا ہے وہاں سے ہموار بناتا ہے وہ اس لائن کو ہلکا کرتا ہے۔ اس لائن کو نمایاں کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا مجسمہ ایک خوبصورت چہرے کا مالک بن جاتا ہے۔ لہٰذا آپ بھی یہی کچھ کریں۔ وہ سب کچھ کاٹ ڈالیں جو کچھ فاضل ہے۔ جو کچھ ٹیڑھا ہے اسے سیدھا کریں اور کچھ بدنما ہے اسے خوشنما بنائیں۔ خوبصورتی کو نمایاں کرنے کیلئے محنت کریں اور اپنے مجسمے پر اس وقت تک چھینی چلاتے رہیں جب تک یہ خوبصورتی کا پیکر نہ بن جائے اور یہ چمک نہ اٹھے اور آپ نیکی اور پارسائی کا

Marfat.com

نمونہ بن جائیں۔"

"جب آپ یہ جان جائیں کہ آپ کامل بن چکے ہیں۔ جب آپ کا وجود صاف شفاف اور پاک صاف ہو جائے۔ اب کچھ بھی باقی نہیں بچا جو آپ کے اندرونی اتحاد کو پارہ پارہ کر سکے۔ آپ ایک مستند انسان بن چکے ہیں۔ جب آپ اپنے آپ کو اپنی حقیقی فطرت کے ساتھ صادق اور سچا پاتے ہیں آپ سراپا روشنی بن جاتے ہیں اور جب آپ اس حالت کو پہنچتے ہیں اب آپ اپنے تمام تر اعتماد کو یکجا کریں۔ قدم آگے بڑھائیں۔ ایک قدم مزید آگے بڑھائیں۔ اب آپ کو کسی رہنما کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ محض آنکھ ہی ہے جو طاقتور خوبصورتی، حسن کو دیکھتی ہے اور اگر آنکھ ناخالص ہو یا کمزور ہو اور روشنی اور چمک دیکھنے کے قابل نہ ہو۔ تب یہ کچھ بھی نہیں دیکھتی اگرچہ سب کچھ اس کے عین سامنے ہی موجود کیوں نہ ہو۔ آنکھ کبھی سورج کو نہیں دیکھ سکتی جب تک وہ سورج کی مانند نہ بن جائے اور روح کبھی اولین حسن، خوبصورتی کا ادراک نہیں کر سکتی جب تک وہ بذات خود خوبصورت نہ ہو۔

"لہٰذا پہلے ہم سب کو خدائی صفات کا حامل بننا چاہیے اگر ہم خدا اور خوبصورتی، حسن کو دیکھنا چاہتے ہیں یہ آئیڈیا کہ خدا نے اپنا عکس تخلیق کرنے کی خواہش کی ان بے باک فقروں میں پنہاں ہے کہ۔

"خدا نے اس مادے میں اپنی تشکیل فرمائی"

حقیقی افلاطونی انداز میں ذات یا انسان کا جوہر اس کی روح کے ساتھ شناخت کیا جاتا ہے جس کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے جسم "اجنبی" ہے۔ اپنی حقیقی ذات کو پہچانتے ہوئے جو اس کا اپنا اعلیٰ مقام ہے۔ انسان دانشورانہ پارسائی کا تعاقب کرے گا لیکن انسان کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے آپ کو جانتے ہوئے عالم اکبر/ کائنات کو جان سکے کیونکہ وہ نہ تو جنت میں ہے اور نہ ہی

Marfat.com

سمندروں کے پار ہے کہ وہ اس قابل ہو سکے کہ خالق کی
''تدبیر'' کو سمجھ سکے اور اگلے جہان میں خدا کے فضل سے وہ فیض
یاب ہو سکے۔ جو خدا کی شان وشوکت کو جانتا ہے۔ سب تعریفیں
اسی کیلئے ہیں یہ شان و شوکت مخلوق سے مخفی ہے۔ اسے اگلے
جہاں میں اس کا حصہ ضرور بہ ضرور میسر آئے گا''

تخلیق کے بھیدوں کو پانے کیلئے کائنات کے ماخذ اور ارتقا کا علم ضروری ہے۔ زمانہ قدیم سے ہی انسان یہ جاننے کا متمنی رہا ہے کہ کائنات کو کیسے تخلیق کیا گیا۔ زمین، سورج، چاند، ستارے اور دیگر سیارے کیسے وجود میں آئے۔ درحقیقت اجسام کائنات کے ماخذ اور ارتقا کا سوال انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور مادے اور اپنی ذات کو سمجھنے کیلئے اس کی اہمیت مسلم ہے۔ زمین کے ماخذ کے علم کی عدم موجودگی میں یا اجسام فلکی کے ماخذ کے علم کی عدم موجودگی میں کوئی بھی انسان اپنی ارتقا کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی اپنے اندرونی ڈھانچے کے درست علم سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ تخلیق کائنات کا تصور طبعی دنیا کو سمجھنے میں ہمارا معاون ثابت ہو سکتا ہے اور یہ ہماری اپنی ذات کیلئے ہمیں بس منظر فراہم کرتا ہے۔

ہم سب یہ محسوس کرتے ہیں کہ کائنات ایک اسرار ہے۔ ایک بھید ہے، انسان اس سے بھی بڑھ کر ایک بھید ہے، ایک اسرار ہے، چونکہ انسان سچائی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ حقیقت کا متلاشی ہے لہٰذا وہ زمانہ قدیم سے فطرت کے رازوں کی تحقیق و تفتیش سرانجام دے رہا ہے۔ تہذیب کا سورج طلوع ہونے سے قبل ہی دانش مند لوگ سچائی اور حقیقت کی جانب جانے والے مختلف راستوں کا تصور کرتے رہے ہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ درحقیقت جو مختلف راستے موجود ہیں جو طالب کی رہنمائی سرانجام دیتے ہیں کہ وہ دنیا کا ادراک کر سکے۔ دنیا کو سمجھ سکے۔ اس کے خالق کو سمجھ سکے اور ان دونوں کے درمیان تعلق کو سمجھ سکے۔

یہ قوت ارادہ کے ذریعے ممکن ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم قوت ارادہ پر کیسے اپنی گرفت مضبوط کر سکتے ہیں؟ دو راستے کھلے ہیں ایک راستہ تربیت سے متعلق ہے اور دوسرا راستہ صوفیانہ راستہ ہے۔

Marfat.com

١١٥٨٤٣

Marfat.com

''ذوالنون المصری''

(Dhul-L-Nun-Al-Misri)

(وفات 251 الہجری/ 861 بعد از مسیح)

صوفیانہ مسلک کی تھیوری اور پریکٹس کی مکمل بنیاد تیسری صدی الہجری کے صوفیا کرام نے رکھی تھی۔ ذوالنون المصری نے اسلام میں معرفت کے آئیڈیا کو متعارف کروایا تھا۔ ایک ایسا علم جو دانش ورانہ اور روایتی علم سے یکسر مختلف ہے۔ انہوں نے معرفت کی تعریف کچھ یوں بیان کی کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق درویش سے ہے۔ وہ لوگ جو اپنے دلوں میں خدا کے چہرے کا تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا خدا اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرتا ہے اور اس انداز سے ظاہر کرتا ہے جس انداز میں وہ دنیا میں کسی اور پر ظاہر نہیں ہوتا۔ ذوالنون کے خیال کے مطابق جو خدا ایک وفادار صوفی پر اپنی محبت نچھاور کرتا ہے وہی خدا اپنے سے محبت کرنے والے کو مصائب میں بھی گرفتار کرتا ہے۔ خدا بیک وقت زندگی عطا کرنے والا بھی ہے اور موت عطا کرنے والا بھی ہے۔

انہوں نے بالائی مصر میں اخمیر کے مقام پر تقریباً 180 الہجری/796 بعد از مسیح میں جنم لیا تھا۔ ذوالنون ابوایل فادل بن ابراہیم المصری صوفیا کرام کے سربراہ تھے۔ ایک عظیم استاد جن کے بہت سے پیروکاران کی زندگی میں بھی موجود تھے اور ان کی وفات کے بعد بھی موجود تھے۔ انہوں نے ادویات کے میدان میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ جادو کے میدان میں بھی تعلیم حاصل کی۔ ان کے روحانی استاد قاہرہ کے سادن (Sadun) تھے۔ انہوں نے مکہ شریف اور دمشق کا سفر طے کیا اور کئی ایک زاہدوں، عابدوں اور فقراء سے ملاقات کی اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس سفر کے دوران ہی انہوں نے زہد اور ریاضت میں

Marfat.com

دسترس حاصل کی۔ ان کی صوفیانہ تعلیمات کی عکاسی دیگر لکھاریوں کی تحریروں سے ہوتی ہے۔ ان لکھاریوں میں عطا اور المحاسبی بھی شامل ہیں ان میں بہت سی دعائیں اور اعلیٰ معیار کی حامل کچھ نظمیں بھی شامل ہیں۔ وہ اولین ہستی تھے جنہوں نے صوفی نظریے کی وضاحت پیش کی تھی اور صوفیانہ حالتوں (احوال) کے بارے میں باقاعدہ اور منظم تدریس عطا کی تھی اور صوفیانہ راستہ کے اسٹیشنوں (مقامت) کی نشاندہی کی تھی۔ ان کے بقول روحانی ترقی کی راہ کی بڑی رکاوٹ انسان کی اپنی ''ذات'' تھی۔ وہ رنج والم اور مصائب اور اخلاص کو حق کی تلاش کیلئے خوش آمدید کہتے تھے۔ وہ اسے زمین پر خدا کی تلوار کے نام سے پکارتے تھے جو ہر اس چیز کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے جو اس کے ساتھ چھوتی ہے۔ تنہائی بھی اس سلسلے میں معاون ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ جو تنہا ہوتا ہے وہ ماسوائے خدا کچھ نہیں دیکھتا اور وہ خدا کی خواہش کے عین مطابق روبہ عمل رہتا ہے۔

اسلام کے اولین صوفیا کرام محض ناپسندیدہ عناصر سے نجات حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک طریقت (راستہ) ذاتی طہارت، پاکیزگی اور صفائی کے حصول کا طریقہ کار تھا اور اس طہارت کو حواس اور جسمانی نظم ونسق کی صفائی اور ستھرائی کو ممکن بناتے ہوئے حاصل کیا جاسکتا تھا۔ آہستہ آہستہ انہوں نے نور اور تجلی کے مرحلے کی نشوونما سرانجام دی۔ المحاسبی (781 تا 857 بعد از مسیح) جن کو قدیم اسلامی صوفی ازم کا حقیقی استاد کہا جاتا ہے اور جنہوں نے اپنے پیروکاروں کے ہمراہ ناپسندیدہ عناصر سے نجات حاصل کرنے کی راہ کا علم بلند کیا وہ اولین ہستی تھے جنہوں نے یہ اعلان کیا کہ طہارت، پاکیزگی اور صفائی اس دنیا کے ساتھ وابستگی سے نہ صرف نجات دلاتی ہے بلکہ اس کا حامل نور اور تجلی کے مدارج بھی طے کرسکتا ہے جب صوفی ''فنا'' کے اس مرحلے پر پہنچ جاتا ہے اس کے اندر اپنے آپ کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہتا وہ وحدت میں مدغم ہوجاتا ہے وہ اپنے آپ کیلئے مرجاتا ہے اور وہ کوئی قانون، کوئی مذہب نہیں جانتا تاہم اس سے بھی اعلیٰ درجہ موجود ہے وہ ''بقا'' کا درجہ ہے۔ وہ خدا کے ساتھ ایک ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر بلند کرتے ہوئے صوفی معرفت کا مقام حاصل کرتے ہیں۔ پہلا مرحلہ پشیمانی اور ندامت کا ...ن کے بعد دیگر مراحل آتے ہیں یعنی مصالحت، غربت، صبر، خدا پہ بھروسہ ہر ایک مرحلہ اگلے مرحلے کی تیاری میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

فرید الدین عطار اپنی تحریر تذکرہ اولیا میں بیان فرماتے ہیں کہ کس طرح ذوالنون مصری نے ایک غیبی آواز سنی جو ان میں تبدیلی برپا کرنے کا باعث بن گئی۔ اس کا احوال درج ذیل میں بیان کیا جاتا ہے (آر اے نکلسن کا انگریزی میں بیان)

''انہیں (ذوالنون مصری) کو ایک غیبی آواز سنائی دی ایک غیبی اشارہ موصول ہوا کہ انہیں فلاں فلاں جگہ پر فلاں فلاں زاہد/فقیر سے ملاقات کرنی چاہیے۔

انہوں نے دیکھا کہ اس شخص نے اپنے آپ کو درخت کے ایک شاخ کے ساتھ لٹکا رکھا تھا اور کہہ رہا تھا کہ۔

''اے جسم! خدا کی تابعداری کرنے میں میری معاونت سرانجام دو وگرنہ میں تمہیں اسی طرح لٹکائے رکھوں گا حتیٰ کہ تم بھوک سے مرجاؤ''

ذوالنون نے رونا شروع کردیا۔ اس زاہد/فقیر نے ان کی سسکی کی آواز سنی اور چلائے کہ!

''یہ کون ہے جو اس شخص کی حالت پر رحم کھا رہا ہے جس میں شرم کا مادہ کم ہے اور جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں''

ذوالنون اس کے قریب جا پہنچے اور انہیں سلام کیا اور دریافت کیا کہ وہ کیا کر رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا جسم خدا کی تابعداری کرنے میں ان کی معاونت سرانجام نہیں دے رہا تھا بلکہ بنی نوع انسانوں کے ساتھ میل جول اور راہ و رسم رکھنے کی خواہش کا اظہار کرتا تھا۔

ذوالنون نے کہا کہ۔

''میرا خیال تھا کہ اس نے کسی مسلمان کا خون بہایا تھا یا کسی اخلاقی گناہ کا ارتکاب کیا تھا''

اس فقیر نے جواب دیا کہ:

''کیا آپ نہیں جانتے کہ جب ایک مرتبہ آپ بنی نوع انسانوں کے ساتھ میل جول اور راہ رسم بڑھاتے ہیں تب آپ میں ہر قسم

Marfat.com

کی برائی جنم لیتی ہے"

اس فقیر نے مزید کہا کہ:

"اگر آپ ایک ایسا فقیر دیکھنا چاہتے ہیں جو فقر کی راہ میں مجھ سے بھی آگے ہے تب آپ اس پہاڑ پر چڑھ جائیں۔"

ذوالنون پہاڑ پر چڑھ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان ایک حجرے میں بیٹھا ہے اور اس کا ایک پاؤں جسے اس نے کاٹ ڈالا تھا۔ وہ حجرے کے باہر پڑا تھا اور اسے کیڑے کھا رہے تھے۔

ذوالنون کے استفسار پر انہوں نے جواب دیا کہ:

"ایک روز میں اس حجرے میں بیٹھا تھا جب ایک عورت قریب سے گزری۔ میرا دل اس کی جانب راغب ہوا اور میرے جسم نے مجھے مجبور کیا کہ اس کا پیچھا کروں۔ میں نے حجرے سے ایک قدم باہر نکالا کہ مجھے ایک آواز سنائی دی جو یہ کہہ رہی تھی کہ:

"تمیں برس تک خدا کی تابعداری کرنے کے بعد کیا اب تمہیں شیطان کی تابعداری کرتے ہوئے شرم نہیں آتی"

"میں نے اس پاؤں کو کاٹ ڈالا جسے میں نے حجرے سے باہر نکالا تھا اور میں اب یہاں پر اس انتظار میں مصروف ہوں کہ دیکھوں کہ میرے ساتھ کیسا وقوع پذیر ہوتا ہے۔ تم مجھ جیسے گناہ گار کے پاس کیا لینے آئے ہو اگر تم خدا کے بندے کو دیکھنے کے خواہاں ہو تب تم پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ"

یہ پہاڑ اس قدر بلند تھا کہ ذوالنون اس کی چوٹی تک نہ پہنچ سکے، لیکن انہوں نے اس فقیر کے بارے میں استفسار کیا اور انہیں بتایا گیا کہ وہ عرصہ دراز سے پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پر ایک حجرے میں مقیم تھا۔ ایک روز ایک شخص کا اس کے ساتھ جھگڑا ہوا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ ہمیں روزانہ جو رزق میسر آتا ہے وہ انسانی کوشش کی وساطت سے میسر آتا ہے اور اس کے بعد اس نے یہ عہد کیا کہ وہ اس ذرائع سے حاصل ہونے والا رزق کبھی نہیں کھائے گا اور اس کے بعد اس نے کچھ عرصہ کچھ کھائے پیئے بغیر گزارا۔ خدا نے شہد کی

Marfat.com

مکھیوں کو روانہ کیا وہ اس کے اردگرد اڑتی ہیں اور اسے شہد عطا کرتی ہیں۔

ذوالنون نے کہا کہ:

''میں نے جو کچھ دیکھا تھا اور جو کچھ سنا تھا اس نے میرے دل کو ازحد متاثر کیا اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ خدا ان لوگوں کے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے جو اس پر اعتماد کرتے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی راہ لی میں نے ایک چھوٹا سا پرندہ دیکھا جو ایک درخت پر بیٹھا تھا۔ وہ زمین پر آن بیٹھا میں نے اپنے آپ سے کہا کہ:۔

''اب یہ بیچاری مخلوق کیسے اپنی خوراک اور پانی حاصل کرتی ہو گی؟''

''اس نے اپنی چونچ کے ساتھ زمین میں ایک سوراخ کیا اور دو برتن ظاہر ہوئے۔ ایک برتن سونے کا تھا اور اس میں تل تھے اور دوسرا برتن چاندی کا تھا جس میں عرق گلاب تھا پرندے نے پیٹ بھر کر کھایا اور پیا اور واپس درخت پر جا بیٹھا اور دونوں برتن غائب ہو گئے۔''

یہ دیکھتے ہوئے ذوالنون نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خدا پر بھروسہ رکھے گا۔ خدا پر اعتماد کرے گا۔ کچھ مزید فاصلہ طے کرنے کے بعد رات کی تاریکی چھا گئی۔ وہ ایک تباہ شدہ عمارت میں داخل ہو گیا جہاں پر اسے سونے اور جواہرات سے بھرا ہوا ایک مرتبان دکھائی دیا جو ایک گتے کے ساتھ ڈھکا ہوا تھا جس پر خدا کا نام درج تھا۔ اس کے دوستوں نے سونا اور جواہرات آپس میں تقسیم کر لئے لیکن ذوالنون نے کہا کہ۔

''مجھے یہ گتہ دے دو میرے محبوب کا نام اس پر لکھا ہوا ہے۔''

اور وہ اسے دن بھر چومتا رہا اور اپنے اس کی فعل کی وجہ سے وہ اس مقام پر جا پہنچا کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا اور ایک آواز سنی جو یہ کہہ رہی تھی کہ

''اے ذوالنون دیگر لوگ سونے اور قیمتی جواہرات سے خوش ہوئے تھے جبکہ تم محض میرے نام سے خوش ہوئے تھے لہٰذا میں

Marfat.com

نے تمہارے لئے علم و دانش کے دروازے کھول دیئے ہیں۔"

جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں ذھول نن مصری کے بارے میں ایک اور واقعہ پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:۔

مصری صوفی ذھول نن نے ایک مرتبہ معجزہ دیکھا ابو نوم الاصفہانی (وفات 1038ء) درج ذیل میں اس واقعہ کا احاطہ کرتے ہیں یہ ذھول نن کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔

"ہم ایک مرتبہ بحری راستے سے جدہ کی جانب جا رہے تھے تقریباً بیس برس کی عمر کا حامل ایک نوجوان بھی ہمارا شریک سفر تھا۔ میں اس کے ساتھ بات کرنے کا آرزومند تھا لیکن مجھے اس کے ساتھ بات کرنے کا موقع میسر نہ آ رہا تھا ہم نے اسے ہمیشہ قرآن پاک پڑھتے ہوئے دیکھا یا روزے کی حالت میں دیکھا۔
تب ایک روز جبکہ وہ نوجوان سویا ہوا تھا جہاز پر بدگمانی کی ایک لہر دوڑ گئی مسافر ایک دوسرے کا معائنہ سرانجام دے رہے تھے حتیٰ کہ وہ اس سوئے ہوئے نوجوان کے پاس جا پہنچے جس شخص کا بٹوہ گم ہوا تھا اس نے کہا کہ:۔
"یہ نوجوان جو سویا ہوا ہے اس کے علاوہ کوئی بھی شخص میرے قریب تر نہ تھا۔"

میں نے جب یہ سنا تب میں اس نوجوان کے پاس گیا اور اس کو جگایا جوں ہی اس نوجوان نے وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کی اور کہا کہ:۔

"اے نوجوان آپ کیا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا!

"جہاز میں بدگمانی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے تمام تر لوگوں نے ایک دوسرے کی تلاشی لی ہے اور اب وہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔"
تب اس نوجوان نے دعا کیلئے اپنے ہاتھ بلند کیے اس کے بعد ہم نے دیکھا جیسے سمندر کی ہر ایک مچھلی سطح سمندر پر نمودار ہوئی

Marfat.com

ہے اور ہر ایک مچھلی کے منہ میں ایک قیمتی موتی ہے۔ اس نوجوان نے ایک مچھلی کے منہ سے موتی پکڑا اور یہ کہتے ہوئے اسے بٹوے کے مالک کی جانب پھینکا کہ:۔

''تم جو کچھ کھو چکے ہو اس کی تلافی کیلئے یہ کافی ہے اس کے بعد اس نے مچھلیوں سے حاصل کردہ کچھ موتی پھینکے اور اس کے بعد اس نے اپنے قدم پانی کی جانب بڑھائے اور پانی پر چلنے لگا۔ اس کے بعد حقیقی چور نے بٹوہ واپس گرا دیا اور جہاز میں سوار لوگ پچھتانے لگے۔''

رومی نے یہ تذکرہ نہیں کیا کہ اس داستان کا حقیقی ذریعہ ذوالنون تھا۔

رومی کے الفاظ میں یہ داستان کچھ یوں بیان کی گئی ہے:۔

ایک درویش جو درویشی استقلال سے مالا مال تھا
وہ بحری جہاز پر سفر طے کر رہا تھا
جوں ہی وہ محو خواب تھا
سونے کا ایک بٹوہ گم ہو چکا تھا پورے جہاز
میں شور وغل برپا تھا تمام مسافروں کی
سختی کے ساتھ تلاشی لی جا رہی تھی۔
لیکن بے سود
آخر کار اس کی تلاشی کی باری بھی آن پہنچی
آؤ ہمیں اس محو خواب نوجوان کی بھی تلاشی لینی چاہیے
جہاز میں یہی بازگشت گونج رہی تھی۔
سونے کے مالک نے انتہائی افسوس کے ساتھ اسے بیدار کیا
اور کہا کہ!
قیمتی اشیاء کا ایک بیگ گم ہو چکا ہے
تمام لوگوں کی تلاشی لی جا چکی ہے تم بھی تلاشی سے
بچ نہیں سکتے۔ اپنی درویشی چوغہ اتارو

Marfat.com

تا کہ تم پر جو بدگمانی ہے وہ رفع ہو سکے!
درویش چلایا! یا خدا ان ظالموں نے تیرے
حقیقی خادم پر الزام عائد کیا ہے۔
ان کی بدگمانی کی وجہ سے اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا
سمندر کی مچھلیاں سطح سمندر پر نمودار ہوئیں
ہر ایک کے منہ میں ایک حیران کن موتی تھا
ان موتیوں کو بھی انسان نے نہ چھوا تھا اور نہ ہی دیکھا تھا
درویش نے مٹھی بھر موتی لئے اور انہیں جہاز میں بکھیر دیا
وہ فضا میں بلند ہوا اور فضا میں اس طرح بیٹھ گیا
جس طرح ایک بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتا ہے۔
وہ فضا میں بلند ہو گیا اور جہاز اس سے نیچے رہ گیا
وہ چلایا جاؤ چلے جاؤ۔ اپنا جہاز لے جاؤ۔
میرا خدا میرے ساتھ ہے میں تمہارے ہمراہ سفر نہیں کروں گا
ایک چور کو تمہارا ساتھی نہیں ہونا چاہیے
میں اس جدائی پر خوش ہوں میں نے خدا کی ہمراہی
اختیار کی ہے اور اس کی مخلوق سے علیحدگی اختیار کی ہے

ذوالنون نے خدا کی محبت کیلئے لفظ ''حب'' استعمال کیا ہے، لیکن خدا کی محبت میں خدا کے بندوں سے محبت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بنی نوع انسانوں سے محبت ہی نیکی کی بنیاد ہے۔

ذوالنون ایک عظیم صوفی بزرگ تھے۔ ایک روایت کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی پیشانی پر درج ذیل الفاظ نقش تھے۔

یہ خدا کا محبوب ہے
جس نے خدا کی محبت میں موت کو گلے لگایا
اسے خدا نے موت کی نیند سلایا ہے
یہ خدا کی تلوار سے ہلاک ہوا ہے۔

Marfat.com

یہ بھی روایت ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی میت کو دفن کرنے کیلئے لے جایا جارہا تھا تب ایک خاص قسم کے پرندوں کا غول ان کے جنازے پر سایہ فگن تھا وہ ایسے پرندے تھے جنہیں پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا اور یہ پرندے قبر تک ان کے جنازے پر سایہ فگن رہے تھے۔

انہوں نے فروری 861ء بمطابق 245 ال ہجری وفات پائی تھی۔ انہوں نے غزہ کے مقام پر وفات پائی تھی اور انہیں دیگر بہت سی برگزیدہ ہستیوں کے درمیان دفن کیا گیا تھا۔

Marfat.com

رابعہ بصری

(Rabia Basri)

(وفات 185 الہجری/ 801 بعد از مسیح)

زیادہ تر اسلامی صوفی ازم کو محبت کا صوفی ازم کہا جاسکتا ہے اگرچہ مابعد آنے والے کچھ صوفی وحدت وجود کے رجحان کے حامل تھے۔ یہاں پر محبت خدا کے ساتھ اعلیٰ ترین ملاپ کی نمائندگی نہیں کرتی لیکن یہ اس سڑک پر ایک اسٹیشن کی مانند ہے جو زیادہ مکمل شناخت کی جانب جاتی ہے۔

اس ابتدائی محبت کے صوفی ازم کی پرکشش ترین ہستی یقیناً سابقہ غلام رابعہ ہے۔ ان کے ساتھ رات کے وقت کی جانے والی کچھ مخصوص دعائیں منسوب کی جاتی ہیں!

"میرے خدا ستارے چمک رہے ہیں اور انسانوں کی آنکھیں
بند ہیں اور بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے ہیں اور یہ
ایک عاشق اپنے معشوق کے ساتھ تنہا ہے اور میں یہاں تیرے
ساتھ تنہا ہوں"

یہاں پر خالص محبت کا اظہار ہوتا ہے اور مابعد آنے والے صوفیا کرام بھی اسی معیار کی حامل محبت کا مظاہرہ کرتے تھے وہ اپنے کسی مفاد کے حصول کی خاطر محبت کے دعوے دار نہ تھے۔

"اگر میں دوزخ کے خوف سے تمہاری عبادت کرتی ہوں مجھے
دوزخ میں پھینک دیا جائے اور اگر میں جنت کی امید میں تیری
عبادت کرتی ہوں، مجھے جنت سے نکال دیا جائے لیکن اگر میں

Marfat.com

محض تیرے لئے تیری عبادت کرتی ہوں تب مجھے اپنی محبت
سے محروم نہ رکھنا"

رابعہ غالباً ایک غریب خاندان کی چوتھی بیٹی تھی۔ کچھ دیر تک انہوں نے بصرہ کے ایک گھرانے میں بطور گھریلو خادمہ بھی خدمات سرانجام دی تھیں۔ ان کے مالک نے ان کی دین داری، پرہیز گاری، پارسائی اور خدا پرستی کے پیش نظر انہیں آزاد کر دیا تھا۔ بہت سے لوگ ان کے تقدس اور بزرگی سے متاثر تھے اور ان سے اپنے حق میں دعائے خیر کرنے کی درخواست کرتے تھے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے۔

انہوں نے خدا کی خالص محبت کا نظریہ متعارف کروایا تھا۔ انہوں نے نظریہ زہدو ریاضت کی اس زندگی میں متعارف کروایا تھا۔ اس صوفیانہ زندگی میں متعارف کروایا تھا جو زندگی دوسری صدی الہجری کے ان مسلمانوں میں مروج تھی جو خدا کی طلب رکھتے تھے۔ انہوں نے خدا کی خالص محبت پر زور دیا تھا اور قرآن کی اس آیت کا حوالہ پیش کیا تھا۔

"وہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں"

(5.59)

انہوں نے اپنے احساسات کا اظہار اپنی خوبصورت دعاؤں میں کیا تھا۔ وہ طویل راتیں خدا کے ساتھ محو کلام ہوتے ہوئے گزارتی تھی۔

فرید الدین عطار (وفات 1221ء) نے تذکرۃ الاولیاء میں رابعہ بصری کی بے حد تعریف سرانجام دی ہے۔ رابعہ بصری کے ساتھ کئی ایک روایات بھی منسوب ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ حج بیت اللہ کیلئے گئی تھی تب کعبہ بذات خود ان کے استقبال کیلئے آیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ!

"مجھے اس گھر کے مالک کی ضرورت ہے اور اس گھر کی ضرورت
نہیں ہے"

فریدالدین عطار کہتے ہیں رابعہ خدا کے ساتھ تعلق کے حوالے سے مثالی نوعیت کی حامل تھی اور اس حوالے سے کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا۔ ان کے دور کے تمام تر عظیم صوفیا کرام ان کی بے حد عزت کرتے تھے اور اپنے ہم عصروں میں وہ بلند تر رتبے کی حامل تھی۔

رابعہ ابھی نوعمر لڑکی تھی جبکہ اس کے والدین اللہ کو پیارے ہو گئے تھے اور وہ ان

Marfat.com

کی بہنیں یتیم ہوگئی تھیں۔ جلد ہی بصرہ شدید قحط کی لپیٹ میں آچکا تھا اور ان کی بہنیں اس سے بچھڑ گئی تھیں۔ ایک روز جبکہ وہ ایک ویران بازار سے گزر رہی تھی ایک ظالم شخص نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں ایک اور شخص کے ہاتھ محض چھ درہم کے عوض فروخت کردیا۔ رابعہ کا مالک ہمدردی سے عاری شخص تھا وہ اس سے بہت زیادہ کام لیتا تھا۔ رابعہ خوش دلی کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ دن بھر روزے کی حالت میں رہتی تھی اور رات کا زیادہ تر حصہ عبادت الٰہی میں صرف کرتی تھی۔ کئی برس بعد، ایک رات جب ان کا مالک نصف رات کے قریب نیند سے بیدار ہوا اور اس نے کھڑکی سے ان کے کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا اور انہیں عبادت الٰہی میں مصروف پایا۔ وہ حالت سجدہ میں تھی اور ان کے لبوں پر یہ الفاظ جاری تھے کہ!

''میرے خدا ...... آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی زندگی کا ہر ایک لمحہ آپ کی عبادت میں صرف کرنا چاہتی ہوں لیکن میں اپنی اس خواہش پر عمل کرنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ آپ نے مجھے اپنی ایک دوسری مخلوق کی رعایا بنایا ہے''

وہ شخص یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ جونہی رابعہ عبادت الٰہی میں مصروف تھی۔ ان کے سر کے اوپر ایک چراغ ہوا میں معلق تھا اور ان کے کمرے میں روشنی بکھیر رہا تھا۔ وہ یہ سب کچھ دیکھ کر اس قدر ہراساں ہوا کہ اس رات دوبارہ سو نہ سکا اور بے چینی کے ساتھ طلوع آفتاب کا انتظار کرنے لگا۔ جب صبح نمودار ہوئی تب اس نے رابعہ کو بلوایا اور نرم اور مہربان لہجے میں ان سے مخاطب ہوا اور ان سے معافی طلب کی اور انہیں آزاد کردیا۔ رابعہ نے اس شخص کے گھر کو خیرباد کہا اور شہر کے ایک غریب علاقے میں اپنا تمام تر وقت عبادت الٰہی میں گزارنے لگی۔

وہ اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ ہستی تھی۔ انہوں نے اپنے آخری سانس تک تارک لذات اور غربت کی راہ اپنائی تھی اور کبھی شکایت نہ کی تھی۔

فرید الدین عطار نے ایک حکایت بیان کی ہے جو سوچ کو جلا بخشنے والی ہے۔

ایک روز رابعہ سے پوچھا گیا کہ:

''کیا وہ اعلیٰ و برتر اور شان و شوکت کے حامل رب سے محبت

Marfat.com

کرتی ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا کہ:۔

"ہاں میں محبت کرتی ہوں"

اس کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ:۔

"کیا آپ شیطان کو ایک دشمن تصور کرتی ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا کہ:۔

"نہیں"

لوگ حیران ہوئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ:۔

"اس کی وجہ کیا ہے؟"

رابعہ نے جواب دیا کہ:۔

"خدا کے ساتھ میری محبت شیطان کے ساتھ نفرت کرنے کیلئے کوئی جگہ نہیں چھوڑتی"

ایک مرتبہ رابعہ علیل تھی۔ ایک شخص عیادت کیلئے آیا اور ان سے دریافت کیا کہ ان کی علالت کی وجہ کیا تھی؟

رابعہ نے جواب دیا کہ:۔

"خدا کی قسم مجھے اپنی علالت کی وجہ معلوم نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ جنت میرے سامنے ظاہر کر دی گئی تھی اور میرے دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی تھی اور میں نے سوچا کہ میرا خدا مجھ سے بدگمان ہے اور میری سرزنش کر رہا ہے اور محض وہی مجھے خوش کر سکتا ہے"

Marfat.com

بایزید البسطامی

(Bayazid Al-Bastami)

(وفات 234 الہجری/ 848 بعد از مسیح)

بسطام کے ایرانی صوفی بزرگ ابو یزید (بایزید) غالباً ہندوستانی وحدت وجود کے زیر اثر تھے انہوں نے ''فنا'' کا نظریہ متعارف کروایا اور اس کے بعد ''بقا'' کا نظریہ بھی منظر عام پر آیا۔

شمالی مغربی ایران میں بسطام کے رہائشی، ابو یزید طیفور ابن عیسیٰ ابن شاہ روشن البسطامی ابراہم ابن آدم (الہجری 775/160 بعد از مسیح) کے پوتے تھے۔

بایزید البسطامی کی ابتدائی زندگی کے بارے میں بہت کم معلوم ہے ماسوائے اس کے کہ وہ انتہائی ابتداء ہی سے اپنے فرائض کی تکمیل میں مصروف ہو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں ایک دینی مدرسے میں داخل کروایا گیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مدرسے میں ایک روز ان کی نظر سے قرآن پاک کی درج ذیل مشہور و معروف آیت گزری کہ:۔

''میرے شکرگزار بنو اور والدین کے شکرگزار بنو''

اس آیت کریمہ کا ان کی زندگی پر اہم اثر ہوا۔ وہ ایک دم اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ:۔

''اے میری والدہ ...... یہ ایک بہت ہی مشکل کام ہے...... میں ایک وقت میں کیسے دونوں فرائض سرانجام دے سکتا ہوں اب آپ یا تو خدا سے یہ درخواست کریں کہ وہ مجھے آپ کو عطا کر دے تاکہ میں آپ کی خدمت سرانجام دے سکوں یا پھر مجھے

Marfat.com

اجازت فراہم کریں کہ میں اپنے آپ کو خدا کی خدمت کیلئے
وقف کردوں تا کہ میں مکمل طور پر اس کے ساتھ رہ سکوں“

والدہ نے انتہائی شفقت کے ساتھ جواب دیا کہ!

”اے میرے بیٹے میں تمہیں خدا کی خدمت میں دیتی ہوں اور
تم پر میرے جو حقوق ہیں میں ان سے دست بردار ہوتی ہوں۔
تم خدا کے ہاں سے آئے ہو اور تمہارا تعلق خدا سے ہے“

لہٰذا جب انہیں والدہ کی جانب سے یہ اجازت میسر آ چکی کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی خدمت کیلئے وقف کر سکتے ہیں۔ شیخ نے بسطام کو خیر باد کہا اور اپنے آپ کو عبادت، توبہ استغفار، ریاضت اور نفس کشی میں مصروف کر دیا اور اس وقت صوفیانہ زندگی کا آغاز کیا جبکہ آپ کی عمر محض دس برس تھی اور تیس برس تک وہ جگہ جگہ مارے مارے پھرتے رہے اور اس دوران انہوں نے کئی ایک صوفی بزرگوں کی خدمات بھی سرانجام دیں اور زہد و ریاضت میں مصروف رہے۔ وہ روحانی رہنما اور روحانی بزرگ امام جعفر صادق کے مرید تھے اور اس کے علاوہ ابوعلی سندھی کے بھی پیروکار تھے۔ وہ ایک اور قابل ذکر روحانی بزرگ تھے اور کہا جاتا ہے کہ بایزید نے ان سے بھی روحانی علم حاصل کیا تھا۔ اس وقت البسطامی کی عمر 40 برس تھی جب وہ اپنے آبائی گھر واپس لوٹ آئے تھے اور اس کے بعد وہ عبات اور ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے مریدوں کو درس دینے کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا۔ ان کے اپنے دور کے صوفی بزرگوں کے ساتھ نزدیکی روابط استوار تھے۔ ان روحانی بزرگوں میں ابوموسیٰ الدیابلی اور احمد بن خدرویا بھی شامل تھے انہوں نے ان کے ساتھ خط و کتابت کی تھی۔ انہوں نے بسطامی میں 848 بعد از مسیح میں وفات پائی تھی اور ان کے مزار پر اب بھی لاتعداد لوگ حاضری دیتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

البسطامی کی زندگی اور سوچ انتہا پسندی سے عبارت تھی۔ وہ اس امر کا گہرا شعور اور ادراک رکھتے تھے کہ کس کی اجازت ہے اور کس کی اجازت نہیں ہے۔ وہ اپنی والدہ کی بے حد خدمت کرتے تھے اور خدا اور اس کی مخلوق کے سامنے عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے تھے۔ وہ اس قدر خوف خدا کا اظہار کرتے تھے کہ نماز ادا کرنے کے دوران ان کے قریب کھڑے لوگ ان کی سسکیوں کی آواز بخوبی سن سکتے تھے جو خوف خدا کی وجہ سے وہ

Marfat.com

بھرتے تھے۔ انہوں نے اپنے نفس کو مکمل طور پر نظر انداز کر رکھا تھا۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو نظم و نسق کی بھٹی میں ڈال دیا تھا اور اس حد تک نفس کشی کی تھی کہ ان کا نفس دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہا تھا۔ حالت وجد میں وہ غیر معمولی نوعیت کے حامل جملے ادا کرتے تھے!

"تعریف میرے لئے ہیں...... میرا خدا کس قدر عظیم ہے"

"مجھے ایک بار دیکھنا خدا کو ہزار بار دیکھنے سے بہتر ہے"

چونکہ وہ اس قسم کے کلمات حالت وجد کے دوران استعمال کرتے تھے لہٰذا علماء کرام نے ان کا محاسبہ سرانجام دیا اور وہ سات مختلف مواقع پر بسطام سے جلا وطن کیے گئے اور ان کی یہ جلاوطنی مختصر عرصے پر محیط تھی۔ تاہم ان دعوؤں کی وجہ سے وہ صوفی ازم کی تاریخ میں شہرت کے حامل بن چکے تھے اور بخوبی جانے پہچانے جاتے تھے وہ اولین ہستی تھے جنہوں نے اپنے صوفیا تجربہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کی معراج (رات کا سفر) کی دوبارہ تعمیل سرانجام دی اور ان کی خدا کے تخت تک رسائی (معراج) کی داستان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ خواب میں وقوع پذیر ہوئی۔

"میں نے دیکھا کہ میری روح کو آسمانوں میں لایا گیا تھا۔ اس نے کسی چیز کی جانب نہ دیکھا تھا اگرچہ جنت اور دوزخ اس کے سامنے لائی گئی تھی اور تب میں ایک پرندہ بن گیا اور میں نے خودمختار اور مطلق انصاف کی فضا میں پرواز جاری رکھی حتیٰ کہ میں تطہیر اور طہارت کے حلقے میں داخل ہوگیا اور میں نے ابدیت کے میدان کو دیکھا آخرت کے میدان کو دیکھا اور میں نے توحید اور وحدت کے درخت کو دیکھا"

میں چلا اٹھا!

"میرے خدا...... اپنی انا پرستی کے ساتھ میں تجھے نہیں پا سکتا اور میں اپنے نفس سے فرار حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

مجھے کیا کرنا چاہیے؟

خدا نے فرمایا کہ:۔

Marfat.com

''اے ابو یزید میرے محبوب (محمد ﷺ) کی جانب دیکھو ان کے پاؤں کی گرد اپنی آنکھوں میں لگاؤ اور مسلسل ان کی پیروی سرانجام دیتے رہو۔''

اس سے ملتی جلتی ایک اور حکایت ابو یزید سے منسوب ہے۔

''ایک مرتبہ اس نے مجھے اوپر اٹھایا اور اپنے سامنے بیٹھا لیا اور مجھ سے فرمایا کہ:۔

''اے ابو یزید میری حقیقی مخلوق تم مجھے دیکھنے کی خواہش رکھتے ہو''

میں نے عرض کی!

''مجھے وحدت کی توقیر بخشی جائے اور مجھے مقام وحدت تک اٹھایا جائے تاکہ جب مخلوق مجھے دیکھے تب یہ کہے کہ!

''ہم نے تمہیں دیکھا ہے اور اگرچہ میں وہاں قطعاً موجود نہ ہوں''

یہاں پر ہم فنافی اللہ کا مقام دیکھتے ہیں اور یہ مقام ابو یزید اور ان کے بعد آنے والے صوفیا کرام کیلئے صوفی تھیوری میں ایک مرکزی مقام کا حامل رہا۔

بایزید بسطامی نے وجد طاری ہونے کے دوران فرمایا کہ:۔

''میں وہ بحر ہوں جس کی گہرائی کا کوئی دروازہ نہیں جس کا کوئی آغاز نہیں ہے اور جس کا کوئی اختتام نہیں ہے''

''میں خدا کا تخت ہوں...... میں خدا کا حکم ہوں...... میں جبرائیل ہوں...... میکائیل ہوں...... اسرافیل ہوں...... میں ابراہیم ہوں......موسیٰ ہوں اور یسوع مسیح ہوں''

انہوں نے پرستش کا مطالبہ بھی کیا!

''میں خدا ہوں، کوئی خدا نہیں ہے ماسوائے میرے، لہٰذا میری پرستش کرو''

تاہم یہ کم تر اسرار اور بھید ہیں:۔

''بایزید کسی قدر عظیم تر اور عجیب و غریب اسراروں اور بھیدوں کے حامل تھے اور انہوں نے ان اسراروں اور بھیدوں کو ظاہر نہ

Marfat.com

کیا تھا"

انہوں نے فرمایا تھا کہ:۔

"اگر میں اپنے عظیم تر تجربات کے بارے میں بات کروں گا۔تم
ان کو سننے کی بابت برداشت نہ کرسکو گے۔لہٰذا میں نے تمہیں کم
تر نوعیت کے حامل اسرار اور بھید بتائے ہیں"

بایزید بسطامی نے بیان کیا:۔

"میں خدا" "نا خدا" کی جانب گیا اور ایک "میرنے" لئے چلایا:۔

جب کسی نے درویشوں کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا کہ:۔

"کیا بایزید یہاں ہے؟"

اس کا جواب...... "کیا ماسوائے خدا کوئی یہاں ہے۔"

درویش (بایزید بسطامی) کا روحانی سفر جیسا کہ جلال الدین رومی کی مثنوی (جلد نمبر 4) میں بیان ہے ایک دلچسپ احاطہ پیش کرتا ہے!

"ایک مرتبہ وہ مشہور درویش بسطامی اپنے پیروکاروں کے پاس آیا
اور یہ کہنے لگا کہ میں بذات خود خدا ہوں
روحانی تحائف کا حامل وہ شخص اس کے علاوہ آشکارا ہوا
اور کہا "میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے...... سب پرستش کرو"
اگلی صبح جب اس کی وجد کی حالت رخصت ہو چکی تھی
اس کے پیروکاروں نے کہا کہ:۔آپ نے یہ اور یہ کہا تھا جو
بے دینی، دہریہ پن اور کفر پر مشتمل تھا۔
انہوں نے جواب دیا کہ:۔
اگر دوبارہ میں یہ کچھ کہوں:۔
"تم مجھے اپنے چاقوؤں کے ساتھ ہلاک کر دینا"
خدا مجھ سے آزاد اور خودمختار ہے۔ میں جسم میں ہوں
اگر میں دوبارہ یہ سب کچھ کہوں تم مجھے ہلاک کر دینا۔"
جب اس مقدس شخص نے یہ عندیہ دیا

Marfat.com

اس کے ہر ایک پیروکار نے اپنا چاقو تیار کرلیا
دوبارہ اس پر جب یہ کیفیت طاری ہوئی
اور اس کا فرمان اس کے ذہن سے نکل گیا
بایزید نے اس قسم کے کلمات ادا کرنے شروع کیے
اور اس نے پہلے سے بڑھ کر کفریہ کلمات ادا کیے
اس کے پیروکار خوف وہراس کے ساتھ پاگل دکھائی دینے لگے
اور انہوں نے اس مقدس جسم میں اپنے چاقو پیوست کردیئے
جس کسی نے بھی شیخ کے جسم پر چاقو کے ساتھ ضرب لگائی
اس کے اپنے ہی جسم میں زخم لگے اور شیخ محفوظ رہا
پیروکار/مرید زخمی ہوئے اور خون میں نہا گئے
جس کسی نے بھی شیخ کے گلے پر زخم لگایا۔
اس کا اپنا گلا کٹ گیا
جس نے اس کی چھاتی/سینے پر زخم لگایا
اس کا اپنا سینہ زخمی ہوا اور اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔

البسطامی نے صوفی ازم کو نئے نظریات عطا کیے جو صوفیانہ تجربے کے اظہار کیلئے بامعنی ثابت ہوئے اور انہوں نے پہلے سے موجود کچھ صوفی آئیڈیاز کی تشریح بھی سرانجام دی۔ وہ غالباً اپنے دور کے عظیم ترین صوفی بزرگ تھے۔ ابویزید اور جنید بغدادی سیادت طائفہ کہلائے، کمیونٹی کے سربراہ، ''برادری کے سربراہ'' 9 ویں صدی بعد از مسیح کے آخری حصے میں اور 10 ویں صدی بعد از مسیح کے آغاز میں وحدت الوجود کا عنصر پہلی مرتبہ قطعی طور پر منظر عام پر آیا۔ یہ ایک قابل ذکر امر ہے کہ بایزید اور جنید دونوں ایرانی تھے اور غالباً انہوں نے ہی اس عنصر کو صوفی ازم میں شامل کیا تھا کیونکہ یہ آئیڈیا ان کے ملک میں موجود تھا۔ اس لئے یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ ایرانی صوفی بزرگ ہی تھے جنہوں نے صوفی ازم میں وحدت الوجود کے عنصر کو شامل کیا تھا۔ ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے۔ جیسا کہ صوفی ازم کی دیگر صورتوں سے بھی عیاں ہے۔ توکل یا وحدت الوجود کی جانب پیش قدمی نہ ہی طوالت کی حامل ہے اور نہ ہی مشکلات کی حامل ہے۔

Marfat.com

یہاں حسین بن منصور، الحلاج کے بارے میں ذکر کرنا خارج از بحث نہ ہوگا وہ 10 ویں صدی کے آغاز کے صوفی بزرگ تھے۔ انہیں 922 بعد از مسیح میں خلیفہ المقتدر کے عہد میں سزائے موت سے نوازا گیا تھا۔ انہوں نے انا الحق یعنی میں خدا ہوں کا نعرہ بلند کیا تھا۔

Marfat.com

منصور الحلاج

Mansur-AL-Hallaj

(وفات 309 الہجری/ 922 بعد از مسیح)

حسین ابن منصور الحلاج بغداد کے ایک صوفی بزرگ تھے۔ وجد کے لمحات کے دوران وہ خدا کی موجودگی کی بنا پر جذبات میں اس قدر بے قابو ہوئے کہ وہ اپنی ذاتی شناخت بھی فراموش کر گئے، اور انہوں نے خدا میں مدغم ہونے کا تجربہ حاصل کیا اور انہوں نے انا الحق، میں خدا ہوں کا نعرہ بلند کیا۔ چونکہ انہوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا لہٰذا ان کے خلاف فتویٰ دیا گیا کیونکہ بہت سے مسلمان اس قسم کے بیان کو انتہائی غیر مناسب تصور کرتے ہیں۔ ان کو لوگوں کے ایک بڑے مجمعے کی موجودگی میں موت کی سزا سے نوازا گیا۔ اس سے قبل انہیں عرصہ دراز تک بغداد میں قید رکھا گیا تھا (911 تا 922 بعد از مسیح) الحلاج کی تعلیمات کی بنیاد اخلاقی اصلاح تھی۔ انہوں نے حالت وجد میں انا الحق...... میں خدا ہوں کا نعرہ بلند کیا لیکن عام مسلمانوں کی نظر میں اور کچھ صوفیا کرام کی نظر میں یہ شرک تھا۔

الحلاج نے جنوبی ایران میں جنم لیا تھا۔ انہوں نے اپنی نوجوانی کا دور بصرہ میں گزارا اور بصرہ سے الجلاج بغداد کی جانب روانہ ہوئے۔ بغداد 9 ویں صدی کے آخر میں صوفیانہ تعلیم کا مرکز تھا اور وہاں پر نامور صوفی بزرگ موجود تھے۔ الحلاج نے ایک صوفی بزرگ کی دختر سے شادی کی۔ وہ اپنا پہلا حج ادا کرنے کیلئے مکہ شریف روانہ ہوئے اور جب وہ حج بیت اللہ کے بعد واپس آئے تب ایک روایت کے مطابق ان کی زندگی کا فیصلہ کن واقعہ رونما ہوا۔ انہوں نے جب الجنید کے دروازے پر دستک دی تب ان سے پوچھا گیا کہ دروازے پر کون ہے...... انہوں نے جواب دیا...... انا الحق'' (میں خدا ہوں)۔

Marfat.com

الجنید کے ساتھ جھگڑا کرنے کی وجہ سے یا دیگر وجوہات کی بنا پر...... الحلاج نے صوفیانہ چوغہ اتار پھینکا اور امیر المکی اور الجنید جیسے روحانی اکابرین سے ناطہ توڑ لیا اور جگہ جگہ سفر طے کرتے ہوئے تبلیغ کے کام کا آغاز کیا۔ وہ عریبیہ میں گھومے پھرے، ایران اور خراساں کے راستے وسطی ایشیا میں گھومے پھرے اور اس کے بعد اپنے چار ہزار مریدوں کے ہمراہ دوسرا حج ادا کرنے کیلئے روانہ ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے ہندوستان برصغیر کا رخ کیا اور کئی ایک صوفیا کرام سے ملاقات بھی کی۔ ان کے بہت سے مرید تھے۔ وہ حلاج الاسرار کے نام سے مشہور ہو چکے تھے۔

گجرات سے وہ سندھ اور پنجاب سے ہوتے ہوئے ترفان (Turfan) جا پہنچے غالباً براستہ کشمیر۔ بغداد واپسی پر عام لوگوں کے علاوہ صوفیا کرام نے بھی ان کا استقبال کیا اور اس کے بعد انہوں نے تیسرا حج ادا کیا اور بالآخر 913 بعد از مسیح بغداد میں انہیں جیل میں ڈال دیا گیا۔

انہیں خوفناک طریقے سے موت کے حوالے کیا گیا تھا۔ تاریخ نے کسی بنی نوع انسان کو قتل کرنے کا اس قدر دہشت ناک منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ الحلاج اپنی زنجیروں میں رقص کرتے ہوئے مقتل گاہ تک پہنچے تھے۔

پہلے ان کے ہاتھ کاٹے گئے...... اس کے بعد ان کے پاؤں کاٹے گئے...... اس کے بعد ان کی آنکھیں نکالی گئیں...... اس کے بعد ان کی زبان کاٹی گئی جس نے انا الحق کا نعرہ بلند کیا اور آخر میں ان کا سر ان کے جسم سے جدا کیا گیا۔ یہ دہشت ناک منظر دیکھنے کے بعد بھی ہجوم کا غم وغصہ رفع نہ ہوا۔ لہٰذا ان کی لاش کو جلایا گیا اور راکھ میں تبدیل کر دیا گیا اور اس راکھ کو دریا میں بہا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے خون کا ہر قطرہ انا الحق کا نعرہ بلند کر رہا تھا۔

یہ قابل ذکر ہستی مابعد آنے والے درویشوں اور صوفیا کرام کی دل پسند ہستی بن گئی اور اس ہستی نے ایک ہیرو کا روپ دھار لیا۔ بالخصوص ایرانی صوفی شاعر انتہائی جوش...... جذبے اور ولولے کے ساتھ ان کا ذکر کرتے تھے۔

ہندوستانی مفکر علامہ محمد اقبال نے بھی جاوید نامہ (1932ء) میں ان کی تعلیمات کو سراہا ہے اور ان کی تعریف وتوصیف سرانجام دی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد......

Marfat.com

الحلاج نے عربوں میں نمایاں مقبولیت پائی۔ ہندوستانی برصغیر اور ایران میں بھی انہوں نے مقبولیت پائی اور ایران میں محرم الحرام میں شیعہ جلوسوں میں ان کا نام ابن منصور حسین ابن علی کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

الکندی

(Al-Kindi)

(وفات 252 الہجری/ 866 بعد از مسیح)

وہ ایک نامور اور عالمگیر شہرت کے حامل مفکر اور فلسفی تھے۔ ان کا دور سائنس اور ''کلام'' کا دور تھا۔ تراجم کا دور، وہ خلیفہ المامون کے ساتھی تھے۔ ان کا کام تقریباً 270 موضوعات پر مشتمل ہے اور یہ تمام تر سائنسوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ علم نجوم......شیشے کی تیاری...... جیولری...... اسلحہ سازی اور پرفیوم وغیرہ کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ارسطو کے مابعدالطبیعات کے کام سے متاثر تھے۔ الکندی کے بقول ''سچائی جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرنا چاہیے'' اور فلسفیوں کے بیانات کا ازسرنو معائنہ سرانجام دینا چاہیے اور ان کی تکمیل سرانجام دینی چاہیے۔ وہ ان لوگوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے تھے جو فلسفے کے خلاف تھے اور وہ لوگ مذہب کے نام پر فلسفے کو اپنے حملے کا نشانہ بناتے تھے۔ ان کے بقول ایسے لوگ بذات خود بے مذہب ہیں۔

الکندی کے بقول علم کئی ایک ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں ہنوز بہتری کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ انہیں قدیم سائنسوں کے ساتھ بھی آشنائی حاصل تھی اور وہ تمام تر اسلامی فلسفیوں سے بڑھ کر ارسطو کے قریب تھے اور انہوں نے یونانی، ایرانی اور ہندوستانی دانشوری کی کئی ایک شاخوں کا گہرائی میں مطالعہ سرانجام دیا تھا۔ انہوں نے اپنے کام میں قانون کے اصول اور استدلالی سائنسوں کے اصول بھی شامل کیے تھے اور انہوں نے ''توحید'' پر ایک مقالہ بھی تحریر کیا تھا۔

الکندی نے تقریباً 850 بعد از مسیح میں کوفہ میں جنم لیا تھا۔ انہوں نے بصرہ میں

Marfat.com

تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ بغداد میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا تعلق عرب کے ایک معزز خاندان سے تھا۔ انہوں نے خلیفہ المامون (813 تا 833 بعد از مسیح) اور المنتظین (Al-Muntazin)...... 833 تا 842 بعد از مسیح کے دور میں عراق میں نام کمایا۔ وہ پہلے غیر معمولی اسلامی فلسفی تھے جنہیں "عربوں کے فلسفی" کی حیثیت سے جانا جاتا تھا۔ ان کی ادبی سرگرمیوں کا تعلق ابتدائی اور زیادہ اعتدال پسند دور سے ہے، اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے 874 بعد از مسیح میں وفات پائی تھی۔

الکندی نے ریاضی اور علم نجوم کے میدانوں میں شہرت پائی تھی۔ ان کی شہرت میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب انہوں نے ارسطو کی کتاب کے پہلے باب کا ترجمہ پیش کیا جسے یونانی میں تھیولا جیا (Theologia) کہا جاتا تھا جس میں ربابیات (Rubibiyat) پر بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب نے مشرق اور مغرب میں فلسفے اور علم دین کو متاثر کیا ارسطو کے کئی کاموں میں انسانی علم (علم انسانی) اور خدائی علم (علم الہٰی) کا موازنہ سرانجام دیا گیا ہے۔

الکندی نے بہت سی تحریریں پیش کی تھیں لیکن ان میں چند تحریریں ہی دستیاب ہیں جو فلسفے اور سائنس کے میدانوں کے بارے میں ہیں۔

ان تحریروں میں ایک اہم ترین تحریر بھی شامل ہے...... "پہلی فلاسفی پر" (Onfirst Philosphy) یہ نسبتاً ایک طویل مقالہ ہے۔

اپنی "پہلی فلاسفی" کے اختتام پر الکندی نے یہ واضح کیا ہے کہ محض دانش وری کے سہارے خدا کو نہیں پہچانا جاسکتا۔ ان کے بقول فلاسفر خدا کے بارے میں ایک مثبت بیان دینے کا اہل نہیں ہے۔ خدا کے بارے میں ایک فلاسفر جو کچھ بیان کرسکتا ہے وہ منفی اصطلاح کا سہارا لے سکتا ہے یعنی!

وہ ایک عنصر نہیں ہے۔
وہ ایک جنس نہیں ہے۔
وہ ایک صنف/نوع نہیں ہے
وہ ایک انفرادی شخص نہیں ہے۔
وہ کسی چیز کا حصہ نہیں ہے۔
اسے کسی کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

Marfat.com

لہٰذا الکندی فلسفہ ایک منفی علم دین کی جانب رہنمائی کرتا ہے...... یعنی اس فلسفے کے تحت خدا کو محض منفی اصطلاح میں ہی بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح انہوں نے پلوٹینس (Plotinus) کی پیروی سرانجام دی جس نے یہ درس دیا تھا کہ:۔

''ہم وہ بیان کرتے ہیں جو کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے ہم اسے بیان نہیں کرتے۔''

اگر دانش ور مثبت اصطلاح میں خدا کے علم کے بارے میں لوگوں کی رہنمائی سرانجام نہیں دے سکتے تب فلسفہ علم دین سے برتر ہرگز نہیں ہے۔ ابن خلدوم کے الفاظ میں...... فلاسفی فہم وفراست تک پہنچتی ہے لیکن فہم وفراست سے آگے نہیں جاتی۔

فہم وفراست سے آگے کیا ہے۔ مسلمانوں کیلئے فرشتوں کی دنیا ہے۔ وہ خدا کے پیغامبر نہیں اور انسان اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں۔ یہ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ہی تھے جو پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس خدا کا پیغام لے کر آتے تھے۔ الکندی فرشتوں کی بات نہیں کرتے۔ ان کے بقول فہم وفراست خدا کے قریب ترین ہے۔

دنیا کی تخلیق کے بارے میں الکندی کا نظریہ اسلامی نظریے کے ہم آہنگ ہے انہوں نے 270 سے زائد مقالے تحریر کیے تھے، اور ان میں زیادہ تر مقالے زیادہ طوالت کے حامل نہ تھے اور ان سے کئی ایک کے ترجمے لاطینی زبان میں بھی کیے گئے تھے۔

انہیں ریاضی کے میدان میں کافی زیادہ دلچسپی تھی۔ انہوں نے ایک مقالہ تحریر کیا تھا جس کا عنوان تھا کہ:۔

''ریاضی کے علم کے بغیر فلسفے تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں''

الکندی وہ پہلی ہستی تھی جنہوں نے غیر ملکی ادبی ذرائع سے یونانی فلسفے کو منظم انداز میں منتقل کیا اور اسے اپنے اسلامی ماحول میں ڈھالا جہاں پر فلسفے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بلکہ اس کے ساتھ دشمنوں جیسا رویہ اختیار کیا جاتا تھا۔

لاطینی تراجم کے ذریعے الکندی نے قرون وسطیٰ کے دور کے یورپی فلسفیوں کو متاثر کیا جو ان کے کام سے آشنا ہوئے بالخصوص اس کام سے جو فطری سائنسوں اور ریاضی کے میدان سے تعلق رکھتا تھا۔

Marfat.com

الفارابی
(Al-Farabi)
(وفات 339 الہجری/950 بعد از مسیح)

ابونصر محمد ابن تارخان (Tarkhan) ابن اوازالاگ (Awazalagh) 10 ویں صدی کے وسط میں حیات تھے۔ وہ ایک عربی فلاسفر اور منطق دان تھے۔ جو عربی مواد میں ابونصریا "دوسرے استاذ" (ارسطو کے بعد) کے نام سے جانے جاتے تھے اور لاطینی زبان میں الفرابیس (Alfarabius) کے نام سے جانے جاتے تھے۔ انہوں نے ٹرانسز اوکسونیا (Trans oxonia)...... (مغربی ترکستان) میں جنم لیا تھا۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ترک نسل سے تھے۔ انہوں نے نسطورین (Nestorian) عیسائی یوحنا ابن حیان سے ہاران (HARRAN) یا بغداد میں منطق کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کے ساتھ دانشورانہ روابط استوار تھے، اور اس طرح انہیں ایک اور نسطورین کے ساتھ کام کرنے کا موقع آیا...... ارسطو کے کام کا ترجمہ پیش کرنے والا اور تبصرہ نگار...... ابو بشر متا ابن یونس (وفات 940 بعد از مسیح) اور اس کا مشہور و معروف پیروکار جیکوبائٹ (Jacobite) کرسچین مترجم...... فلاسفر...... اور علم دین کا ماہر یحیٰ ابن عدل (وفات 972 بعد از مسیح) تھا۔

عرب سوانح نگاروں نے 100 سے زائد کام الفارابی کے نام کے ساتھ منسوب کیے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے کام حقیقت میں انہوں نے تحریر نہ کیے تھے۔

الفارابی ان خیالات کا مالک تھا کہ فلسفہ ہر جگہ اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے اور یہ کہ اس نے ایک نیا گھر تلاش کر لیا ہے اور نئی زندگی پائی ہے اور اس کا یہ گھر اور یہ زندگی اسلامی دنیا میں پائی جاتی ہے۔

الفارابی نے ارسطو اور دیگر یونانی لکھاریوں کے کاموں پر تبصرے تحریر کیے تھے۔

Marfat.com

الفارابی ایک ایسے سیاسی نظام کا حامی تھا جسے وہ ''نیکی اور پارسائی'' کا عنوان دیتا تھا، اور اس کے خیال میں اس کے حکمران کیلئے ایک فلسفی ہونا ضروری تھا، اور ایک نیکی اور پارسائی کی حامل سیاسی حکومت کے حصول کیلئے اس کے خیال میں فلاسفر حکمران کے پاس عملی اختیارات ہونے چاہئیں تا کہ وہ ان شہریوں کی اکثریت کی رہنمائی سرانجام دے سکے اور انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کر سکے، جو فلسفیانہ سمجھ بوجھ کے مالک نہ ہوں۔ درحقیقت اسے غیر فلسفیانہ اکثریت کو فلسفے کی زبان میں مخاطب کرنے سے گریز کرنا چاہیے

الفارابی کا سیاسی فلسفہ جامع...... مفصل اور لطیف ہے۔ مثال کے طور پر اس میں نیکی اور پارسائی سے عاری ریاستوں کی وجود پذیری پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جن کی اکثریت کو وہ ناخواندہ...... لاعلم اور جاہل قرار دیتا ہے کیونکہ ان کی سربراہی ایسے حکمران سرانجام دے رہے ہیں جو خوشی کی حقیقی نوعیت سے لاعلم اور نابلد ہیں۔ الفارابی محض نیکی اور پارسائی کے حامل ''شہر'' کی بات نہیں کرتا بلکہ وہ ایک ایسی قوم کی بات کرتا ہے جو نیکی اور پارسائی کے حامل ''شہروں'' پر مشتمل ہو اور ایک ایسی دنیا کی بات کرتا ہے، جو نیکی اور پارسائی کی حامل اقوام پر مشتمل ہو الفارابی نے منطق...... مابعدالطبیات...... اور سیاسی تھیوری کی جو بنیادی میں استوار کی تھی ان بنیادوں پر اس کے نامور جانشین ابن سینا نے فلسفیانہ نظام کو تعمیر کیا تھا۔

کامل ریاست کا نظریہ

الفارابی نے عربی زبان میں کئی ایک فلسفیانہ کتب تحریر کی تھیں اور اس کے علاوہ موسیقی پر بے شمار مقالے بھی تحریر کیے تھے۔ مذہب کے بارے میں اس کے خیالات کی عکاسی کرنے والا دلچسپ موادفی مبادی (f1 Mabadi) اور عبدالمدینہ الفدیلا (Al-Madinah Al- Fadilah) ہیں اور ان کا ترجمہ رچرڈ والزن نے پیش کیا ہے اور اس کو ''کامل ریاست کا الفارابی کا نظریہ کا عنوان دیا ہے۔ الفارابی کامل شہری ریاست اور کامل قوم (امہ) اور کامل عالمی ریاست پر خاص نقطہ نظر سے غور کرتا ہے

وہ سیاسی ملاپ کی بدعنوانی کو تین درجوں میں درجہ بند کرتا ہے۔ جاہل شہر...... گناہ گار شہر...... اور غلط پیغام کے حامل شہر اور ہر ایک شہر اپنے اندر کئی مختلف اقسام کا حامل ہے۔ جاہل شہروں میں یہ قدر مشترک ہوتی ہے کہ وہ انسانیت کی حقیقی نوعیت کا ادراک کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ کائنات میں اس کے مقام کا ادراک کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ الفارابی جاہل شہروں کی درج ذیل اقسام کی نشاندہی کرتا ہے۔

Marfat.com

(1) ناگزیر شہر جن کا مقصد زیادہ معاش کی تلاش ہوتا ہے۔
(2) بدنام شہر جو دولت جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں
(3) ادنیٰ شہر جو محض شہوانی تسکین کیلئے وجود پذیر ہوتے ہیں
(4) جمہوری شہر جن کا مقصد عزت اور شہرت کا حصول ہوتا ہے
(5) ظالم اور جابر شہر جن کا مقصد طاقت اور دوسروں پر غلبے کا حصول ہوتا ہے
(6) جمہوری شہر جن کا واحد واضح مقصد نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک شہری بے لگام ہوتا ہے اور وہ جو کچھ بہتر سمجھتا ہے وہی کچھ کرتا ہے۔

گناہ گار اور غلط پیغام کے حامل شہر وہ شہر ہیں، جو اب کسی قسم کے علم کے حامل ہیں جو انسانیت کے بارے میں ہے یا پہلے کبھی ایسے علم کے حامل تھے لیکن وہ اس علم کی پیروی سرانجام دینے سے قاصر رہے۔ گناہ گار شہر وہ ہیں جہاں پر نیکی اور پارسائی کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے جبکہ غلط پیغام کے حامل شہر وہ ہیں جہاں کے لیڈر حقیقی علم کے حامل ہیں جس کی پیروی اس شہر کو کرنی چاہیے لیکن وہ شہریوں کو غلط تصورات پیش کرتے ہوئے دھوکہ دیتے ہیں۔

اگرچہ بدعنوان ریاستوں کی درج بالا درجہ بندی کا مقصد فلاسفروں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا ہے تاکہ وہ نیک اور پارسا نظام حکومت کے نیک اور پارسا لیڈر بن سکیں لیکن ان کے سیاسی فلسفے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ لوگ خوشی سے ہمکنار ہوں۔

(نوٹ:۔ واضح رہے کہ یہ وہ موسیقی نہیں جو ہم دنیا دار سنتے ہیں بلکہ وہ اس موسیقی میں خدا کی آواز سنا کرتے تھے۔)

موسیقی کے میدان میں

الفارابی نے موسیقی کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی تھی۔ اس کے ثبوت میں درج ذیل حکایت پیش کی جاسکتی ہے۔

> ”حج بیت اللہ ادا کرنے کے بعد مکہ شریف سے واپسی کے دوران انہوں نے ایک اجنبی کے ذریعے اپنے آپ کو شام کے سلطان سیف الداولہ کے دربار میں متعارف کروایا۔ وہاں پر

Marfat.com

موسیقاروں کی ایک جماعت اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھی اور انہوں نے بھی اس جماعت میں شرکت کی۔ شہزادے نے ان کی مہارتوں اور فن کی تعریف سرانجام دی اور اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ وہ کوئی چیز پیش کریں جو ان کی اپنی ہو۔ الفارابی نے اپنی ایک دھن پیش کی اور پارٹی کو بینڈ میں منقسم کر دیا۔ پہلی پیش کش نے درباریوں کو زبردست ہنسی سے دوچار کیا۔ اگلی پیش کش نے ان کو خوب رلایا اور وہ آنسو بہانے لگے اور آخری پیش کش پر حتیٰ کہ فن کا مظاہرہ کرنے والے بھی نیند سے ہم آغوش ہو گئے۔"

1638ء بعد از مسیح میں ترکوں نے جب بغداد پر دوبارہ قبضہ کیا اور وسیع پیمانے پر قتل عام کا آغاز ہوا اور تیس ہزار ایرانی لقمہ اجل بن گئے۔ ایک ایرانی موسیقار جس کا نام شاہ قلی تھا۔ اسے سلطان مراد کے حضور پیش کیا گیا۔ اس نے اس قدر سریلی آواز میں گایا اور اس قدر سریلی موسیقی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے پہلے فتح کا نغمہ گایا اور اس کے بعد ماتمی راگ الاپا کہ اس موسیقی کی وجہ سے سلطان رحمدلی اور خداترسی کی جانب مائل ہوا اور اس نے قتل عام بند کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

عربی موسیقی پر ایرانی اور یونانی موسیقی کا رنگ غالب تھا۔ الفارابی نے موسیقی کا ایک آلہ ایجاد کیا تھا جسے ارگن باجا (Organ) کہا جاتا تھا۔ ہندوستان میں امیر خسرو 14 ویں صدی کے شاعر اور صوفی بزرگ...... انہوں نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کا حسین امتزاج پیش کیا تھا اور یہ امتزاج مابعد ہندوستانی موسیقی کی نشوونما کا باعث ثابت ہوا۔

مذہبی حلقوں میں صوفیا کرام نے صوتی اور آلات موسیقی کے ذریعے موسیقی دونوں اقسام کو متعارف کروایا تھا اور یہ ان کی روحانی مشقوں کا ایک حصہ تھی۔ سماع...... جیسا کہ یہ موسیقی کہلاتی تھی...... آغاز میں کچھ مسلمانوں نے اس کی مخالفت سرانجام دی لیکن صوفیا کرام نے اپنی یہ مشق جاری رکھی اور آہستہ آہستہ اسے شرف قبولیت بخشا گیا۔ عظیم صوفی شاعر جلال الدین رومی (وفات 1273 بعد از مسیح) صوفیا کرام اور عام مسلمان بھی ان کا احترام کرتے ہیں وہ موسیقی میں خدا کی آواز سنا کرتے تھے۔

Marfat.com

ابن رشد (ایوروز)

Ibn-Rushd Averroes

(وفات 1126 الہجری/ 1198 بعد از مسیح)

متاثر کن اسلامی مذہبی فلسفی جنہوں نے اسلامی روایات اور یونانی افکار کی ایک وحدت قائم کی۔ انہوں نے ارسطو کے کاموں اور افلاطون کی ری پبلک پر کئی ایک تبصرے اور خلاصے پیش کیے جن کا اثر و رسوخ مابعد آنے والی صدیوں تک قائم رہا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مذہبی قانون اور فلسفے کے درمیان سمجھوتے پر ایک فیصلہ کن مقالہ تحریر کیا وہ قرطبہ کی ایک عظیم مسجد کے امام بھی تھے۔

ابوالواحد محمد ابن احمد ابن محمد ابن رشد جنہیں مغرب میں ایوروز (Averroes) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اہل مغرب میں مقبول ہیں...... انہوں نے 1126 بعد از مسیح میں قرطبہ میں جنم لیا تھا۔ انہوں نے قرطبہ کے ایک نمایاں اور ممتاز خاندان میں جنم لیا تھا یہ خاندان ارکان جیوری (منصفین) پر مشتمل تھا۔ انہیں احادیث مبارکہ پر عبور حاصل تھا اور اس کے علاوہ فقہ پر بھی عبور حاصل تھا۔ انہوں نے طب اور فلسفے کے میدان میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ انہوں نے ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے قرطبہ کے چیف قاضی کے عہدے تک رسائی حاصل کی تھی۔ پہلے یہ عہدہ ان کے دادا کے پاس بھی رہا تھا۔ 1182ء میں انہیں خلیفہ ابو یعقوب یوسف کا ذاتی معالج مقرر کیا گیا تھا اور 1184ء میں اس کے بیٹے کا ذاتی معالج مقرر کیا گیا تھا۔ خلیفہ وقت نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ یونانی فلاسفر ارسطو کے فلسفے کی تشریح پیش کریں جس کی اس وقت سخت ضرورت درپیش تھی۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس پر انہوں نے کئی برس صرف کیے تھے حالانکہ اس دوران وہ بطور قاضی ایک

Marfat.com

مصروف زندگی گزار رہے تھے۔ ان کے تمام تر تبصرے لاطینی زبان میں ہیں جو ارسطو کے کاموں پر مشتمل ہیں۔ ان تبصروں نے آنے والی صدیوں میں یہودیوں اور عیسائیوں پر عظیم اثرات مرتب کیے تھے۔ انہوں نے الفارابی اور ابو علی سینا کا فلسفہ استعمال کیا تھا۔ وہ گراں قدر قوت مشاہدہ کے حامل تھے۔

ابن رشد نے طب کی تعلیم ابو جعفر حرم التجالی سے حاصل کی تھی جن کو ارسطو کے کاموں پر عبور حاصل تھا اور قدیم معالجوں کے کاموں پر بھی عبور حاصل تھا۔ ان کو طبی سائنسوں کیلئے کئی ایک اصولوں اور شاخوں پر بھی دسترس حاصل تھی۔ وہ طبی تشخیص سرانجام دینے میں ماہر تھے اور ان کا علاج کامیابی سے ہمکنار ہوتا تھا۔ وہ سائنسدانوں کے اجلاسوں کی سرپرستی سرانجام دیتے تھے اور ان اجلاسوں میں ابن طفیل...... ابن اظہر...... ابن یوسف یعقوب جیسی ہستیوں کے علاوہ ابن رشد بذات خود شرکت کرتے تھے۔ یہ ابو جعفر تھے جنہوں نے دانشورانہ نشوونما میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ان کا رجحان قدیم سائنسوں کی جانب تھا اور اس رجحان کی بدولت انہوں نے فلسفیانہ مسائل کو سائنسی نقطہ نظر کے تحت دیکھا۔ ابن رشد...... ابن طفیل اور ابو یوسف کے درمیان اجلاس جاری تھا۔ اس اجلاس کے دوران شہزادہ ابو یوسف نے دریافت کیا کہ:۔

"اگر آسمان ایک عنصر ہے جو کہ ہمیشہ سے وجود پذیر ہے اور ہمیشہ وجود پذیر رہے گا یا اگر یہ آغاز رکھتا ہے!"

ابن رشد پہلے پہل اس سوال سے پریشان ہوئے لیکن مابعد ان کا اعتماد واپس لوٹ آیا اور انہوں نے پورے اعتماد کے ساتھ بحث میں حصہ لیا اور انہوں نے ابو یعقوب یوسف کے دور کے دوران شہزادہ کی حمایت حاصل کی۔ یہ قصہ ان نزدیکی تعلقات کو ظاہر کرتا ہے جو اس وقت علم فلکیات اور مابعد الطبیعات کے مسائل کے درمیان موجود تھے۔ انہوں نے المہد کی سلطنت میں وسیع تر سفر سرانجام دیا جہاں پر انہوں نے اپنے کئی ایک کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ 1182ء میں وہ مراکش چلے آئے تھے اور انہوں نے ابو طفیل کی جگہ حاصل کی تھی جو ابو یعقوب کے چیف معالج (معالج اعلیٰ) تھے اور جہاں پر انہیں قرطبہ کا عظیم قاضی مقرر کرتے ہوئے ان کی عزت افزائی کی گئی تھی ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ابن رشد کی ملاقات ابن اعرابی سے ہوئی تھی اور انہوں نے نوجوان ابن اعرابی کی ذہانتوں کو تسلیم کیا

Marfat.com

تھا۔ ابن رشد کی طب کی کتابوں سے بڑھ کر ان کے فلسفیانہ...... مذہبی...... اور قانونی کاموں کو پذیرائی حاصل ہوئی تھی اور ان کا بڑھ چڑھ کر مطالعہ سرانجام دیا گیا تھا چونکہ وہ بنیادی طور پر علم دین کے فلاسفر تھے اور قرآنی سائنس کے مفکر تھے۔

فلاسفی (فلسفہ)

ابن رشد کی فلسفیانہ تحریروں کو دو گروپوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

ارسطو کے کاموں پر ان کے تبصرے!

ان کی ذاتی تحریریں...... جو فصل المقامات...... کتاب الکشف...... اور تہافت التہافت کے نام سے مشہور ہیں۔

ارسطو پر تبصرہ نگار ہونے کے ناطے ابن رشد نے ارسطو کے اپنے افکار کو بحال کرنے کی کوشش سرانجام دی اور الفارابی اور ابن سینا کی نیو افلاطونی تشریحات کی جگہ لینے کی کوشش کی۔ ابن رشد ارسطو ازم کو ایک سچائی کا درجہ دیتے ہیں۔ اس قدر سچائی جس قدر سچائی تک انسانی دماغ/ ذہن رسائل حاصل کرسکتا ہے۔ مابعدالطبیات کے ایک پہرے کا حوالہ دیتے ہوئے...... جو عربی زبان میں ہے اور جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ:۔

"مابعدالطبیات کی شکل اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ یہ مکمل سچائی یا اس کے کسی اہم ترین حصہ پر اپنی گرفت مضبوط کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی"

اس ضمن میں ابن رشد تحریر کرتے ہی کہ:۔

"ارسطو کا مطلب یہ ہے کہ سچائی/ حقیقت پر اس گرفت کو مضبوط کرنے کا عمل زمانہ قدیم سے اس کے دور تک ناممکن رہا ہے۔

یہ اس طرح ہے جیسے ہم یہ اشارہ دے رہے تھے کہ وہ بذات خود سچائی/ حقیقت پر اپنی گرفت مضبوط کرچکا تھا یا کم از کم زیادہ تر سچائی/ حقیقت پر اپنی گرفت مضبوط کرچکا تھا اور یہ کہ جو کچھ پیش رووں نے اپنی گرفت میں لیا تھا وہ موازنے کے اعتبار سے بہت کم تھا خواہ یہ کل تھا یا اہم ترین حصہ تھا۔ بہترین امر یہ ہے

Marfat.com

کہ یہ تصور کیا جائے کہ وہ تمام تر سچائی/ حقیقت کو اپنی گرفت میں لینے میں کامیاب ہوا تھا اور کل سچائی/ حقیقت سے میری مراد وہ مقدار ہے جس پر انسانی فطرت اپنی گرفت مضبوط کرنے کے قابل ہے“

اس اعلان کا اشارہ محتاط انداز میں سمجھنا چاہیے!

”ارسطو نے نہ صرف انسانی علم کو عظیم ترقی سے ہمکنار کیا......
بلکہ وہ اسے کاملیت کی ممکنہ حد تک لانے میں بھی کامیاب ہوا۔
اس نے وہ تمام سچائی/ حقیقت وضاحت کے ساتھ پیش کی جس تک انسانی رسائی ممکن تھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب کچھ جس کا ثبوت پیش کیا جاسکتا تھا۔ (برہان)“

اگرچہ ابن رشد ارسطو کے کاموں کا زیادہ مکمل علم رکھتے تھے اور انہوں نے زیادہ محتاط انداز میں اس کا تجزیہ سرانجام دیا تھا اور زیادہ درستگی کے ساتھ اس کا تجزیہ سرانجام دیا تھا۔ انہوں نے اپنے پیش رووٴں الفارابی اور ابن سینا سے بڑھ کر محتاط اور درست انداز اپنایا تھا۔ انہوں نے ارسطو کو منطق کے ماسٹر (صاحب المنطق) کی حیثیت سے دیکھنا جاری رکھا تھا۔

ابن رشد نے اپنی ذاتی تحریروں میں اس دور کے مذہبی مسائل کو اپنا موضوع بنایا تھا۔ ابن رشد نے وحی (Revelation) کی حقیت کو تسلیم کیا تھا۔ وہ اس نقطہ نظر کے مالک تھے کہ قرآن اور حدیث فطرت کے مطالعہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ وہ اس نقطہ نظر کے بھی حامل تھے کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم فطرت اور وحی کی زبان کے معانی دونوں کو سمجھیں۔

ابن رشد نے کتاب الکشف بھی تحریر کی تھی اور کشف نے ان کی تحریر تہافت التہافت (Tahafut-Al-Tahafut) کی راہ ہموار کی تھی۔

علم فلکیات (Astronomy)

ارسطو کی مابعدالطبیات پر اپنے تبصرے میں ابن رشد نے تحریر کیا کہ!

”نوجوانی کے دور میں میں یہ امید کرتا تھا کہ میرے لئے یہ ممکن ہوگا کہ میں اس تحقیق و تفتیش (علم فلکیات کے میدان میں) کو

Marfat.com

ایک کامیاب نتیجے پر پہنچانے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ اب اپنے بڑھاپے کے دور میں...... میں امید کا دامن چھوڑ چکا ہوں...... کئی ایک رکاوٹوں نے میرا راستہ روکا تھا لیکن میں نے اس کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ مستقبل کے محققین کی توجہ اپنی جانب مبذول کروانے میں ضرور کامیاب ہوگا۔ ہمارے دور کی علم فلکیات کی سائنس ایسا کچھ پیش نہیں کرتی جس کی وساطت سے کوئی وجود پذیر حقیقت/سچائی کو اخذ کر سکے''

یہ چند لائنیں علم فلکیات کے میدان میں ابن رشد کی سوچ بچار کے جوہر کی وضاحت کرتی ہیں۔ وہ اس موضوع میں دلچسپی رکھتے تھے اور تھیوریوں کی تاریخ سے بھی واقفیت رکھتے تھے اور جو کچھ ارسطو نے اس موضوع پر کہا تھا اس کی وضاحت سرانجام دینے کی اہلیت بھی رکھتے تھے۔ وہ عرب فلکیات کے ماہرین کی تحریروں سے بھی واقف تھے۔

طب کا میدان (Medicine)

ابن رشد کے فلسفیانہ...... مذہبی...... اور قانونی کاموں کا مطالعہ ان کی طب کی کتب سے بڑھ کر سرانجام دیا گیا ہے کیونکہ وہ بنیادی طور پر علم دین کے حامل فلاسفر (فلسفی) تھے اور قرآنی سائنسوں کے مفکر تھے۔ طب کے میدان کے ان کے اساتذہ میں علی ابوجعفر ابن ہارون التراجنی اور ابومروان ابن جورایل بھی شامل تھے۔ طب کے میدان میں ابن رشد کے بڑے کام ''الکلیات'' 1153ء اور 1169ء میں تحریر کیے گئے تھے۔

ابن رشد نے گالن (Galen) کے کاموں کی تلخیص بھی پیش کی تھی اور اس کے کچھ حصے عربی مسودوں میں محفوظ ہیں۔

Marfat.com

ابن عربی

(Ibn Arabi)

(پیدائش 1164 بعد از مسیح)

نامور مسلم صوفی فلسفی جس نے صوفیانہ اسلامی سوچ کو فلسفے کے رنگ میں رنگا وہ ابن عربی تھے۔

انہوں نے 1164 بعد از مسیح میں موریشیا (Murcia) ...... ویلنشیا (Valencia) ...... جنوب مشرقی اسپین میں جنم لیا تھا۔ جب مسلم غلبہ اپنا دم توڑ رہا تھا لیکن اہسپانوی دانش ورانہ زندگی ہنوز آب و تاب کی حامل تھی۔ اسپین کے مسلمانوں نے یونانیوں کی بہت زیادہ دانشوری اہل یورپ کو منتقل کی تھی اور یورپ کی تہذیب ان کے فلسفیانہ اثرات سے بھی ہمکنار ہوئی تھی۔

ابوبکر محمد ابن علی محی الدین الحتامی، الاندلسی جنہیں عام طور پر ابن عربی کہا جاتا ہے...... ان کا تعلق ایک متقی...... پارسا...... پرہیز گار...... مذہبی خاندان سے تھا اور صوفیا کرام میں دلچسپی اس خاندان کی روایت تھی۔ اس وقت سولی (Seville) اسلامی ثقافت اور اسلامی تعلیمات کا ایک غیر معمولی مرکز تھا۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اسی مقام پر حاصل کی۔ انہوں نے تیس برس تک اسی مقام پر اقامت اختیار کی اور روایتی اسلامی سائنسوں کا مطالعہ سرانجام دیا۔ کہا جاتا ہے کہ عالم نوجوانی کے دوران وہ کئی ایک گورنروں کے ''کاتب'' بھی رہے تھے۔ ابتدائی عمر میں ہی اپنی علالت کے دوران وہ ایک الہام سے لطف اندوز ہوئے جس نے ان کی زندگی کی راہیں تبدیل کردیں اور وہ اپنی زندگی کے ابتدائی دور کو دور جہالت قرار دینے لگے۔

Marfat.com

انہوں نے بہت زیادہ سفر طے کیا تھا اور ان میں سے ایک سفر کے دوران ان کی ملاقات ڈرامائی انداز میں فلسفی ابن رشد سے ہوئی جو ارسطو نواز فلسفی تھے۔ وہ ان کے والد کے نزدیکی دوست تھے۔ لہٰذا انہوں نے ابن عربی کا امتحان لینے کی ٹھانی کیونکہ وہ اس نوجوان کی غیر معمولی فطرت کے بارے میں سن چکے تھے جو ہنوز کا ایک لڑکا تھا۔ ابتدا میں ہی محض چند الفاظ کے تبادلے کے بعد کہا جاتا ہے کہ اس لڑکے کی صوفیانہ گہرائی نے اس بوڑھے فلسفی کو اس قدر متاثر کیا کہ ان کا رنگ زرد پڑ گیا اور انہوں نے کانپنا شروع کر دیا۔

1198ء میں جبکہ وہ موریشیا میں ہی مقیم تھے کہ انہیں الہام ہوا اور انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اسپین کو خیر باد کہہ دیں اور مشرق کی جانب روانہ ہوں۔ لہٰذا انہوں نے مشرق کا رخ کیا اور اس کے بعد کبھی اپنی آبائی سرزمین پر واپس نہ آئے۔ پہلے وہ مکہ شریف جا پہنچے۔

وہ دو برس تک مکہ شریف میں مقیم رہے۔ انہوں نے کثرت کے ساتھ طواف کیے۔ مطالعہ سرانجام دیا...... مراقبے سرانجام دیئے اور بہت سے صوفیانہ الہاموں اور خوابوں سے لطف اندوز ہوتے رہے، اور اسی مقام سے انہوں نے اپنے تحریری کاموں کا آغاز کیا۔

یہاں پر انہوں نے درج ذیل کتب تحریر کیں۔

تاج الرسائل (Tadj- Al-Rasail)

رخ القدس (Ruk-Al-Kuds)

اور عظیم الفتوحات المکیہ (Al-Futuhat-Al-Makkiya) کا آغاز کیا۔

الفتوحات المکیہ 560 ابواب پر مشتمل ہے اور اسلام کی تمام تر باطنی سائنسوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے جیسا کہ ابن اعرابی نے انہیں سمجھا اور ان کا تجربہ کیا۔

ابن عربی کے نزدیک ''فنا'' کا مقصد حقیقی اور سچے علم کا حصول ہے اور ماسوائے خدا ہر چیز سے دست برداری اختیار کرنے کا نام ہے۔ اس علم کے حصول کے بعد خدا سے آشنائی پیدا ہوتی ہے اور اس کا مطلب خدا بن جانا نہیں ہے بلکہ خدا کی پہچان ہے۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ ملاپ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خدا تک پہنچا جائے۔ خدا کے ساتھ ملاقات کی جائے بلکہ اس تعلق سے آشنائی حاصل کرنے کا نام ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے۔ انفرادی روح کو جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے وہ خدا کے ساتھ اپنے ملاپ کے احساس کیلئے بیداری حاصل کرے۔

Marfat.com

''یہ حقیقت کہ میں اپنے جگر یا اپنے دانتوں سے آشنا ہوں۔ یہ حقیقت اس امر کی نشاندہی نہیں کرتی کہ مجھے ان کی تلاش کیلئے اپنے آپ سے باہر نکلنا چاہیے''

ابن اعربی یہ کہتے ہیں کہ:۔

''انسان کبھی خدا نہیں بن سکتا اور خدا کبھی انسان کے روپ میں جلوہ گر نہیں ہوسکتا۔ وہ ہمیشہ ایک ہیں۔ اگرچہ ہم اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ محض حقیقی صوفی بزرگ ہی اس سے آشنائی حاصل کرسکتا ہے''

وحد وجود

وحد وجود کے نظریے کے حاملین یہ کہتے ہیں کہ حقیقی وجود محض خدا کا ہے اور اس کے علاوہ ہر شے کا وجود اعتباری اور موہوم ہے اور انسان اور دنیا دونوں خدا کے نور کے پرتو ہیں اور ہم ان کے خیالی وجود کو حقیقی تصور کرتے ہیں۔ وہم اور اعتبار کے ان پردوں نے ہمیں معرفت ذات سے محروم کررکھا ہے۔ درحقیقت خدا کائنات اور کائنات خدا ہے۔ لہٰذا انسان کی تمام کوششوں کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی ہستی، وجود اور خودی کو ''وحدت'' میں گم کرتے ہوئے اس وجود واحد کو پالے

ابن عربی وہ فلسفی ہیں جنہوں نے وحدت وجود کے اس نظریے کو اسلامی تصوف کا ایک لازمی حصہ قرار دیا اور وہ ہی اسلامی ممالک میں اس نظریے کے فروغ کا باعث بنے۔

Marfat.com

ابن سینا (اویسینا)

Ibn-Sina (Avicenna)

(370 الہجری تا 428 الہجری/ 980 تا 1037 بعد از مسیح)

وہ اسلام کے عظیم فلسفیوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے فلسفے کے مکمل نظام کی تعمیر اور تشریح سرانجام دی تھی۔ ایک ایسا نظام جو اسلام کی فلسفیانہ روایات پر صدیوں تک غالب رہا...... وہ ہستی ابن سینا کی ہستی تھی۔

ابن سینا نے بلخ کے بخارا ضلع میں افشانا کے مقام پر 370 الہجری میں جنم لیا تھا۔ اس وقت جب ابن منصور کا دور تھا (وفات 976 الہجری) ابوعلی، الحسین بن عبداللہ بن سینا اسماعیلی پراپیگنڈہ سے متاثر ہوئے تھے۔ ان کے والد عبداللہ اپنے گاؤں سے بخارا منتقل ہوگئے تھے۔ ان کا گھر عالم فاضل لوگوں کے باہم مل بیٹھنے کیلئے مشہور تھا، اور بچپن سے ہی ابن سینا نے ان عالم فاضل لوگوں سے فیض حاصل کیا۔ بخارا میں انہیں قرآن پاک سکھانے والے اساتذہ کے حوالے کردیا گیا تھا اور دس برس کی عمر میں ابن سینا نے قرآن پاک کا علم حاصل کرلیا تھا۔ انہوں نے اسلامی قانون میں بھی دسترس حاصل کی۔ اس کے بعد طب کے میدان میں دسترس حاصل کی اور اس کے بعد مابعدالطبیات کے میدان میں دسترس حاصل کی۔ ایک وفدسفر اور ایک سائنس دان کی حیثیت سے ان کی شہرت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔

اگرچہ وہ اسماعیلی اصول/ عقیدہ سے آشنا تھے لیکن انہوں نے اسے اپنانے سے انکار کردیا تھا۔ ان کی دانشورانہ آزادی اور خودمختاری کی خدمات ان کی غیرمعمولی ذہانت اور یادداشت نے سرانجام دی اور 14 برس کی عمر میں ہی انہوں نے اپنے اساتذہ کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ 21 برس کی عمر میں انہوں نے اپنی پہلی فلسفیانہ کتاب تحریر کی۔ اگرچہ فطری

Marfat.com

سائنس اور طب کے میدان میں ان کا کوئی استاد نہ تھا لیکن اس کے باوجود بھی مشہور معالجین ان کی ہدایات کے تحت کام کر رہے تھے۔ اگرچہ اس وقت ان کی عمر محض 16 برس تھی۔ خراساں کا امیر شدید علالت کا شکار تھا۔ ابن سینا نے ان کا علاج کیا اور وہ روبصحت ہوگیا۔ لہٰذا انہیں شہزادے کی لائبریری میں استفادہ حاصل کرنے کی اجازت فراہم کردی گئی۔ 18 برس کی عمر میں وہ اس دور کی تمام سائنسوں پر دسترس حاصل کر چکے تھے۔

ان کے باپ کی وفات نے ان کی زندگی کا تمام تر نمونہ تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ لہٰذا انہیں انتظامیہ میں شمولیت اختیار کرنی پڑی تاکہ اپنا روزگار کما سکیں۔ اس کی صلاحیتوں کو سراہا گیا اور طبی معاملات میں ان کی مشاورت کے حصول کے بعد شہزادہ سیاسی معاملات میں بھی ان کی مشاورت سے استفادہ حاصل کرنے لگا۔ ان کے مشورے کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا تھا لیکن لوگ ان سے حسد کرتے تھے اور انہیں اپنے دشمنوں کی وجہ سے اکثر اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی ایک مواقع پر انہیں چھپنا پڑا اور انہوں نے طبی مشاورت کے سہارے اپنا روزگار کمانے کی کوشش کی۔ انہیں قید میں بھی ڈالا گیا لیکن وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور تقریباً 14 برس تک قدرے سکون کے ساتھ اصفہان کے دربار کے ساتھ وابستہ رہے اور ہمدان میں شہزادے الہ الدولہ (ALA-AL-DOWLA) کے حملے کے دوران وفات پائی۔ ان کو اسی مقام پر دفن کیا گیا اور مابعد ان کی یادگار تعمیر کی گئی۔

نوجوانی کے دور کے دوران وہ تمام دن ریاست کے کاموں میں مصروف رہتے تھے اور رات کے وقت وہ اپنے عظیم کام پر مشقت سرانجام دیتے تھے۔ وہ کبھی بھی محفوظ نہ رہے تھے اور انہیں اکثر بھاگ دوڑ کیلئے مجبور کردیا جاتا تھا کبھی وہ گھوڑے کی پشت پر بیٹھے لکھنے میں مصروف ہوتے تھے اور کبھی جیل میں بیٹھے لکھنے میں مصروف ہوتے تھے اور ان کے حوالے کا محض ایک ہی ذریعہ تھا اور وہ ذریعہ ان کی یادداشت تھی۔ ارسطو کی منطق ناکافی دکھائی دیتی تھی کیونکہ اس کا اطلاق اس لحاظ سے نہیں کیا جاسکتا تھا جو زندگی کے قریب تر ہو۔ ان کی کتاب الانصاف جس میں 28,000 سوالات کی تحقیق وتفتیش سرانجام دی گئی تھی۔ کتاب النجات...... یہ کتاب انہوں نے جزوی طور فوجی مہمات کے دوران تحریر کی تھی جن کے دوران وہ الہ الدولہ کے ہمراہ میدان جنگ میں موجود ہوتے تھے۔ مہم کے دوران انہوں نے کتاب الشرت ول تنبیہات تحریر کی تھی۔ انہوں نے الحکمت، المشرقیہ بھی تحریر کی تھی۔

Marfat.com

منطق پر ابن سینا کا مقالہ

نکولس راچسر اپنی تحریر ''عربی منطق کی تاریخ کا مطالعہ (1963ء)'' میں ابن سینا کو عظیم ترین اور غالباً اسلام کا انتہائی تخلیقی منطقی قرار دیتا ہے۔

ابن سینا کے بقول آگاہی...... واقفیت...... علم...... گیان کی دو اقسام ہیں۔ یہاں میں ان کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔

''ایک وجدانی ہے (تصور)، مثال کے طور پر اگر کوئی کہتا ہے انسان یا فرشتہ یا جوڑا وغیرہ...... آپ سمجھ جائیں گے...... آپ اس کا تصور کرلیں گے کہ اس اظہار کا کیا مطلب ہے۔ دوسری آگاہی/ واقفیت تصدق ہے۔ مثال کے طور پر جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ فرشتوں کا وجود ہے۔ مثال کے طور پر جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ فرشتوں کا وجود ہے یا بنی نوع انسان زیرنگرانی ہیں تب آگاہی کو دو حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ قسم جسے فہم وفراست کے ذریعہ جانا جاسکتا ہے۔ اسے استدلال کے ذریعے بھی جانا جاسکتا ہے اور جو کچھ وجدانی آگاہی سے حاصل کیا جاتا ہے وہ جانچ یا پرکھ ہے مثلاً روح لافانی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو کچھ وجدان سے جانا جاتا ہے۔ وجدان کے بارے میں جانچ یا پرکھ فہم وفراست یا استدلال کے ذریعے سرانجام نہیں دی جاتی بلکہ پہلے اصولوں کے تحت سرانجام دی جاتی ہے۔ یہ علم میں ہے کہ اگر دو چیزیں ایک ہی چیز کے مساوی ہیں تب وہ چیزیں ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ آگاہی/ واقفیت کی ایک قسم حواس سے جاننے کا عمل ہے یعنی ایسا علم جو کسی اتھارٹی سے حاصل ہو مثلاً اہل دانش وغیرہ''

''ایک وجدانی آگاہی کی مثال کچھ یوں ہے۔ اگر ہم یہ نہیں جانتے کہ انسان ہونے کا کیا مطلب ہے اور کوئی ہمیں یہ بتاتا

Marfat.com

ہے کہ انسان ایک ایسا حیوان ہے جو باتیں کرتا ہے۔ پہلے ہم حیوان اور باتیں کرنے کے معانی جاننے کی کوشش کریں گے اور ہمیں وجدانی آگاہی ہونی چاہیے۔ قبل اس کے کہ ہم کوئی ایسی چیز سیکھ سکیں جسے ہم پہلے نہیں جانتے...... انسان کے متعلق"

"فہم وفراست کے ذریعے حاصل کی گئی جانچ پرکھ کی مثال کچھ یوں ہے..... اگر ہم اس کے معانی نہیں جانتے کہ:۔
"دنیا تخلیق کی گئی تھی"
اور کوئی ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا رنگ کی حامل ہے اور جو رنگ کا حامل ہے اسے تخلیق کیا گیا ہے۔ تب اور محض تب ہم دنیا کے بارے میں وہ کچھ جان پائیں گے جو کچھ ہم پہلے نہیں جانتے تھے۔"

"لہٰذا جو کچھ معلوم نہیں ہے لیکن اسے معلوم کرنے کی خواہش ہے وہ اس کے ذریعے سے معلوم کیا جاسکتا ہے...... جانا جاسکتا ہے جو کہ پہلے ہی معلوم ہے...... پہلے ہی سے علم میں ہے، لیکن معاملہ یہ نہیں ہے کہ جو کچھ علم میں ہے وہ اس کو جاننے پر متفق ہو جو کچھ معلوم نہیں ہے یا علم میں نہیں ہے کیونکہ ہر وہ چیز جو معلوم نہیں ہے اس کیلئے معلوم چیزوں کی مناسب کلاس موجود ہے جو نامعلوم چیزوں کو جاننے کیلئے استعمال کی جاسکتی ہے۔"

ایک طریقہ کار موجود ہے جس کے تحت کوئی بھی شخص جو کچھ معلوم ہے اس کے ذریعے وہ کچھ دریافت کرسکتا ہے جو کچھ معلوم نہیں ہے۔ یہ منطق کی سائنس ہے۔ اس کے ذریعے ہر شخص یہ جان سکتا ہے کہ معلوم سے نامعلوم کو کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس سائنس کا تعلق مختلف اقسام کے مستند...... غیر مستند...... اور مستند ہونے کے قریب نتائج/ استدلال سے بھی ہے۔

منطق ایک سائنس ہے۔ دیگر سائنسیں عملی نوعیت کی حامل ہیں اور وہ زندگی کو

Marfat.com

سمت عطا کرسکتی ہیں۔ انسانوں کی نجات ان کی روح کی پاکیزگی میں پنہاں ہے اور روح کی یہ پاکیزگی دنیاوی خواہشات سے بچتے ہوئے حاصل کی جاسکتی ہے۔ سائنس جس کا معائنہ منطق کے توازن سے سرانجام نہیں دیا جاسکتا وہ یقینی اور درست ہے۔ لہٰذا منطق کے حصول کے بغیر کچھ بھی حقیقت میں سائنس نہیں کہلا سکتا۔ لہٰذا منطق کی سائنس سیکھے بنا کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ قدیم خدمات کی خصوصیات ہیں کہ اپنے مطالعہ کے آغاز میں طالب علم سائنسوں کے استعمال یا اطلاق کا ادراک نہیں کرسکتا اور سائنس کا مکمل اور بخوبی مطالعہ سرانجام دینے کے بعد ہی اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ابن سینا کہتے ہیں کہ!

"لہٰذا میں اس کتاب کے قاری سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ ایسی چیزوں کو پڑھنے میں بے صبری کا مظاہرہ ہرگز نہ کرے جو پہلی ہی نظر میں کسی استفادہ کی حامل دکھائی نہیں دیتیں۔"

ابن سینا طب کے میدان میں

ابن سینا کا مشہور ترین کام "الشفا" ...... اب بھی معالج اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اگرچہ ابن سینا ایک معالج اور فلاسفر کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے تھے لیکن انہوں نے ان سائنسوں کی ترقی میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دی تھیں جن سائنسوں تک اس دور میں رسائی ممکن تھی...... فطری تاریخ...... فزکس...... کیمسٹری...... علم...... فلکیات...... ریاضی اور موسیقی وغیرہ

کتاب الشفا ابن سینا کی عظیم کتاب ہے۔ اس کے علاوہ قانون فی الطب ان کی ایک اور مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب کو جدید دور میں بھی ایک مستند حیثیت حاصل ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ آج بھی اس سے مفید معلومات اخذ کی جاسکتی ہیں۔ یہ کتاب ابن سینا کے دور کے طبی علم کا احاطہ کرتی ہے اور اسے پانچ کتب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی کتاب میں انسانی جسم...... بیماری...... صحت اور عام علاج اور تھراپی وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

دوسری کتاب میں جڑی بوٹیوں پر بحث کی گئی ہے اور یہ ادویات پر تجربے کا مرحلہ ہے۔

Marfat.com

تیسری کتاب پتھالوجی کے موضوع کا احاطہ کرتی ہے۔

چوتھی کتاب بخاروں...... علامات...... تشخیص...... زخموں...... چھوٹی موٹی سرجری وغیرہ کا احاطہ کرتی ہے۔

پانچویں کتاب فارمیسی کے موضوع کا احاطہ کرتی ہے۔

ابن سینا کے بارے میں اس مختصر تذکرے کی روشنی میں ہم انتہائی فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابن سینا ایک غیر معمولی انسان تھے، اور ان کی یادداشت بھی قابل ذکر تھی وہ بیک وقت کئی ایک مشکل سطحات پر سوچنے کی اہلیت کے حامل تھے اور مثبت فیصلے سرانجام دینے کے بھی اہل تھے۔ ''کتاب الشفا'' اپنی نوعیت کا غالباً طویل ترین کام ہے جسے کسی فرد واحد نے تحریر کیا ہے بے شک وہ اسلام کے ایک مشہور ترین اور متاثر کن فلسفی اور سائنس دان تھے۔

Marfat.com

سہروردی المقتول

(Suharwardi-Al-Maqul)

(الہجری 549 تا 587 / 1154 تا 1191 بعد از مسیح)

ایک نامور اور مشہور و معروف فلسفی ایک ایسے آزاد فلسفے کا بانی جو نور کا فلسفہ (Philosophy of Illumination) کہلایا...... (حکمت الاشراق)......اور جو فلسفہ ارسطو نواز فلسفے پر بنیاد نہ کرتا تھا۔ اس فلسفے کے بانی سہروردی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے ایرانی اور مصری روایات کو یکجا کر دیا تھا۔ الاشراق کا نظریہ صوفیانہ علم کے حامل روحانی فلسفے پر بنیاد کرتا ہے۔ اس فلسفے نے یورپ کے عیسائیوں پر اپنے اثرات مرتب کیے تھے۔

شہاب الدین یحیٰ بن ہباش بن اریک...... ابوالفتوح السہروردی جنہیں عام طور پر "روشنی کا ماسٹر" (شیخ الاشتراق) کہا جاتا ہے۔ انہوں نے شمال مغربی ایران کے ایک چھوٹے سے قصبے میں 549 الہجری/ 1154 بعد از مسیح میں جنم لیا تھا۔ انہوں نے اناطولیہ اور شام کا طویل سفر طے کیا اور مقامی شہزادوں کی سرپرستی قبول کی اور بالآخر الیپو (Alesppo) میں ملک الظہیر کے دربار کے ساتھ وابستہ ہو گئے جو مشہور سلطان صلاح الدین (صلادین) کا بیٹا تھا۔ انہوں نے اس دور کے حکمرانوں کو اپنا فلسفہ سکھایا۔ ان میں درج ذیل حکمران بھی شامل تھے۔

شہزادہ علاؤالدین کیکاباد

سلجوق سلیمان شاہ

عمادالدین ارتک

ایوبی صلاح الدین کا بیٹا شہزادہ الملک، الظہیر غازی، الیپو کا گورنر سہروردی کے

Marfat.com

افکار اور ان کی بحث و مباحثے کی مہارتوں کی وجہ سے الیپو (Alleppo) روایتی مذہبی مفکرین (علماء کرام) نے انہیں اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور ملک الظہیر پر زور دیا کہ انہیں گرفتار کرنے اور بدعتی ہونے کے جرم میں انہیں سزائے موت سے نوازے۔ لہٰذا سہروردی کو جیل میں ڈال دیا گیا اور 38 برس کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ عین ممکن ہے کہ انہیں قتل کیا گیا ہو یا وہ فاقہ کشی کی بنا پر موت سے ہمکنار ہوئے ہوں۔

السہروردی نے پہلے ماجد الدین الدجیلی سے مراغا (Maragha) میں علم دین اور فلسفے کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے اصفہان کا سفر طے کیا اور فقیر الدین المریدرنی (594 الہجری/ 1198 بعد از مسیح) کے ساتھ اقامت اختیار کی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شاگرد کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ظہیر الفریسی جو ایک منطقی تھے۔ انہوں نے السہروردی ایرانی عمر بن شالان السوادج کے مشاہدات (البصر) سے متعارف کروایا تھا، جو 540 الہجری/1115 بعد از مسیح میں حیات تھے۔ سہروردی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی 36 برس کی مختصر زندگی کے دوران بہت سی تحاریر پیش کی تھیں۔ نور کی فلاسفی (philosophy of Illumination) میں سہروردی کے چار بڑے عربی کے فلسفیانہ کام ہیں۔ ان میں حکمت الاشراق بھی شامل ہے۔

ایرانی شیعہ ازم پر سہروردی کے اثرات مرتب ہوئے تھے بالخصوص حکمت الاشراق پر 13 ویں صدی میں قطب الدین شیرازی کے تبصرے کی بدولت یہ اثرات مرتب ہوئے اور ان اثرات کو مرتب کرنے میں ملاں سدرہ نے بھی 17 ویں صدی میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ سہروردی کا رسوخ ہندوستان میں مغل دربار تک بھی پھیل چکا تھا اور التمش کے دور حکومت کے دوران یہ چشتیہ قادریہ کے علاوہ چار بڑے سلسلوں میں شامل تھا۔ سہروردی بھائی چارہ ہندوستان میں سلطنت دہلی کے آغاز (13 ویں تا 16 ویں صدی) میں متعارف کروایا گیا تھا اور شہاب الدین سہروردی کے تین پیروکاروں نے اسے متعارف کروایا تھا۔

وہ مشہور صوفی سلسلے چشتیہ اور سہروردیہ خاندان غلاماں کی حکمرانی کے دوران ہندوستان پہنچے تھے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (وفات 631 الہجری/ 1254 بعد از مسیح) جو چشتیہ سلسلے کے بانی تھے وہ 586 الہجری/ 1190 بعد از مسیح میں ہندوستان تشریف لائے تھے لیکن ان کے رسوخ میں قرار واقعی اضافہ خاندان غلاماں کی حکمرانی کے دوران ہوا

Marfat.com

تھا۔ ان کے جانشین قطب الدین بختیار کاکی...... بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اور نظام الدین اولیاء خاندان غلاماں کی حکمرانی کے دوران حیات تھے۔ شیخ بہاؤالدین ذکریا سہروردی ...... ہندوستان میں سہروردی سلسلے کے بانی اور مشہور پیروکار حمید الدین ناگوری ہندوستان تشریف لائے اور اس سلسلے کو قائم کیا۔ اس دور کی صوفیانہ اور مابعدالطبیعات تحریریں، خواجہ بندے نواز گیسو دراز جن کا تعلق دکن کے چشتی سلسلے سے تھا اور شیخ حمید الدین ناگوری جن کا تعلق ہندوستان کے جنوبی ساحل سے تھا...... شیخ امیر حسینی جن کا تعلق سہروردی سلسلے سے تھا...... یہ سب انتہائی محترم تصور کیے جاتے ہیں۔ شیخ حمید الدین ناگوری نے اپنے شیخ ...... شہاب الدین سہروردی کا مابعدالطبیعاتی اور صوفیانہ کام متعارف کروایا جسے اوارف المعرف (Awarif-Al-Ma.arif) کہا جاتا ہے۔

معین الدین چشتی شہاب الدین سہروردی کے ہم عصر تھے۔ وہ ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر شریف میں مقیم ہوئے اور 586 الہجری/ 1190 بعد از مسیح میں چشتیہ سلسلہ قائم کیا۔ چشتی سہروردی کی اوارف المعرف بطور رہنما جاتی کتابچہ استعمال کرتے تھے۔ شہاتری (Shattari) سلسلہ جس کا سلسلہ بھی سہروردی کے سلسلے کے ساتھ ملتا ہے اسے ہندوستان میں 9 ویں صدی ہجری/ 15 ویں صدی بعد از مسیح میں متعارف کروایا گیا تھا۔

Marfat.com

عمر خیام

(Omar Khayyam)

(439 تا 519 الہجری/ 1048 تا 1125 بعد از مسیح)

بنی نوع انسانوں کو دنیا کی بے ثباتی سے خبردار کرنا تمام تر عظیم شاعروں کا سب سے بڑا مقصد تھا...... سعدی...... حافظ...... ابن یامین...... ناصر خسرہ...... عمر خیام اور شہابی تمام کے تمام نے اس موضوع کو زیر بحث لایا ہے۔ عمر خیام نے نیشا پور میں جنم لیا تھا۔ وہ ایک خیمہ ساز کے بیٹے تھے۔ ان کے والد ایک شریف النفس تاجر تھے (عربی میں خیمہ ساز کو خیام کہتے ہیں) وہ فارسی کے ایک قابل ذکر شاعر تھے۔ ان کا شمار 11 ویں صدی کے نمایاں ترین فارسی شعرا میں ہوتا ہے۔ انہوں نے فلسفے/ ریاضی...... اور علم فلکیات کا مطالعہ سرانجام دیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ادب اور تاریخ کا مطالعہ بھی سرانجام دیا تھا۔ وہ پہلے ہی ایک شہرت یافتہ سائنس دان تھے جبکہ 467 الہجری میں سلجوق حکمران ملک شاہ نے اپنی نئی قائم کردہ مشاہدہ گاہ میں مدعو کیا تاکہ وہ کیلنڈر کی اصلاح میں معاونت سرانجام دیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بطور ایک ریاضی دان اور ماہر فلکیات عظیم ترین شہرت پائی تھی۔ وہ طاقتور شہزادوں کی حمایت سے بھی مستفید ہوئے تھے۔ عمر خیام ایک عالم فاضل ہستی تھے۔ انہیں محبت الحق کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنی نظموں میں آزاد سوچوں کا اظہار کیا تھا۔ وہ ایک قابل ذکر یادداشت کے حامل تھے۔ انہوں نے اصفہان میں کئی ایک کتب سات مرتبہ پڑھی تھیں اور مابعد انہوں نے نیشا پور میں انہیں تقریباً حرف بہ حرف تحریر کیا تھا۔

انہیں منافقت سے نفرت تھی۔ عام قاری ان کے کلام کو توقیر بخشتا تھا۔

Marfat.com

عمر خیام کا فلسفہ زندگی

عمر خیام کے فلسفہ زندگی کے مطابق ماضی اور مستقبل کوئی معنی نہیں رکھتا...... انسان کو اپنے ماضی اور مستقبل کیلئے کچھ نہیں کرنا۔ جو کچھ بھی موجود ہے...... وہ حال میں موجود ہے...... کھاؤ...... پیو اور خوش رہو اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

شارستانی (Sharistani) جو 1086ء تا 1153ء حیات تھے...... انہوں نے اپنی کتاب...... کتاب الملال والنہال میں بیان کیا ہے کہ عمر خیام...... خراساں کا امام اور اپنے دور کا عظیم ترین مفکر تمام تر یونانی تعلیمات سے بخوبی آراستہ تھا۔

دنیا کی بے ثباتی

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ بنی نوع انسانوں کو دنیا کی بے ثباتی سے باخبر کرنا عظیم شاعروں کا عظیم مقصد رہا ہے۔ سعدی...... حافظ...... ابن یاسین...... ناصر خسرہ...... عمر خیام اور شہابی بھی انہیں شاعروں میں شامل تھے، لیکن حقیقی آغاز عمر خیام سے ہوا تھا اور انہوں نے اسے اس قدر وسعت سے نوازا کہ سعدی...... حافظ اگرچہ وہ بھی عظیم شاعر تھے لیکن وہ بھی عمر خیام کی تعلیمات کی پیروی کرتے دکھائی دیتے تھے۔ یہ موضوع نہ صرف ہمیں سبق سکھاتا ہے بلکہ ہمیں اس قابل بھی بناتا ہے کہ ہم ابن خیام کی شاعرانہ ذہانتوں کا اندازہ کرسکیں۔ انہوں نے سینکڑوں مرتبہ اس موضوع پر طبع آزمائی کی ہے لیکن ان کی تصوراتی قوت نے اسے تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور ہر مرتبہ یہ موضوع ایک نئی جدت کے ساتھ ہمارے دلوں کو چھوتا ہے۔

خیام نے جو کچھ مشاہدہ سرانجام دیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ دنیا کے عظیم انسان دن رات سازشوں میں مصروف تھے اور اپنی غیر قانونی خواہشات کی تکمیل کی خاطر ہر جائز و ناجائز حربے استعمال کرتے تھے لیکن وہ چیزیں کس قدر ناپائیدار تھیں جن کو حاصل کرنے کی خاطر وہ اس قدر جدوجہد سرانجام دیتے تھے، اور اس قدر مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے انہیں حاصل کرتے تھے۔ ایک شخص آج وزیراعظم ہوسکتا ہے...... کل آپ اسے در بدر بھیک مانگتے ہوئے دیکھیں گے۔

''ایک شخص جو کل تک ایک سلطنت کا بادشاہ تھا آج وہ ایک

Marfat.com

بھکاری ہے جو مسجد کے دروازے پر کھڑا ہے"

برمی سائیڈز (Bermicides)......واضح رہے کہ برمی سائیڈز ایران کی ایک عظیم شرفا کی فیملی تھی اور 50 برس تک (752 تا 804 بعد از مسیح) ان کو عباسی خاندان کے پہلے پانچ خلفاء کی حمایت حاصل رہی تھی لیکن ہارون الرشید نے حسد کی بنا پر ان کا قتل عام کروایا تھا......اس فیملی کی آج ایک وسیع تر آبادی پر حکومت تھی اور تھوڑی دیر بعد آپ تمام تر فیملی کو موت کے گھاٹ اترتا دیکھتے ہیں۔

ابوالفضل جو کل تک ایک چہیتا درباری تھا...... آج اس کا سر قلم کیا جا چکا ہے اور اس کا کٹا ہوا سر دربار میں پیش کیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک فلسفی جو اس قسم کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ پریشان ہو جاتا ہے اور چلا اٹھتا ہے کہ دنیا ناپائیدار ہے۔

"عزت و وقار اور عہدے نری حماقت ہیں اور زندگی بذات خود
کچھ بھی نہیں ہے۔ فریدون کی مٹی سے برتن بنائے جاتے ہیں
اور جمشید کی لاش اینٹیں بنانے میں استعمال کی جاتی ہے۔ لہٰذا غم
و فکر اور تفکرات اور انسانی جدوجہد یا دوڑ دھوپ فضول اور بے کار
ہے۔ اپنی مختصر سی زندگی پر امن خاموشی میں گزاریں اور طمانیت
کے ساتھ بسر کریں...... کماؤ...... پیو...... اور خوش رہو...... اور
ہنسی خوشی دنیا سے رخصت ہو جاؤ"

خیام اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ لوگ اس قسم کی طمانیت کے حامل انسان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے رویوں پر حیران ہوتے ہیں۔

"یہ عہدوں اور خطابات کے حامل مشہور و معروف انسان
ان کی زندگیاں بیماری سے دوچار ہیں۔
بے چینی اور غصے سے دوچار ہیں اور یہ کس قدر عجیب بات ہے
کہ اگر کوئی انسان
ان کی مانند جذبات کا غلام نہ ہو...... تب وہ
اسے نیچے گرا دیتے ہیں"

Marfat.com

وہ خوبصورت اسٹائل میں ہمیں طمانیت اور آزادی کا درس دیتا ہے۔

خدا نے ہر انسان کیلئے روزمرہ کا رزق مقرر کر رکھا ہے

اس میں ایک ذرے کی بھی کمی بیشی ممکن نہیں

لہٰذا جو کچھ میسر نہ آئے اس کے بارے میں فکرمند نہ ہوں

اور جو کچھ ہے اس کی نگہداشت سے آزادی حاصل کرو۔

☆☆☆

اگر تم خدا کے بھیدوں کو جاننے کی خواہش رکھتے ہو

دیکھو کہ کسی بھی مخلوق کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا

یا مسترد نہیں کیا جاتا۔

موت کے بارے میں ہرگز نہ سوچو اور نہ ہی روٹی کی فکر کرو

کیونکہ دونوں اپنے وقت پر تمہیں مل جائیں گی۔

خیام جس زندگی کا تصور کرتا ہے اس کی جھلک درج ذیل میں دکھائی دیتی ہے۔

وہ جسے کھانے کیلئے نصف روٹی میسر ہے

سونے کیلئے ایک چھوٹی سی چارپائی میسر ہے

جو کسی کا غلام نہیں ہے اور کسی کا آقا نہیں ہے

اسے خوشی منانی چاہیے کہ دنیا اس کیلئے مسرور کن ہے۔

خیام معافی کی دعا کرتا ہے...... لیکن اپنے لئے نہیں...... بلکہ دوسروں کیلئے...... یعنی بازوؤں اور ٹانگوں کیلئے اگرچہ بازو اور ٹانگیں اس کی اپنی نہیں...... اس طرح وہ اپنی دعاؤں میں قوت پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اپنی ذات کیلئے دعا کرنا ہر کیف خودغرضی کی علامت ہے۔ بالفاظ دیگر وہ آسانی اعضاء کی معصومیت ثابت کرسکتا ہے کیونکہ وہ محض آلہ کار ہیں اور اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتے۔ بازوؤں اور ٹانگوں کے درمیان موازنے نے ایک خوبصورت کلام مہیا کیا تھا۔

مختصر یہ کہ عمر خیام ایک عظیم معلم اخلاق تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک عظیم صوفی بزرگ بھی تھے۔

وہ عربی اور فلسفے کے قابل ذکر علم کے حامل تھے۔ آج کل عمر خیام انسان کی فہم و

Marfat.com

فراست کی بجائے اس کے دل میں بستے ہیں۔

بطور سائنس دان اور ماہر علم فلکیات

خیام کو ایک عظیم ریاضی دان اور ماہر علم فلکیات تسلیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے الجبرے کا ایک عظیم مقالہ تحریر کیا جس کا نام ''رسالہ'' تھا۔ سلجوق سلطان جلال الدین ملک شاہ اور اس کے وزیر نظام الملک نے انہیں فلکیات کی مشاہدہ گاہ میں خدمات سرانجام دینے کی دعوت دی۔ خیام تقریباً 18 برس تک اصفہان میں مقیم رہے اور یہ برس غالباً ان کی زندگی کے پرسکون برس تھے۔ اس مشاہدہ گاہ میں اس دور کے بہترین ماہر فلکیات جمع تھے اور انہوں نے عمر خیام کی سربراہی میں خدمات سرانجام دیں۔ اس مشاہدہ گاہ میں شمشی کیلنڈر کی اصلاح بھی سرانجام دی گئی جو اس وقت ایران میں زیر استعمال تھا۔ وزیر نظام الملک کی نگرانی میں خیام نے ریاضی دانوں کے ایک گروپ کے ہمراہ کام کیا اور ایرانی شمشی کیلنڈر کی اصلاح سرانجام دی اور اس کے نتیجے میں جلالی، کیلنڈر التاریخ، الجلالی (467 الہجری)...... 1079 بعد از مسیح کہلایا اور اس کا نام سلجوق سلطان جلال الدین دولہ ملک شاہ کے نام پر رکھا گیا۔

اس کے بعد انہوں نے سابقہ اصلاحات کی تاریخ تحریر کی...... نو روزنامہ نیا کیلنڈر 33 برسوں کی سائیکل پر بنیاد کرتا تھا اور اس کا نام ''ملکی عہد'' یا جلالی عہد'' تھا...... یہ سلطان کے اعزاز میں تھا...... برس 4,12,16,20,24,28 اور 33 کو لیپ کے برس قرار دیا گیا اور ان کے دن 366 تھے۔ جبکہ دیگر برس 365،2424 دنوں کے حامل تھے۔

انہوں نے شاہی/ درباری ماہر فلکیات کے طور پر بھی خدمات سرانجام دی تھیں۔

Marfat.com

ناصر خسرہ

(NASIR-I-Khusraw)

(394 تا 534 الہجری/ 1004 تا 1144 بعد از مسیح)

ابومعین ناصر بن خسرہ بن ہریتھ الکوباریان، ایرانی نثر نگار...... قابل ذکر سیاح اور ایک اسماعیلی فلاسفر...... انہوں نے جاگیرداروں اور عہدیداروں کی فیملی میں 394 الہجری (1004 بعد از مسیح) میں جنم لیا تھا۔ انہوں نے کو بادیان میں جنم لیا تھا، جو بلخ کے قریب واقع ہے۔ نوجوانی کے دور میں وہ مختلف سائنسوں کے مطالعہ کی جانب راغب ہوئے تھے اور اس کے علاوہ فلسفے کی جانب بھی راغب ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے دیگر مذاہب میں بھی دلچسپی کا اظہار کیا تھا اور ان کی یہ دلچسپی عمر بھر جاری رہی تھی۔ وہ جلد ہی سرکاری ملازمت میں داخل ہو چکے تھے، اور انہوں نے مابعد اعلیٰ عہدے تک رسائی حاصل کی تھی اور اس عہدے کی بدولت وہ درباری زندگی سے لطف اندوز ہوئے تھے لیکن 42 برس کی عمر میں (1045 بعد از مسیح) ان کی زندگی میں تبدیلی برپا ہوئی تھی اور اس تبدیلی کی وجہ ایک خواب تھا جس میں ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ غفلت کی زندگی سے بیدار ہوں۔ انہوں نے دسمبر 1045ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے فیصلے نے ان کی زندگی پر ڈرامائی اثرات مرتب کیے۔ ان کی یہ روانگی سات برسوں کے سفر پر ہوئی۔ ان کے ہمراہ ان کے بھائی اور ایک خادم بھی تھا۔ اپنے سفر نامے میں انہوں نے اپنے اس سفر کا تذکرہ پیش کیا ہے اور اس سفر کی وجہ اپنے خواب کو قرار دیا ہے۔ انہوں نے قاہرہ میں اس وقت کے فاطمی (اسماعیلی) امام کی خدمت سرانجام دینے کا عہد کیا تھا۔ ان کا نام مستنصر بلا تھا اور اسماعیل

Marfat.com

دعوۃ دینے کا بھی عہد کیا تھا۔

وہ اپنے سفر کے دوران نیشا پور پہنچے اور بسطام کے شیخ بایزید کے مزار پر حاضری دی۔ وہ تبریز (بمطابق سفرنامہ) پہنچے اور وہاں سے مکہ شریف کی جانب روانہ ہوئے وہ دمشق پہنچے...... یروشلم پہنچے اور اس کے بعد مصر روانہ ہوئے جہاں پر انہوں نے چھ برس تک قیام کیا...... وہاں پر ان کے علم میں فاطمی خلیفہ المنصور بلا کی شان و شوکت...... انصاف اور دانشور انتظامیہ آئی۔

اس کے بعد وہ اسماعیلی مشن پر خراسان روانہ ہوئے کچھ لوگ کہتے تھے کہ وہ دین فطرت کے معتقد (خدا کے وجود کا اقرار لیکن وحی کا انکار کرنے والا یا اس تحریک کا حامی) تھے اور کچھ لوگ انہیں خدا کا منکر تصور کرتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے ان کا محاسبہ سرانجام دیا اور وہ ایک سے دوسرے شہر کی جانب راہ فرار اختیار کرتے رہے۔ خراساں میں انہیں سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے گھر کو حملے کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں کوہ ہندوکش میں پناہ لینی پڑی اور اسی ویرانے میں ناصر خسرہ نے اپنی بقایا زندگی گزاری۔

ان کا دیوان غالباً ان کی بہترین تصنیف ہے۔ کچھ نظمیں ان کے اندرونی انتشار اور روحانی نشوونما کی عکاسی کرتی ہیں۔

ناصر خسرہ کا جانا پہچانا نثری کام ان کا سفرنامہ ہے...... یہ سفرنامہ ان کے مصر کے سفر کی داستان بیان کرتا ہے اور یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فاطمیوں کی کس قدر تعریف سرانجام دیتے ہیں۔

ایک قابل ذکر نظم بھی موجود ہے جو حج بیت اللہ کے ساتھ منسلک ہے۔ اس نظم میں ناصر خسرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ شریف سے واپسی پر وہ کیسے حاجیوں سے ملنے کیلئے جاتے تھے اور بالخصوص ایک دوست کو خوش آمدید کہنے کیلئے جاتے تھے جو حج بیت اللہ میں ان کا ہمراہی تھا۔

ناصر خسرہ کا فلسفہ ابتدائی اسماعیلی اور فاطمی فلسفے کی عکاسی کرتا ہے۔

دیوان کا تبریز ایڈیشن یہ کہتا ہے کہ ناصر خسرہ نے 140 برس کی عمر میں وفات پائی تھی اور جنوں نے انہیں دفن کیا تھا۔ آج تک ان کا مقبرہ سنی زائرین کا مرکز بنا ہوا ہے جو انہیں صوفی پیر تصور کرتے ہیں اور اس علاقے کے اسماعیلی مکین انہیں اسماعیلی بزرگ قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

حکیم سنائی

(Hakim Sanai)

(512 تا 548 الہجری/ 118 تا 1152 بعد از مسیح)

ایرانیوں کے قدیم ترین صوفی شاعر اور عطار اور رومی کے پیش رو...... حکمی عبدالمجد د بن آدم سنائی...... انہوں نے غزنہ میں جنم لیا تھا، اور وہ بہرام شاہ (1118 تا 1152 بعد از مسیح) کے دور میں حیات رہے تھے۔ اوسلے (Ousley) ان کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ نوجوانی کے دور میں ہی عالم فاضل بن چکے تھے اور اپنے دور کے بہترین افراد میں ان کا شمار کیا جاتا تھا اور ان کی تعریف و توصیف سرانجام دی جاتی تھی۔ ان کی تعریف ہر ایک زبان پر تھی۔ صوفیانہ فلسفے میں مہارت حاصل کرنے کے علاوہ وہ ایک خیرخواہ دل کے بھی حامل تھے اور عمدہ اطوار کے بھی حامل تھے۔ اس کے علاوہ وہ شاعری کے عمدہ ذوق کے بھی حامل تھے۔ سنائی نے ابتدائی زندگی ہی سے دنیا اور اس کی لذتوں سے منہ موڑ لیا تھا۔

ابوالمجد د بن آدم سنائی بہرام شاہ (1118 تا 1152 بعد از مسیح) کے دور میں حیات تھے، اور انہوں نے غالباً 1152ء میں وفات پائی تھی وہ غزنہ کے رہائشی تھے اور کچھ دیر تک انہوں نے بطور ایک شاعر غزنوی سلطانوں کے دربار میں بھی خدمات سرانجام دی تھیں اور اپنے سرپرستوں کی تعریف اور توصیف میں شاعری سرانجام دی تھی۔

انہوں نے ہدیقت (Hadiqat) لکھنے کا آغاز کیا جس کو انہوں نے 1130ء میں پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

ہدیقت الحقائیکا و شریعت الطریقہ (Hadiqatul-Haqiqah Wa Shariat AL-Tariqah) میں شاعر کے خدا پر آئیڈیاز...... محبت...... فلسفہ...... اور

Marfat.com

استدال کے بارے میں اظہار ہوتا ہے۔ وہ 10,000 دوہا پر مشتمل ہے اور اس کے دس علیحدہ علیحدہ حصے ہیں۔ پہلے حصے کا 1910ء میں انگریزی میں ترجمہ پیش کیا گیا تھا۔ سنائی کا کام فارسی اور اسلامی ادب میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ وہ اولین ہستی تھے جنہوں نے قصیدہ...... غزل...... اور مثنوی کو صوفی ازم کے فلسفیانہ اور صوفیانہ اظہار کیلئے استعمال کیا تھا۔ ان کے دیوان میں تقریباً 30,000 مصرعے موجود ہیں۔

حدیقت الحقائیکا ایرانی ادب میں صوفیانہ مثنوی کا پہلا نمونہ ہے اور اس نے مابعد آنے والے لکھاریوں پر اپنے اثرات مرتب کیے تھے بالخصوص جلال الدین رومی...... جنہوں نے اپنی مثنوی سنائی کے نمونے پر ترتیب دی تھی۔

1124ء میں سنائی نے اپنے آپ کو خراساں اور عراق کے بہت سے شاعروں اور مفکرین کی ہمراہی میں پایا۔

حدیقت الحقائیکا یا سچائی/حقیقت کا باغ

اس حقائیکا میں سنائی خدا کے علم کے حصول کیلئے استدلال کی بات کرتے ہیں۔

خدا کی واحدنیت کی بات کرتے ہیں۔ خدا کے خالق ہونے کی بات کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احسان اور کرم کے بارے میں سنائی رقم طراز ہیں:۔

''جب وہ اپنے رزق کی میز اپنی مخلوق کے سامنے سجاتا ہے وہ اپنی مخلوق کی ضرورت سے بڑھ کر اسے رزق عطا فرماتا ہے ہم سب کا رزق منجانب اللہ ہے۔ خوشی اور خوش قسمتی منجانب اللہ ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کا روزانہ کا رزق فراہم کرتا ہے اور اپنی عطا کے دروازے کبھی بند نہیں کرتا خواہ کوئی اس کو ماننے والا ہو یا اس کا منکر ہو...... غریب ہو یا امیر ہو...... ان کو ان کا روزانہ کا رزق عطا کیا جاتا ہے۔''

''رزق اور زندگی خدا کے خزانے میں ہیں۔ کیا اس نے نہیں فرمایا ہے کہ میں ہی پالن ہار ہوں...... جو کچھ چھپا ہے اور جو کچھ

Marfat.com

ظاہر ہے...... سب کا جاننے والا ہوں۔ میں ہی زندگی عطا کرتا ہوں۔ تم جو کچھ مجھ سے مانگتے ہو میں وہ سب کچھ تمہیں عطا کرتا ہوں۔ تمہارا رزق میرے ذمے ہے۔ تمہارا روزانہ کا رزق ایک تحفہ ہے جو ہر دن اپنے ہمراہ لاتا ہے۔"

Marfat.com

ابن فرید

(Ibn Farid)

(586 تا 632 الہجری/ 1182 تا 1235 بعد از مسیح)

ابن فرید اسلام اور عربی ادب کے انتہائی قابل ذکر اور ذہین ترین صوفی شاعروں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے قاہرہ میں 586 الہجری/ 1182 بعد از مسیح میں جنم لیا تھا۔ نوجوانی کے عالم میں انہوں نے اپنا زیادہ تر وقت قاہرہ کے نزدیک واقع المقتم (Al-Muqattam) پہاڑ پر مراقبے میں مشغول رہتے ہوئے گزارا تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد انہوں نے سرکاری ملازمت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ وہ ایک معمر کریانہ فروش کی بے حد توقیر سرانجام دیتے تھے کیونکہ وہ انہیں خدا کے ایک برگزیدہ بندے کے روپ میں دیکھتے تھے۔ وہ مکہ شریف چلے آئے تھے اور غیر آباد وادی اور پہاڑوں میں گھومتے رہے تھے جنہوں نے شہر کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ اپنی زندگی کے پندرہ برس بعد...... انہیں الہام ہوا کہ وہ قاہرہ واپس لوٹ آئیں اور اس کریانہ فروش برگزیدہ بندے کے جنازے میں شریک ہوں اور مصر میں ہی رہیں جہاں پر اس نے وفات پائی تھی۔ ان کا مکمل نام شریف الدین ابوحفیظ عمر بن الفرید ہے...... مصری شاعر اور درویش تھے۔

ابن فرید کی بہت سی نظمیں قصیدے ہیں۔ ان کی نظموں سے گہرے مذہبی احساس کی عکاسی ہوتی ہے۔ وہ قصیدوں کے ذریعے مکہ شریف واپسی کی اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

ابن عربی کی مانند ابن فرید نے بھی پیغمبر اسلام ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اپنے ادبی کاموں کیلئے ان سے ہدایات موصول کیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرید نے الہام کے بغیر

Marfat.com

کبھی نہ لکھا تھا اور جامی کے بقول وہ ہفتہ یا دس دن حالت وجد کا شکار رہے تھے اور دنیا سے لاتعلق رہتے تھے اور مابعد اپنے حواس میں واپس آتے تھے اور تیس یا چالیس یا پچاس شعر تحریر کرواتے تھے۔ وہ سب کچھ تحریر کرواتے جو کچھ خدا نے ان کی حالت وجد کے دوران ان کو الہام کیا ہوتا تھا۔

ابن عربی کے برعکس...... ابن فرید جلدوں پر مشتمل تحریریں پیش کرنے والے لکھاری نہ تھے۔ ابن خلقان کہتے ہیں کہ ان کا منظوم کلام منفرد اسٹائل کا حامل ہے منفرد سوچ کا حامل ہے جو اپنے وقار اور خوبصورتی کے اعتبار سے پڑھنے والے کیلئے دلکشی کا باعث ثابت ہوتا ہے۔

ابن فرید کو بھی اپنے نقادوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر بھی وہ الزام عائد کیا گیا جس نے منصور الحلاج کو پھانسی پر چڑھایا تھا۔

Marfat.com

نصیر الدین طوسی

(Nasir-Al-Din Tusi)

(1201 تا 1274 بعد از مسیح)

الطوسی اسلامی دانشورانہ تاریخ میں ایک مشہور و معروف اور متاثر کن ہستی کی حیثیت کے حامل ہیں۔ وہ ایک فلاسفر ہونے کے علاوہ علم فلکیات کے ماہر بھی تھے۔ ایک ریاضی دان بھی تھے اور علم نجوم کے ماہر بھی تھے۔ انہوں نے سائنسی موضوعات پر کئی ایک مقالے بھی تحریر کیے تھے۔ بیس برس کی عمر تا پچاس برس کی عمر انہوں نے کوہستان (Quhistan) کے گورنر نصیر الدین منصور کی خدمات سرانجام دی تھیں۔ منگولوں نے جب ہلاکو خان کی سربراہی میں اس قلعے کو تباہی و بربادی سے ہمکنار کیا تب انہوں نے منگولوں کے ساتھ شمولیت اختیار کی اور ہلاکو خان کا اعتماد حاصل کیا۔ انہوں نے ایک نجومی کی حیثیت سے منگولوں کے ساتھ شمولیت اختیار کی اور ہلاکو خان کا اعتماد حاصل کیا۔ انہوں نے مراغا (Maragha) میں منگول مشاہدہ گاہ قائم کی۔ (اس وقت آذر بائیجان کا شمال، مغربی صوبہ تھا) اپنی زندگی کے آخری ایام کے دوران وہ صوفی ازم کی جانب راغب ہوئے تھے۔ انہوں نے بغداد (عراق) میں وفات پائی تھی۔ وہ ایک عالم فاضل شیعہ عالم دین تھے۔ وہ اسلامی مسائل پر غیر اسلامی فلسفیانہ آئیڈیاز کا اطلاق کرتے ہیں۔ ان کے بہت سے ہم عصروں میں سے سعدی نے سیاحت میں عافیت جانی جبکہ دیگر نے مثلاً جلال الدین رومی۔ انہوں نے اپنے آپ کو مکمل طور پر صوفیانہ زندگی کی نذر کردیا۔ الطوسی نے مابعد ہلاکو خان کے ساتھ شامل ہونے کے اپنے عذارانہ فعل اور اپنے ہی بہی خواہ نصیر الدین عبدالرحیم منصور (وفات 1257ء بعد از مسیح)۔ سنی خلیفہ جنہوں نے اسے تحفظ عطا کیا تھا کو ہلاک کرنے کے بارے

Marfat.com

میں اپنے دفاع میں جو الفاظ کہے تھے وہ سنجیدہ یا غیر سنجیدہ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ موقع پرست ہونے کے علاوہ ریاکاری کا بھی سہارا لیتے تھے۔

انہوں نے فروری 1201ء (جمادی الاول 597 ہجری) میں طوس میں جنم لیا تھا۔ الطوسی محمد ابن الحسن عام طور پر خواجہ نصیرالدین الطوسی یا خواجہ نصیر کے نام سے جانے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم طوسی میں ہی اپنے والد محمد ابن الحسن کی زیرنگرانی حاصل کی۔ جو ایک نامور شیٹی (Shiite) ماہر قانون تھے۔ انہوں نے مذہبی سائنسوں اور دانشورانہ سائنس کے عناصر کا مطالعہ اپنے والد کے ساتھ سرانجام دیا تھا۔ جو طوس میں شیعہ ازم کے بارہ اماموں کے نظریے کے ماہر قانون تھے۔ انہوں نے فطری فلسفہ...... مابعدالطبیعات اور منطق کی تعلیم اپنے ماموں سے حاصل کی تھی اور الجبرا اور جیومیٹری کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ جلد ہی الطوسی کی شہرت ایک غیر معمولی مفکر کی حیثیت سے پھیل چکی تھی۔ فریدالدین داماد (Damad) ان کے استاد تھے اور طوسی نے ان سے فلسفے کی تعلیم حاصل کی تھی۔ قطب الدین مصری جو بذات خود فخر الدین رازی (1148ء تا 1201ء) کے بہترین طالب علم تھے۔ الطوسی نے ان سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے کمال الدین ابن یونس (1145 تا 1242 بعد از مسیح) سے ریاضی کی تعلیم حاصل کی۔ وہ ابوعلی سینا کی تحریروں کے ایک نمایاں طالب علم تھے۔

جس ابتدائی دور سے وہ گزرے تھے وہ دور اسلامی تاریخ کا نازک ترین دور تھا۔ منگول وسطی ایشیا سے خراساں کی جانب بڑھ رہے تھے۔ لہٰذا گرچہ الطوسی ایک مشہور مفکر تھے لیکن وہ کوئی مناسب حیثیت حاصل نہ کر سکے تھے جو مفکرانہ زندگی کیلئے ناگزیر تھی۔ اس دور میں خراساں میں اگر کوئی امن کا جزیرہ تھا تو وہ اسماعیلی قلعے اور پہاڑوں کے مضبوط سلسلے تھے اور انہیں یہ پیش کش کی گئی کہ وہ اسماعیلی حکمران کے تحفظ کے سائے تلے آجائیں۔ اسماعیلی جس کا نام نصیر الدین عبدالرحیم المنصور موہاتا شامی (Muhata Shami) تھا (وفات 655 الہجری/ 1257 بعد از مسیح) الطوسی نے یہ پیش کش قبول کر لی اور کوہستان (Quhistan) قلعہ چلے آئے جہاں پر عزت و احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا اور انہیں اسماعیلی دربار میں توقیر بخشی گئی۔ نصیر الدین عبدالرحیم ایک عالم فاضل اسماعیل لیڈر تھے جو درحقیقت ایک کتاب تحریر کرنا چاہتے تھے۔ اخلاق موہاتا شامی

Marfat.com

(Akhlaq-MohataShami) اور انہوں نے اس کتاب کے مواد کا مختصر خاکہ تیار کر رکھا تھا اور اس کے ابواب کی ترتیب بھی تیار کر رکھی تھی۔ اس کتاب کا آغاز قرآنی آیات سے ہوتا تھا اور قدیم دانشوروں اور فلاسفروں کے فرمودات کی روشنی میں اس کتاب کا اختتام ہوتا تھا لیکن انتظامی ذمہ داریوں کی بنا پر وہ اپنی اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے قاصر تھا اور اس نے طوسی کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کتاب کے سلسلے میں جو کچھ بھی سرانجام دے چکا تھا وہ دیگر حوالوں کے تحت اسے پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ اسماعیلی لیڈر (خیر الدین عبدالرحیم منصور) نے طوسی کو حتمی مواد میں شامل کرنے کیلئے کسی قدر مواد تحریر بھی کر دیا تھا۔

جب کوہستان (Quhistan) کے گورنر کو ہلاکو خان کے منگول حملے کا سامنا کرنا پڑا۔ (1257 بعد از مسیح) تب الطوسی دیگر بہت سے شئی (Shiite) مسلمانوں کی مانند منگولوں کے ساتھ مل گیا اور ان لوگوں نے سنی خلیفہ نصیر الدین عبدالرحیم کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں منگولوں کی معاونت سرانجام دی اور اسلامی سرزمین اور ثقافت کا کنٹرول سنبھالنے میں بھی منگولوں کی معاونت سرانجام دی الطوسی جس نے کتاب نصیر الدین عبدالرحیم منصور کے نام منسوب کی تھی۔ جو خلیفہ وقت تھا۔ اس نے اس انتساب کو پھاڑ ڈالا اور اسے دوبارہ تحریر کیا اور ہلاکو خان کے نام منسوب کیا۔ الطوسی ایک عظیم مفکر تو ہوسکتا ہے لیکن اس نے جس غدارانہ انداز میں اپنی ہی خواہ اور اپنے محسن عبدالرحیم المنصور کو ہلاک کیا تھا وہ انداز اسے منافق اور موقع پرست ثابت کرتا ہے۔

تحریری کام

نصیر الدین الطوسی کے تقریباً 150 مقالے اور خطوط ایسے ہیں جن کے بارے میں علم ہے۔ ان میں سے 25 فارسی اور بقایا عربی زبان میں ہیں۔ انہوں نے ایک مقالہ عربی، فارسی اور ترکی زبان میں بھی تحریر کیا تھا اور مظاہرہ کیا تھا کہ انہیں تینوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ یونانی زبان بھی جانتے تھے ان کی تحریریں تقریباً تمام تر اسلامی سائنسوں کی شاخوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان دونوں میں سے ابن سینا ایک بہترین معالج تھے جبکہ الطوسی ایک بہترین ریاضی دان تھے اور فارسی زبان کے بہترین لکھاری تھے۔ الطوسی نے منطق کے موضوع پر بھی پانچ تحریریں پیش کیں۔ ان میں اساس الاقتباس جو کہ

Marfat.com

فارسی میں تحریر کی گئی تھی بے حد اہمیت کی حامل ہے فلسفہ......اخلاقیات...... اور علم دین کے میدان میں الطوسی نے ابن سینا کی کتاب الاسرار ولتنبیہات پر تبصرہ پیش کیا۔ اس کے علاوہ اخلاق نصیری پیش کی جو فارسی زبان میں اس میدان میں بہترین کاوش تصور کی جاتی ہے۔

سائنسی کامیابیاں

منطق کے میدان میں الطوسی نے ابن سینا کی تعلیمات کی پیروی سرانجام دی لیکن منطق اور ریاضی کے درمیان تعلق کے مطالعہ میں ایک نیا اقدام سرانجام دیا۔ انہوں نے الخیامی کے کام کو جاری رکھا۔

جیومیٹری کے میدان میں بھی الطوسی نے الخیامی کے کام کی پیروی سرانجام دی۔ ریاضی کے میدان میں الطوسی نے جو نمایاں خدمات سرانجام دیں وہ غالباً ٹریگنو میٹری کے میدان میں تھیں۔

الطوسی کو علم فلکیات کے ماہر کے طور پر بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ہلاکو خان کے تعاون کی بنا پر اسے مالی معاونت میسر آئی اور اس نے ایک جدید مشاہدہ گاہ کی تعمیر کی نگرانی سرانجام دی۔ اس کی مالی معاونت جو عطیاتی فنڈز پر بنیاد کرتی تھی...... اس کی زندگی کا دورانیہ جو اس کے بانی کی زندگی کے دورانیے سے زیادہ تھا...... سائنس اور فلسفے کے میدان میں اس کی ہدایات کے ایک مرکز کی حیثیت...... اور اس کی کارکردگی میں کئی ایک سائنس دانوں کی شمولیت...... یہ سب کچھ اس مشاہدہ گاہ کو سائنس کی تاریخ میں ایک بڑا سائنسی ادارہ بنانے میں کامیاب ہوا۔ یہ مشاہدہ گاہ بہترین ساز و سامان اور آلات سے مزین تھی۔ اس میں ایک بہترین لائبریری بھی موجود تھی جس میں تمام تر سائنسوں پر کتب موجود تھیں۔ اس مشاہدہ گاہ کا کام محض علم فلکیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس نے تمام تر سائنسوں اور فلاسفی کی نشوونما سرانجام دینے میں بہترین معاونت سرانجام دی تھی۔

اخلاقِ مہاتا شامی (Akhlaq-i-Muhtashami)

یہ کتاب اخلاقی عمل درآمد پر مشتمل ہے۔ اخلاقیات کی بنیاد علم (معرفہ) ہے...... خدا کا علم...... پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں علم اور ان کے جانشینوں کے بارے میں علم۔ انسانی رنج و الم، محبت اور نفرت کے جذبات کی وجہ سے ہیں۔ الطوسی یہ کہتے ہیں کہ کسی بھی

Marfat.com

فرد کو ان افراد کی محبت پر انحصار کرنا چاہیے جو نیک ہیں اور گناہ گاروں کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ لوگ جب خدا کو جان جاتے ہیں۔ اپنے دوستوں سے محبت کرتے ہیں۔ اپنے دشمنوں سے نفرت کرتے ہیں، اور اپنی مسلم انسانی برادری کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں تب وہ خدا کے راستے میں لڑنے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ (جہاد) اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی سرانجام دینا ہی پارسائی کے عمل درآمد کی نگرانی سرانجام دیتا ہے۔ (الاعمال الصالح) خدا کی عبادت اور خدا کی راہ میں کی گئی خیرات کی بدولت دنیاوی انعامات میسر آتے ہیں۔ خوف خدا کا حامل بننا چاہیے اور تکالیف اور مصائب میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیے۔ خدا پر بھروسہ اور انحصار بہترین عمل ہے۔ ظلم و تشدد اور ناانصافی سے بچنا چاہیے۔ الطوسی کہتے ہیں کہ ایک متقی اور پارسا شخص ہمیشہ آخرت پر نظر رکھتا ہے اور اس کا مطمع نظر یہ فانی دنیا ہرگز نہیں ہوتی۔ دولت اکٹھی کرنا گناہ ہے۔ غیر ضروری اور فضول عمل ہے۔ لالچ اور طمع سے بچنا چاہیے۔ معاف کردینے کا عمل اور اپنے غصے پر قابو پانے کا عمل نیکی کے زمرے میں آتا ہے۔ کسی سے عداوت اور دشمنی نہیں رکھنی چاہیے۔ عاجزی اور انکساری بہترین عمل ہے اور غرور تکبر سے بچنا چاہیے۔ سخاوت...... فیاضی...... اور معاف کردینے کا عمل ایک نیک اور پارسا شخص کا وطیرہ ہے۔ نیک اور دانش ور دوستوں کی دوستی اختیار کرنی چاہیے اور گناہ گار اور جاہل لوگوں سے بچنا چاہیے۔ وہ یہ کہتے ہوئے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں کہ:۔

> ''صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور علم کے حصول کا جدوجہد سرانجام دینا۔ دانشوروں کی محبت اختیار کرنا اور ان کے ساتھ بحث مباحثے سے اعتراز کرنا۔ مادی اشیاء کے حصول میں وقت برباد نہ کرنا بلکہ آخرت کی نجات کیلئے جدوجہد سرانجام دینا۔''
>
> ''بہت زیادہ فضول بات چیت ہرگز بہتر نہیں ہے۔''

اداسی دماغ کو متاثر کرتی ہے اور اس کی بہتر کارکردگی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ نوجوان لوگوں کو اپنے تمام تر علم اور اہلیتوں کا انکشاف یک دم نہیں کرنا چاہیے اور دوستی میں ثابت قدم رہنا چاہیے لیکن اگر دوست ان کے خلاف ہوجائیں اور ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں تب ان کے ساتھ مزید روابط منقطع کردینے چاہئیں۔ اعتمادی کامیابی کی کلید ہے

Marfat.com

جب وہ اعلیٰ عہدے تک پہنچ جائیں تب انہیں غرور و تکبر سے بچنا چاہیے۔ سوالات پوچھنے سے قبل یا سوالات کے جوابات دینے سے قبل ان کی پیشگی بخوبی سوچ بچار سرانجام دینی چاہیے تاکہ اپنے آپ کیلئے خوف و ہراس تخلیق نہ کرسکیں۔ علم میں اور عہدے میں اپنے سے بڑے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کرنے چاہئیں اور اپنے ہم رتبہ اور ہم مرتبہ لوگوں کی توقیر سرانجام دینی چاہیے، اور اپنے سے کم تر لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھنا چاہیے۔ اخلاقیات پر الطوسی کا عظیم ترین کام متاثر کن حیثیت کا حامل ہے۔

اخلاق نصیری (Akhlaq-i-Nasiri)

اخلاق نصیری فلسفے کے حصوں بخروں پر معیاری مباحثہ ہے جسے اسلامی فلاسفروں نے اختیار کیا تھا اور اس کا آغاز ارسطو کے دور سے ہوتا ہے۔ حکمت یا فلاسفی چیزوں کے بارے میں جاننے کا عمل ہے اور جیسی ہیں ویسی کی بنیاد پر جاننے کے عمل ہیں، اور چیزوں کو سرانجام دینے کا عمل ہے جسے سرانجام دینا چاہیے۔ بقول الطوسی، فلسفے کا مقصد بلند ترین انسانی آئیڈیل کا حصول ہے۔ انسان کو جسمانی اہلیتوں کے علمی (علم) اور عملی علم میں دسترس حاصل کرنی چاہیے جب کوئی علم میں کاملیت حاصل کرتا ہے...... وہ شریفانہ کردار اپناتا ہے۔

اپنے والدین کا احترام اور توقیر سرانجام دینے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے...... کوئی پارسائی نہیں ہے۔ بچوں کیلئے والدین کی محبت فطری امر ہے جبکہ والدین کیلئے بچوں کی محبت دانستہ اور ارادی امر ہے۔ اپنے والد کیلئے محبت کا اظہار اس کی تابعداری سے ہوتا ہے اور والدہ کیلئے محبت کا اظہار اسے مالی اور جسمانی آسودگی فراہم کرنے سے ہوتا ہے۔ بچوں کو والدین کے ساتھ بحث مباحثے اور گستاخی سے بچنا چاہیے۔ خادموں اور غلاموں کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کے بارے میں الطوسی کہتا ہے کہ اگرچہ وہ ادنیٰ فعال کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کے ساتھ مہربانی اور شفقت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

اثر و رسوخ

الطوسی کا اثر و رسوخ بالخصوص مشرقی اسلام میں عظیم حیثیت کا حامل تھا اگر ہم تمام تر میدانوں کو زیر غور رکھیں تب وہ غالباً کسی بھی ہستی سے بڑھ کر اسلامی سائنس کی نشوونما سرانجام دینے کے ذمہ دار تھے۔ انہوں نے بہت سے مفکرین اور سائنس دانوں کو ایک

Marfat.com

پلیٹ فارم پر یکجا کیا جس کے نتیجے میں ریاضی اور علم فلکیات کے میدانوں میں گراں قدر پیش رفت ممکن ہوئی اس کے علاوہ اسلامی فلسفے اور علم دین کے میدانوں میں بھی گراں قدر پیش رفت ممکن ہوئی۔ الطوسی کی تحریروں کو صدیوں تک اسلامی تعلیمات کے کئی ایک میدانوں میں مستند حیثیت حاصل رہی اور ان کے کئی ایک طلباء غیر معمولی مفکرین اور سائنس دانوں کے روپ میں منظر عام پر آئے۔ علم فلکیات کے میدان میں ان کے مشاہدات نے سمر قند اور استنبول پر اپنے گراں قدر اثرات مرتب کیے اور مغرب کو بھی متاثر کیا اور ریاضی کے میدان کے مطالعہ نے بھی مابعد آنے والے مسلم ریاضی دانوں پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ چینی سائنس بھی ان کے اثرات قبول کرنے سے اپنا دامن نہ بچا سکی جو منگول حملے کے نتیجے میں اسلام کے ساتھ قریبی تعلقات کی حامل تھی۔ الطوس کے افکار نے مابعد ہندوستانی سائنسوں کو بھی متاثر کیا۔

Marfat.com

شیخ فریدالدین عطار

(Sheikh Farid-Ud-Din Attar)

(وفات 627 الہجری/ 1229 بعد از مسیح)

جلال الدین رومی عطار کے بارے میں کہتے ہیں کہ!

"وہ صوفی فلسفے کی روح تھے اور سنائی اس کی دو آنکھیں تھے اور میں ان دونوں کے بعد آیا ہوں"

ابو طالب برخوردار ابوبکر ابراہیم...... برخوردار مصطفیٰ...... برخوردار شعبان عام طور پر شیخ فریدالدین کے نام سے جانے جاتے تھے۔ خاندانی نام محمد ابراہیم تھا۔ انہوں نے شلیاکھ (Shalyakh) میں سلطان سانجر (Sanjar) کے دور میں جنم لیا تھا، اور انہوں نے 114 برس زندگی پائی تھی۔ 1230 بعد از مسیح میں نیشا پور کے محاصرے کے دوران چنگیز خان کا داماد تارتار (Tartar) ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی پاداش میں علاقے کے لوگوں کا بے تحاشہ قتل عام کیا گیا تھا۔ یہ قتل عام منگولوں نے کیا تھا اور اس قتل عام میں ہلاک ہونے والوں میں فریدالدین بھی شامل تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بچپن کے 13 برس امام رضا کے مقبرے کے قریب گزارے تھے اور وسیع تر سیاحت سرانجام دی تھی۔ انہوں نے رے......کوفہ...... مصر...... دمشق...... مکہ...... ہندوستان اور ترکستان وغیرہ کا سفر طے کیا تھا اور بالآخر نیشا پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہ 39 برس تک آیات اور صوفی بزرگوں کے اقوال جمع کرتے رہے تھے تاکہ مکمل علم کے حصول میں کامیاب ہو سکیں۔ ان کے والد ایک ممتاز ادویہ فروش تھے اور کچھ دیر تک کیلئے فریدالدین نے بھی اسی پیشے کو اپنایا تھا اور ان کی دکان ان لوگوں کیلئے خوشی اور مسرت کا باعث بنتی تھی جو اس کے قریب سے گزرتے تھے

Marfat.com

کیونکہ یہ نہ صرف صاف ستھری تھی بلکہ سلیقے سے قرینے کے ساتھ سجی بھی ہوئی تھی اور ادویات اور عطریات کی خوشبو خوشگوار تاثرات قائم کرتی تھی۔ عطار کا مطلب ہے عطر فروش اور فرید الدین نے لفظ عطار کو اپنے تخلص کے طور پر استعمال کیا تھا۔

ایک روز وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ دکان پر بیٹھے تھے ایک عمر رسیدہ درویش ان کی دکان پر آیا اور انہوں نے بے چینی...... پریشانی...... اور تشویش ناک انداز میں اس سجی سجائی دکان کا قریبی مشاہدہ سرانجام دیا اور ایک آہ بھری اور آنسو بہانے لگے اور جونہی انہوں نے دنیا کی آنی جانی...... ناپائیدار...... عارضی...... اور وقتی چیزوں کی جانب دیکھا وہ بے چینی کے عالم میں آنسو بہانے لگے۔ عطار نے اس درویش کو رخصت ہونے کیلئے کہا۔ اس کے جواب میں درویش نے کہا کہ:۔

''میں نہ صرف تمہاری دکان سے رخصت ہوسکتا ہوں بلکہ چشم زدن میں اس دنیا سے بھی رخصت ہوسکتا ہوں، لیکن اے عطار مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تم دنیاوی چیزوں کو چھوڑ کر موت کو کیسے گلے لگاؤ گے؟''

یہ سننے کے بعد عطار نے جواب دیا کہ انہیں امید ہے اور وہ اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ بھی اسی قدر طمانیت کے ساتھ اس دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں جس قدر طمانیت کے ساتھ ایک درویش اس دنیا کو چھوڑ سکتا ہے۔

معمر درویش نے جواب دیا کہ:۔

''ہم دیکھیں گے...... انہوں نے اپنا لکڑی کا پیالہ زمین پر رکھا اور اس پر اپنا سر رکھ کر لیٹ گئے اور اللہ کا نام لیتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی''

عطار اس واقعے سے ازحد متاثر ہوئے انہوں نے فوراً اپنی دکان سے دست برداری اختیار کی اور اپنے آپ کو صوفی فلسفے کے مطالعہ کیلئے وقف کردیا۔ انہوں نے اس قدر جوش...... جذبے...... اور ولولے کے ساتھ مطالعہ جاری رکھا کہ اگرچہ وہ ایک نامور شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے لیکن وہ ایک کامل صوفی کے طور پر مشہور ہوئے۔ عطار ابراہیم بن ادھم کے اقوال سے متاثر ہوئے تھے...... وہ بلخ کے شہزادے اور مشہور معروف صوفی تھے۔

Marfat.com

اپنے پاکیزہ ذہن...... سنجیدہ سوچوں...... اور شیریں کلامی کی بدولت اسلام کی مشرقی سرزمینوں پر وہ اثرات مرتب کیے جو صدیوں تک قائم رہے۔ ایران کی ادبی تاریخ میں سنائی اور رومی کے بعد ان کا نام گونجتا ہے۔ ان کا دیوان 40,000 شعروں پر مشتمل ہے۔ وہ ایک بے مثل اور لاثانی شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اس کے علاوہ وہ ایک کامل ترین صوفی بزرگ کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔

عطار کے مطابق زائر کے دل سے تین پردے ہٹنے چاہئیں قبل اس کے کہ اس پر خوشی کا دروازہ کھولا جائے۔

اول...... اگر اسے دونوں جہانوں کی سلطنت بطور بیرونی تحفہ پیش کی جائے...... اسے ہرگز خوشی نہیں منانی چاہیے...... کیونکہ کوئی بھی انسان جو کسی تخلیق کردہ چیز پر خوشی مناتا ہے...... وہ ہنوز لالچی اور حریص ہے اور لالچی اور حریص انسان محروم رہتا ہے۔ (خدا کے علم سے محروم رہتا ہے)

دوسرا پردہ یہ ہے کہ اگر دونوں جہانوں کی سلطنت اس کے قبضے میں ہو اور اس سے یہ چھین لی جائے...... اسے اپنی محرومی پر افسوس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ غیض وغضب اور غصے کی علامت ہے اور ایسے انسان کو اذیت سے دوچار کیا جاتا ہے۔

تیسرا پردہ یہ کہ اسے کسی تعریف سے گمراہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ایسا انسان ایک کمینی روح کا حامل ہوتا ہے اور اسے حقیقت/ سچائی سے محروم رکھا جاتا ہے...... ایک زائر کو اعلیٰ دماغ کا حامل ہونا چاہیے۔ (عطار)

عطار کسی بھی صوفی سلسلے کے ساتھ منسلک نہ تھے لیکن وہ ایک صوفی شاعر تھے ان کی نظموں سے سچائی/ حقیقت کی نہ ختم ہونے والی تلاش اور خدا کا قرب حاصل کرنے کی شدید خواہش کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اور ان کی شاعری اخلاقی اور صوفیانہ اصولوں پر بنیاد کرتی ہے۔ وہ اعتدال پسند تھے اور دیگر مذاہب کیلئے قوت برداشت کا مظاہرہ کرنے کا درس دیتے تھے۔ انہوں نے سوچ کا ایک نیا نظام تخلیق نہ کیا تھا بلکہ ایک ایسے اعتدال پسند راستے کی پیروی سرانجام دی تھی جو ایمان اور استدلال دونوں کو باہم ملاتا تھا۔ عطار نے ادب اور دیگر مذہبی سائنسوں میں نیشاپور میں تعلیم وتربیت حاصل کی تھی جو اسلامی تہذیب کا ایک اہم ترین مرکز تھا۔ عظیم شاعر اور عظیم صوفی بزرگ اس مقام پر مقیم تھے اور انہوں نے روحانی

Marfat.com

ثقافت کی ایک عظیم روایت قائم کی تھی اور عطار نے اس کی آبیاری اپنی روح اور شاعری دونوں سے سرانجام دی۔ عطار نے اسلامی قوانین کی تابعداری کا درس دیا تھا۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ سے شدید محبت کرتے تھے۔

اپنے تذکرۃ الاولیاء میں...... فریدالدین عطار نے عظیم درویشوں اور بزرگوں کے اقوال تحریر کیے ہیں۔ وہ ان درویشوں اور بزرگان دین کی عزت وتوقیر اور احترام سرانجام دیتے تھے۔

چند مثالیں درج ذیل ہیں!

رابعہ بصری نے دعا کی کہ:۔

''میرے دشمنوں کو دنیاوی مال و دولت اور اسباب سے نواز اور میرے دوستوں کو وہ سب کچھ عطا فرما جو تو مجھے آخرت میں عطا فرمائے گا'' (رابعہ بصری جن کا حوالہ عطار نے پیش کیا)

''میں خدا کی عبادت دوزخ کے خوف یا جنت کی امید پر نہیں کرتی۔ میں محض اس لئے اس کی عبادت کرتی ہوں کہ وہ عبادت کے لائق ہے'' (رابعہ بصری جن کا حوالہ عطار نے پیش)

عطار کے بقول جو انسان خدا سے ڈرتا ہے...... تمام چیزیں اس سے ڈرتی ہیں اور جو انسان خدا سے نہیں ڈرتا وہ تمام چیزوں سے ڈرتا ہے۔

اس سلسلے میں جلال الدین رومیؒ کا اقتباس پیش کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ:۔

''جو انسان دوسروں میں برائیاں دیکھتا ہے وہ حقیقت میں اس کی اپنی برائیوں کا عکس ہوتا ہے۔ تم برائیاں سرانجام دینے والے ہو...... اور تم وہ ضربیں اپنی ہی ذات پر لگاتے ہو۔

یہ تمہاری اپنی ذات ہے جسے تم اس لمحے اپنی لعن طعن کا نشانہ بنا رہے ہوتے ہو۔

تم اپنے من میں چھپی برائی کو واضح طور پر نہیں دیکھتے وگرنہ تم اپنی روح کی گہرائیوں سے اپنے آپ سے نفرت کرنے لگو۔''

Marfat.com

(مثنوی رومی)

عطار ذھول نن مصری سے متعلق ایک حکایت پیش کرتے ہیں! جوں ہی رات کی تاریکی چھا گئی وہ (ذھول نن مصری) ایک ایسی عمارت میں داخل ہوئے جو کھنڈر بن چکی تھی جہاں پر انہیں سونے اور جواہرات سے بھرا ہوا ایک مرتبان ملا۔ اس کے ڈھکن پر خدا کا نام لکھا ہوا تھا۔ ان کے دوستوں نے سونا اور جواہرات آپس میں تقسیم کر لئے لیکن ذھول نن مصری نے کہا کہ:۔

> ''مجھے یہ ڈھکن دے دو اس پر میرے محبوب کا نام لکھا ہوا ہے''
> اور وہ تمام دن اس نام کو چومتے رہے اور اپنے اس عمل کی وجہ سے انہوں نے راتوں رات وہ درجہ حاصل کر لیا...... وہ مقام حاصل کر لیا کہ ایک رات انہوں نے ایک خواب دیکھا اور ایک آواز سنی جو یہ کہہ رہی تھی کہ!
> ''اے ذھول نن...... دوسرے لوگ سونا اور جواہرات لے کر خوش ہو گئے لیکن تم میرے نام سے خوش ہوئے...... لہٰذا میں نے تم پر عمل اور حکمت کے دروازے کھول دیئے ہیں''۔

مشہور معروف منطق الطیار (پرندوں کی گفتگو) کے مصنف...... کچھ لوگ عطار کی وجہ شہرت ان کی شاعری کو تصور کرتے ہیں اور بالخصوص ان کی مثالی/ مجازی نظم...... منطق الطیار...... یہ فارسی ادب کی ایک مقبول ترین کتاب ہے۔

عطار کے تحریری کام

قرون وسطیٰ کے سوانح نگار کہتے ہیں...... عطار نے 114 کتب تحریر کی تھیں۔ قرآن پاک پر ایک سورت کیلئے ایک کتاب ان کے بقول عطار 45000 شعروں کے بھی مصنف ہیں اور اس کے علاوہ انہوں نے نثر کی ایک کتاب بھی تحریر کی تھی جو دو بڑی جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے ان کی مشہور معروف کتاب منطق الطیار ہے جسے فٹز گیرانڈ ''پرندوں کی پارلیمنٹ'' کہتا ہے...... ان کا مختصر لیکن ماہرانہ خلاصہ...... لب

Marfat.com

لباب...... ایک چھوٹی چیز جو بڑی چیز کا نمونہ ہے۔

''الٰہی نامہ'' ایک ایسے بادشاہ کی داستان بیان کرتا ہے جس کے چھ بیٹے تھے ایک روز اس نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا وہ اسے اپنی اپنی دلی خواہشات کے بارے میں بتائیں...... ان خواہشات کے بارے میں بتائیں جو انہیں بے حد عزیز ہیں۔ ہر ایک بیٹے نے اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا۔

پہلے شہزادے نے پریوں کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا دوسرے بیٹے نے جادو کی سائنس کا تمام تر علم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

تیسرے شہزادے نے جمشید کے دنیا منکشف کرنے والے کپ کا مالک بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔

چوتھے شہزادے نے آب حیات دریافت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

پانچویں شہزادے نے سلیمانی انگوٹھی کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا۔

چھٹے شہزادے نے کیمیاگری کے فن کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا تاکہ وہ سونا بناسکے۔ تمام بیٹوں کیلئے بادشاہ کا جواب ایک ہی تھا اگرچہ اسے کئی اقسام کی حکایات کے تحت پیش کیا گیا تھا...... وہ جواب یہ تھا کہ ان کے دل مادی اشیاء کے حصول کیلئے دھڑک رہے تھے جبکہ حقیقی خوشی روحانیت کے تعاقب سے حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ عطار خسرہ...... نامہ (Khusraw-Nama) کے بھی مصنف ہیں اپنی والدہ کی وفات کے کچھ ہی دیر بعد انہوں نے پیش کیا...... مختار نامہ...... یہ مجموعہ 2000 سے زائد رباعیوں/ قطعات پر مشتمل ہے اور اس کے 50 عنوانات ہیں...... اس کے علاوہ پانڈ نامہ (Pand-Nama) بھی ہے اور 10,000 شعروں پر مشتمل ایک دیوان بھی ہے۔

عطار نے مسلمان بزرگوں اور صوفیا کرام کی سوانح عمریاں اور اقوال بھی تحریر کیے تھے اور یہ کاوش انہوں نے اپنی نثری تحریر کے تحت سرانجام دی تھی جسے انہوں نے تذکرہ اولیاء کے عنوان کے تحت پیش کیا تھا۔ یہ ایک انتہائی گراں قدر اور مفید کتاب ہے اور اس کتاب کی بدولت ابتدائی صوفی ازم کا بخوبی مطالعہ سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ منگول حملہ آوروں نے 26 اپریل 1230 کو عطار کو ہلاک کردیا تھا۔

Marfat.com

الغزالی

(AL-Ghazali)

(پیدائش 1058ء بعد از مسیح)

ابو حامد محمد الغزالی کا لقب حجت الاسلام ہے۔ ان کو لاطینی امریکہ میں الغزالی کے نام سے پکارا تھا۔ وہ اسلام کی عظیم شخصیتوں میں سے ایک شخصیت تھے۔ ان کا شمار دنیا کے مشہور ترین صوفی مفکرین میں ہوتا ہے۔

آپ نے 430 الہجری/ 1058 بعد از مسیح میں طوس کے ایک گاؤں طاہران میں جنم لیا تھا ابو حامد محمد الغزالی چھوٹی سی عمر میں یتیم ہو گئے تھے اور وہ کپڑا کاتنے اور بیچنے کا کام کرتے تھے۔ عرب زبان میں غزل کے معنی کاتنے کے ہیں لہٰذا امام غزالی اپنے باپ کے پیشے کے حوالے سے غزالی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔

آپ کے والد ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ انہوں نے مرتے وقت امام غزالی اور ان کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی کو اپنے صوفی دوست کی ذمہ داری میں دے دیا تھا تا کہ وہ انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کر سکیں۔ انہوں نے جو رقم تعلیمی اخراجات کیلئے چھوڑی تھی اس کے ختم ہونے کے بعد صوفی دوست نے دونوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

> ''تمہارے والد نے جو رقم چھوڑی تھی وہ خرچ ہو چکی ہے اور میں چونکہ ایک فقیر بندہ ہوں لہٰذا میرے پاس مال و دولت موجود نہیں کہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔ لہٰذا تم دونوں کے حق میں بہتر ہے کہ مدرسے میں داخل ہو جاؤ اور طالب ہونے کی بنا پر تمہارے

Marfat.com

گزر بسر کا بھی ذریعہ ہو جائے گا۔"

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ جرجان چلے آئے اور امام ابونصر کے شاگرد بن گئے اس دور میں درس کا یہ طریقہ رائج تھا کہ استاد جس موضوع پر درس دیتے تھے شاگرد اسے ساتھ ساتھ تحریر کرتے جاتے تھے اور یہ یادداشتیں تعلیقات کہلاتی تھیں امام غزالی نے بھی اپنے استاد کی خدمت میں تعلیقات کا ایک مجموعہ پیش کیا جو ان کے استاد کے درس و تدریس پر مبنی تھا۔ حصول تعلیم کے بعد انہوں نے واپس آنے کا ارادہ کیا اور دوران سفر ڈاکوؤں نے امام غزالی کا تمام سامان لوٹ لیا۔ اس سامان میں تعلیقات بھی شامل تھیں امام غزالی کو سامان کے لٹنے کا کوئی صدمہ نہ تھا مگر تعلیقات کے لٹنے کا صدمہ بے تحاشا تھا لہٰذا وہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس جا پہنچے اور کہا کہ:۔

"مجھے اپنے سامان میں سے محض یہی مجموعہ مطلوب ہے کیونکہ میں نے اسے سننے اور تحریر کرنے کیلئے اپنا وطن چھوڑا تھا اور یہ تمہارے لئے بے کار ہے"

ڈاکوؤں کا سردار ہنسنے لگا اور اس نے کہا کہ:۔

"تم نے کیا خاک سیکھا ہے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ ہم نے جب سے تمہارا مجموعہ ہتھیا لیا تو تم کورے کے کورے رہ گئے"

اس کے بعد اس نے وہ مجموعہ امام غزالی کے حوالے کر دیا۔ امام غزالی پر یہ طنز کارگر ثابت ہوئی اور وطن واپس پہنچ کر انہوں نے اس مجموعے کو زبانی یاد کرنا شروع کیا اور تین برس کے اندر اندر ان سب کو زبانی یاد کر لیا۔

کچھ وقت طوس میں گزرنے کے بعد امام غزالی نے نیشاپور کا رخ کیا اور امام الحرمین کی شاگردی اختیار کیا اور الہجری 478/1085 بعد از مسیح میں ان کی وفات تک ان کے شاگردوں میں شامل رہے۔ استاد محترم کی وفات کے بعد امام غزالی نے نظام الملک کے دربار کا رخ کیا۔ وہ ان کا ہم وطن اور ملک شاہ سلجوقی کا وزیر تھا۔ اس نے امام غزالی کا والہانہ استقبال کیا۔ بہت سے مفکرین اس کے دربار سے منسلک تھے۔

الہجری 484/1091 بعد از مسیح میں نظام الملک نے انہیں مدرسہ نظامیہ کا پروفیسر (رئیس) مقرر کیا چار برس تک آپ نے طلباء کو درس و تدریس فراہم کرنے کے

Marfat.com

فرائض سرانجام دیئے اس کے بعد آپ کی طبیعت میں اچانک انقلاب برپا ہوا۔

488 الہجری...... /1095 بعد از مسیح میں وہ اعصابی بیماری میں مبتلا ہوئے اور درس و تدریس کا پیشہ جاری رکھنے کے قابل نہ رہے۔ انہوں نے یہ ظاہر کرتے ہوئے بغداد کو خیرباد کہا کہ وہ حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتے تھے لیکن حقیقت میں وہ اپنے درس و تدریس کے پیشے سے دست برداری اختیار کر رہے تھے۔

انہوں نے چار برس شام میں گزارے اور 499 الہجری......1106 بعد از مسیح میں درس و تدریس کیلئے نیشاپور واپس آ گئے۔

انقلاب اور سفر کے جو حالات اور واقعات آپ نے بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ آپ کی ہی دو زبان میں پیش خدمت ہے۔

> ''آغاز شباب ہی سے جبکہ میری عمر ابھی 20 برس بھی نہ تھی اور آج تک جبکہ میری عمر 50 برس سے زائد ہے...... میری فطرت میں تحقیق حق اور حق و باطل میں امتیاز شامل تھا۔ لہٰذا میں ہر ایک باطنی...... ظاہری...... فلسفی...... صوفی...... عابد اور زندیق سے ملتا اور ان کے خیالات سے آگاہی حاصل کرتا۔ تحقیق حق کا یہ شوق میں نے بذات خود ہرگز اختیار نہ کیا تھا بلکہ ابتدا سے ہی میری فطرت میں شامل تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے تقلید کو خیرباد کہہ دیا اور جو عقائد بچپن سے سنتے سنتے ذہن پر نقش ہو چکے تھے وہ بے وقت دکھائی دینے لگے۔ لہٰذا جب میں نے یہ دیکھا کہ عیسائیوں کے بچے عیسائی اور یہودیوں کے بچے یہودی اور مسلمانوں کے بچے مسلمان ہوتے ہیں اور یہ حدیث میرے علم میں آئی کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر جنم لیتا ہے لیکن اس کے والدین اس کو یہودی...... عیسائی...... اور پارسی بنا دیتے ہیں تب میں نے اصلی فطری اور عارضی عقائد کی حقیقت جاننے کی کوشش شروع کی جو والدین اور اساتذہ کی تقلید سے جنم لیتے ہیں اور میں نے سوچا کہ میرا مقصد حقائق کے علم کا حصول ہے۔ لہٰذا مجھے

Marfat.com

یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بذات خود علم کی حقیقت کیا ہے میرے علم میں یہ بات آئی کہ حقیقی علم وہ ہے جس کے ذریعے سے معلوم (جس چیز کا علم حاصل کیا جائے) اس قدر واضح ہو جائے کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہے...... وہم...... اور غلطی کا کوئی احتمال باقی نہ رہے۔

مثال کے طور پر اگر مجھے اس امر کا یقین ہو جائے کہ دس کا عدد تین کے عدد سے بڑا ہے اور اس کے بعد کوئی شخص یہ دعویٰ کر کے کہ تین کا عدد دس کے عدد سے بڑا ہے اور یہ دلیل پیش کرے کہ میں عصا کو سانپ بنانے پر قادر ہوں اور وہ مجھے عصا کو سانپ بنا کر دکھا بھی دے تو اس سے میں حیران ضرور ہوں گا لیکن میرے اس یقین میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا کہ دس کا عدد تین کے عدد سے بڑا ہے۔

لہٰذا جب میں نے غور کیا تب مجھے معلوم ہوا کہ اس قسم کا یقینی علم مجھے محض محسوسات اور بدیہات کے بارے میں ہے لیکن جب کاوش میں اضافہ ہوا تب محسوسات میں بھی شکوک دکھائی دینے لگے۔

مثال کے طور پر سایہ دیکھنے میں ساکن اور غیر متحرک نظر آیا ہے لیکن تجربہ اور مشاہدہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ساکن یا غیر متحرک نہیں بلکہ آہستہ آہستہ حرکت پذیر ہے۔ محسوسات پر جب یقین نہ رہا تب واضح امور (بلدیات) پر بھی اعتماد اٹھ گیا مثال کے طور پر یہ بدیہی ہے کہ دس کا عدد تین کے عدد سے بڑا ہے اور جب محسوسات کے بارے میں عقل نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں تب عین ممکن ہے کہ عقل کے اوپر بھی ایک ایسا درجہ ہو جو یہ فیصلہ کرے کہ بدیہات بھی قابل یقین نہیں۔

مثال کے طور پر انسان خواب میں جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے

Marfat.com

اور ان کو یقینی تصور کرتا ہے لیکن بیدار ہونے کے بعد اس کے علم میں یہ بات آتی ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہ تھی لہٰذا حالت بیداری میں وہ جن محسوسات و معقولات کو یقینی سمجھتا ہے عین ممکن ہے کہ اس کے بعد وہ ایسی حالت سے دوچار ہو جائے جس سے اس کے علم میں یہ بات آئے کہ اس کی بیداری بھی ایک خواب تھی جس میں اس نے جن اشیاء پر یقین کیا تھا وہ قابل اعتماد ہرگز نہ تھیں۔ غالباً اسی حالت کا نام موت ہے یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ نیند میں ہیں جب وہ مر جائیں گے تب بیدار ہوں گے۔

میں تقریباً دو ماہ تک اسی حالت کا شکار رہا لیکن مابعد یہ حالت تو زائل ہو گئی لیکن مختلف مذاہب کے بارے میں جو شکوک تھے وہ باقی رہے۔

اس وقت محض چار فرقے موجود تھے متکلمین، باطنیہ، فلاسفہ اور صوفیاء میں نے ہر ایک فرقے کے عقائد اور خیالات کی تفتیش و تحقیق سرانجام دی اور علم مکدم سے آغاز کیا اور محققین اور متکلمین کی کتب کا مطالعہ کیا لیکن وہ میری تسلی کیلئے کافی نہ تھیں۔ علم مکدم کے بعد میں نے تقریباً دو برس تک فلسفے کی کتب کا مطالعہ کیا اور مزید ایک برس تک مزید غور و فکر سرانجام دیا اور میرے علم میں یہ بات آئی کہ علوم میں ریاضی اور منطق کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور ان کے دلائل درست ہیں...... طبیعات بھی عام طور پر مذہبی حیثیت سے قابل انکار نہیں۔ محض مابعدالطبیات (الٰہیات) کو مذہب سے تعلق ہے لیکن یہ علم یقینی نہیں کیونکہ فلسفیوں سے اس علم میں بخوبی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور میرے علم میں یہ بات آئی کہ فلسفے سے بھی میرا مقصد پورا نہیں ہوتا اور تمام مشکلات کے حل کیلئے محض عقل ہی کافی نہیں ہے۔

Marfat.com

آخر میں میں نے تصوف کی جانب رجوع کیا اور میرے علم میں یہ بات آئی کہ تصوف کی تکمیل کیلئے علم و عمل دونوں کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ علم چونکہ عمل سے زیادہ آسان ہے لہٰذا میں نے ابو طالب مکی اور حارث محاسبی کی کتب کا مطالعہ کیا اور جنید......شبلی......اور بایزید بسطامی وغیرہ کی تحریروں کا بھی مطالعہ کیا لیکن میرے علم میں یہ بات آئی کہ درحقیقت یہ عملی فن ہے۔ لہٰذا محض علم سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا اور عمل اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ جاہ وجلال وغیرہ چھوڑ کر زہد و ریاضت اختیار کی جائے اور دنیا سے منہ موڑ لیا جائے لہٰذا میں نے جاہ و جلال...... مال...... اہل و عیال اور دوستوں سے منہ موڑ لیا اور سفر کا فیصلہ کیا۔

شام پہنچنے کے بعد وہاں پر میں نے تقریباً چار برس تک قیام کیا اور اس دوران مجاہدہ اور ریاضت اور خلوت کے علاوہ کوئی دوسرا کام اختیار نہ کیا۔ میں دمشق کی مسجد کے مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتا تھا اور اعتکاف کیا کرتا تھا اور برس ہا برس تک میں اسی حالت کا شکار رہا اور اسی حالت میں اس نتیجے پر پہنچا محض صوفیا ہی خدا کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ ان کے اخلاق ہی اعلیٰ ہیں۔ ان کا راستہ درست ہے۔"

الغزالی کے اخلاقیات کے نظام میں علم کو بے حد اہمیت حاصل ہے اور علم کے بغیر بہتر اخلاق کا حصول ممکن نہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی برائیاں جاننا چاہتا ہے تب اسے ایک استاد کی تلاش کرنی چاہیے جو ان برائیوں کو جانتا ہو اور ان کا انکشاف کر سکے۔ وہ کسی سنجیدہ، مذہبی اور دانش مند دوست سے بھی درخواست کر سکتا ہے کہ وہ اس کی حالت اور افعال پر نظر رکھے اور اسے مطلع کرے کہ اس کے اندرونی اور بیرونی کردار میں کیا خامیاں اور برائیاں پائی جاتی ہیں۔ مزید برآں اس کے دشمن اس کے نقائص کی نشاندہی کرنے میں انتہائی معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

Marfat.com

حسد کی وجہ سے اگرچہ دشمنوں کی رائے غلط ہوسکتی ہے لیکن دانش مند افراد ان سے کافی زیادہ استفادہ حاصل کرسکتے ہیں اور ہم اس طور پر بھی اپنے آپ کو درست کرسکتے ہیں کہ ہم ان برائیوں اور خامیوں سے بچیں جو برائیاں اور خامیاں ہم دوسروں میں دیکھ کر کڑھتے ہیں کیونکہ جو برائیاں اور خامیاں دوسروں میں موجود ہوتی ہیں وہ ہم میں بھی موجود ہوسکتی ہیں۔

پروفیسر عمر الدین نے اپنے الغزالی کے مطالعہ میں یہ مشاہدہ کیا کہ:۔

''جب کوئی اپنے نقائص سے باخبر ہوجاتا ہے تب ان سے نجات حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اس کے الٹ عمل درآمد کا اطلاق کرے۔

''مثال کے طور پر ایک شخص جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد جائیداد ہے۔ اس پر یہ زور دیا جانا چاہیے کہ وہ فاضل جائیداد کو خدا کے نام پر خرچ کردے۔''

''اور اگر کوئی شخص غرور و تکبر کا حامل ہے تب اسے مارکیٹ میں بھیک مانگنے کیلئے بھیجنا چاہیے کیونکہ اس طرح اس کا غرور تکبر زائل ہوسکتا ہے''

اپنے کھانے پینے اور دیگر عادات کی بنا پر انسان حیوانوں سے مختلف ہرگز نہیں ہے۔ حیوانوں پر انسان کی فوقیت کا سبب اس کی یہ اہلیت ہے کہ وہ چیزوں کی نوعیت کو جانتا ہے اور اس کا یہ علم ہے کہ خدا خالق ہے۔ اگر کوئی سب کچھ جانتا ہے...... مگر اپنے خالق کو نہیں جانتا...... وہ کچھ بھی نہیں جانتا...... وہ جو اسے جانتا ہے...... وہ اس کی محبت میں اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اس سے محبت کرنے کا دستور یہ ہے کہ اسے تمام دنیا پر ترجیح دی جائے بہتر کردار کی دیگر علامات میں اپنی ذات کی اصلاح سرانجام دینے کی خواہش...... سچ بولنا...... ہمدردی...... عاجزی و انکساری...... رحمدلی...... خوش مزاجی اور حماقت سے گریز وغیرہ شامل ہیں۔

غزالی کہتے ہیں کہ:۔

''موت کا ایک دن مقرر ہے اور خبردار کیے بنا ہی روح قبض کرلی جائے گی خواہ کسی کو سو سالہ زندگی ہی کیوں نہ عطا کی گئی ہو......

Marfat.com

کوئی بھی شخص کبھی بھی اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اگر وہ اپنا سفر جاری نہ رکھے اور دھوپ میں بیٹھ جائے"

"اور کوئی کسی ایسے شخص کے بارے میں کیا سوچتا ہے جو حصول علم کی خاطر دیار غیر کا رخ کرتا ہے لیکن اپنی پڑھائی کو ملتوی کرتا رہتا ہے محض اس امید پر کہ وہ گھر واپس لوٹنے سے قبل آخری چند ماہ کے اندر اندر سب کو سیکھ لے گا؟"

"لوگ ایسے شخص پر ہنسیں گے کیونکہ تمام تر دانش وری اور علم حکمت اس قدر کم عرصے میں حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور لوگ ایسے شخص پر بھی ہنسیں گے جو قانون کا مطالعہ کیے بنا ہی قاضی کے عہدے پر تقرری حاصل کرنے کا خواہاں ہو"

"اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ وہ بڑھاپے میں اپنی نجات کا بندوبست کرے گا کیا اسے معلوم ہے کہ وہ لازماً بڑھاپے سے دوچار ہوگا کیا وہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ آج کا دن اس کی زندگی کا آخری دن بھی ہوسکتا ہے؟ وہ آج ہی کیوں نہیں اپنی نجات کا بندوبست کرتا۔

کیا خدا نے اسے بتا رکھا ہے کہ وہ اسے مزید وقت عطا فرمائے گا کہ وہ اپنی نجات کی تیاری کر سکے؟

اگر ایسا نہیں ہے تب کون سی چیز اس کی راہ کی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے وہ ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے کیا وہ ایک ایسے دن کے انتظار میں ہے جب ہر ایک انسان کیلئے یہ آسان بنا دیا جائے گا کہ وہ اپنی خواہشات پر فتح حاصل کر سکے؟

اور ایسا دن کبھی نہیں آئے گا کیونکہ خدا نے ایسا دن تخلیق ہی نہیں

Marfat.com

فرمایا ہے"

"کیا آپ جانتے ہیں کہ کتنے آنے والے کل گزرے ہوئے کل میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ آپ جو کچھ آج کر سکتے ہیں کیا وہی کچھ کل کرنا آپ کیلئے زیادہ مشکل نہ ہوگا؟

جنس کے جذبے کی مثال لیں۔ اگر اس پر آج ہی قابو نہ پایا گیا کل تک یہ زیادہ قوی ہو جائے گا یا پھر یہ اس درخت کی مانند ہے جسے کوئی شخص جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہے لیکن چونکہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا لہٰذا وہ اس کام کو مستقبل کیلئے ملتوی کر دیتا ہے۔ یہ شخص بخوبی جانتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ درخت کی جڑیں زیادہ مضبوطی کے ساتھ زمین میں پیوست ہو جائیں گی اور وہ بذات خود بوڑھا اور کمزور ہو جائے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص اپنے بڑھاپے میں وہ کام سرانجام نہ دے سکے گا جسے وہ اپنی جوانی میں سرانجام دینے سے قاصر رہا تھا۔ جذبات پر قابو پانا اسی طرح مشکل اور تکلیف دہ ہے جس طرح بھیڑیے کو سدھانا مشکل اور تکلیف امر ہے"

امام غزالی نے 19 دسمبر 1111ء کو اپنے آبائی گاؤں طاہران میں وفات پائی۔

Marfat.com

رومی

(Rumi)

الہجری 604 تا 672 / بعد از مسیح 1207 تا 1275

جلال الدین رومی ایک بہت عظیم صوفی بزرگ تھے۔ انہوں نے 13 ویں صدی کے آغاز میں جنم لیا تھا۔ رومی کی مثنوی فلسفیانہ سوچ سے بھری ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ رومی کی ملاقات شمس تبریز سے ہوئی۔ انہوں نے رومی سے پوچھا:۔

''علم حاصل کرنے یا سیکھنے اور عبادت کرنے کا کیا مقصد ہے؟''

رومی نے جواب دیا:۔

''یہ شریعت اور اس کے اصولوں کو جاننا ہے''

شمس تبریز نے جواب دیا کہ:۔

''نہیں...... مقصد وہ کچھ حاصل کرنا ہے جو جاننے کے لائق ہے''

اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھا:۔

علم کے مقابلے میں جہالت بہتر ہے
جو تمہیں وہ کچھ رکھتی ہے جو کچھ تم تھے

رومی بے حد حیران ہوئے، شمس تبریز کی بات ان کے دل کو لگی اور شمس تبریز کی محبت میں رہتے ہوئے رومی نے یہ محسوس کیا کہ انہیں زمین اور آسمان کے بھیدوں پر اپنی گرفت مضبوط کرنی چاہیے اور روحانی روشنی کے ذریعے حصول مقصد ممکن تھا۔

اگرچہ رومی ایک کامیاب اتالیق تھے اور ان کے گرد ان کے پیروکاروں اور

Marfat.com

شاگردوں کا ایک ہجوم رہتا تھا اور ان میں سے بہت سے افراد مفکرین اور صوفیاء کرام اب وہ (رومی) بذات خود شمس تبریزی کے شاگرد بن چکے تھے۔

مثنوی

مثنوی رومی عظیم ترین صوفیانہ نظموں کا ایک مجموعہ ہے جس نے اسلامی دنیا کے ادب پر انمٹ اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بمشکل ہی کوئی دوسرا ادبی مجموعہ ایسا ہوگا جس نے مسلمانوں کو اس قدر متاثر کیا ہوگا اور عرصہ دراز تک متاثر کیا ہوگا۔ دانش ورانہ اور ادبی حلقے گزشتہ چھ صد برسوں سے مثنوی سے تحریک حاصل کر رہے ہیں اور یہ ایک بیش قیمت ادبی مجموعہ ثابت ہوئی ہے۔

جلال الدین محمد رومی نے 1207ء بعد از مسیح میں بلخ میں جنم لیا تھا اور اناطولیہ یا روم میں مقیم ہوئے تھے۔ رومی کے والد بہاؤالدین ولید ایک قابل ذکر صوفی اور علم دین کے ماہر تھے۔ منگولوں کے خطرے کے پیش نظر جن کی پیش قدمی جاری تھی بہاؤالدین ولید نے اپنے آبائی قصبے کو خیرباد کہا۔ ان کی فیملی بھی ان کے ہمراہ تھی۔ انہوں نے نیشاپور میں فرید الدین عطار سے ملاقات کی۔ جنہوں نے جلال الدین کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔ حج بیت اللہ ادا کرنے کے بعد مشرق وسطیٰ سے سفر طے کرتے ہوئے ان کی فیملی اناطولیہ (روم) جا پہنچی اور یہی وجہ ہے کہ رومی مولانا کا لقب ٹھہرا تھا۔ یہ وہ علاقہ تھا جو ترک سلجوق سلطان علاؤالدین کے زیر حکومت خوشحالی سے دوچار تھا۔ جلال الدین نے شادی کی اور 1226ء میں ان کے پہلے بیٹے ولید نے جنم لیا۔ معمر بہاؤالدین کو یہ دعوت دی گئی کہ وہ اناطولیہ کے سلجوقوں کے دارالحکومت میں شہر کے بہت سے علم دین کے کالجوں میں سے ایک کالج میں پڑھائیں۔ ان کی وفات کے بعد جلال الدین نے ان کی جگہ اسی کالج میں پڑھانے کے فرائض سرانجام دیئے۔

انہوں نے غزنہ کے حکیم سنائی کی شاعری کا مطالعہ کیا تھا۔ اس شاعری میں بھی صوفیانہ ہدایات پیش کی گئی تھیں۔ علاؤالدین کی وفات کے بعد 1236ء میں جب منگولوں نے اناطولیہ پر حملہ کیا تب اندرونی صورت حال بے حد خراب ہو چکی تھی۔ مصائب کے اس دور میں جلال الدین ایک تجربے سے دوچار ہوئے جس نے انہیں صوفی شاعر میں تبدیل

Marfat.com

کردیا۔

رومی کی زندگی میں فیصلہ کن لمحہ 30 نومبر 1244ء کو آیا جبکہ ان کی ملاقات ایک جہاں گرد درویش تبریز کے شمش الدین سے ہوئی وہ ان کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ دونوں صوفی حضرات کئی دن اور ہفتے اکٹھے گزارتے تھے اور اس دوران کچھ بھی نہ کھاتے پیتے تھے اور نہ ہی انہیں دیگر جسمانی ضروریات محسوس ہوتی تھیں۔ ان کی گفتگو جلال الدین کو صوفیانہ محبت کی گہرائیوں میں لے گئی۔ کچھ دیر بعد شمس تبریزی غائب ہو چکے تھے (غالباً رومی کے کسی رشتہ دار نے حسد کی بنا پر انہیں ہلاک کردیا تھا) اور ان کی جدائی میں مولانا رومی ایک شاعر کے روپ میں داخل ہوگئے جو ان کی محبت کے گیت گاتے تھے۔ مولانا رومی سے بڑھ کر کوئی بھی صوفی شاعر مشرق کے مسلمانوں اور مغرب کے عیسائیوں پر اثرانداز نہ ہوا تھا۔ ان کے فارسی کاموں سے اسلامی صوفیانہ سوچ کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی طویل صوفیانہ نظم...... مثنوی (روحانی شاعری) کو 15 ویں صدی کے عظیم شاعر جامی نے فارسی زبان میں قرآن قرار دیا۔ ان کی مثنوی نے مسلم صوفیانہ سوچ اور ادب کو بے حد متاثر کیا۔

مولانا جلال الدین رومی کی تحریروں کو دو امتیازی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ منطقی شاعری جس نے شمس تبریزی کے ساتھ ملاقات کے نتیجے میں جنم لیا اور وہ دیوان شمس تبریز کہلائی اور اس میں چھ ہزار سے زائد اشعار ہیں اور نصیحت آمیز مثنوی جس میں تقریباً 26,000 اشعار ہیں۔ دیوان شمش تبریز ایک قابل ذکر ادب کا ایک حصہ ہے اور اس میں مصنف کے روحانی تجربات براہ راست شاعری کے ذریعے پیش کیے گئے ہیں۔ شاعری ایک ایسی صوفیانہ زندگی کا اظہار کرتی ہے جس کے تحت ہر ایک قاری اپنے دل پسند آئیڈیاز اور احساسات تلاش کرسکتا ہے۔ مثنوی صوفیانہ روایات کا ایک سرچشمہ ہے اور اس سے خدا کی محبت کے تجربے کی عکاسی ہوتی ہے۔ مولانا روم کے کام کا موضوع ہمیشہ محبت ہی رہا ہے۔

مثنوی یہ کہتی ہے کہ انسان اپنے دل کی طہارت اور پاکی کے ذریعے اپنی ذات کا علم حاصل کرسکتا ہے اور ایمانداری...... دیانت داری...... اور صداقت کو اپنا سکتا ہے دل جس قدر پاکیزہ ہوگا...... صاف شفاف ہوگا اس میں سے اسی قدر زیادہ آئینے کی مانند عکس دکھائی دے گا۔

رومی کے بقول کائنات محبت کی ایک سلطنت ہے۔ محبت کے مقابلہ میں قانون

Marfat.com

اور استدلال کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔

اقبال رومی میں ایک ایسا شخص محسوس کرتے تھے جو پیغمبروں اور درویشوں کی مانند مذہبی اعتقاد کو بطور سیکنڈ ہینڈ قبول نہ کرتا تھا۔ ان کے نزدیک ذاتی تجربہ منطقی دلائل سے بڑھ کر قائل کرنے والا تھا، لیکن مذہبی تجربے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جو لوگ اس تجربے سے دوچار نہیں ہوتے وہ اس تجربے کا ادراک کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اقبال نے درست کہا تھا کہ:۔

> ''دندان ساز میرے دانت کی درد پر مجھ سے ہمدردی تو کرسکتا ہے لیکن وہ میرے دانت کے درد کے احساسات کو محسوس نہیں کرسکتا''

مثنوی اپنے مصنف کے اندرونی احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔ وہ رومی کی بے انتہا روحانی محبت کی عکاسی کرتی ہے اور غالباً اسی میں اس کے مؤثر پن اور عالمگیر مقبولیت کا راز پنہاں ہے۔

Marfat.com

ابو سعد ابن ابی الخیر

(Abu Sa`d Ibn Abi`l Khayr)

(357 تا 440 الہجری/ 967 تا 1049 بعد از مسیح)

ابی الخیر صوفی ازم کی تاریخ میں ایک اہم ترین ہستی ہیں۔ انہوں نے ان وحدت الوجودی افکار کی نمائندگی سرانجام دی جنہیں بایزید بسطامی (وفات 261 الہجری/ 824 بعد از مسیح) نے متعارف کروایا تھا۔ وہ صوفی شاعری کے بانی تھے۔ انہوں نے رباعی تحریر کی اور ان کی شاعری میں اس علامتی اسٹائل اور تصور کی جھلک پائی جاتی ہے جسے فارسی صوفی ازم کے عظیم شاعروں فرید الدین عطار اور جلال الدین رومی نے متعارف کروایا تھا۔ مزید برآں وہ اولین ہستی تھے جنہوں نے فارسی رباعی پر صوفیانہ مہر لگائی۔ ان کے والد ابو الخیر دوا فروش/ پنساری/ عطار تھے۔ ابو سعد ابو القاسم اجری یاسین (وفات 380 الہجری/ 990 بعد از مسیح) کا حوالہ اپنے وعظوں میں پیش کرتے تھے۔ انہوں نے قرآن اور حدیث کا علم ابو علی ظہیر (وفات 389 الہجری) سے حاصل کیا تھا۔ درویش لقمان السراکشت (Sarakhst) کی ہدایت پر انہوں نے اپنے آپ کو صوفی ازم کی تعلیم کے حصول کیلئے وقف کر دیا تھا۔ وہ انہیں اپنا مرشد/ پیر تصور کرتے تھے اور مشکلات میں ان کی مدد اور معاونت حاصل کرتے تھے۔ سعد ابی خیر جزوی طور پر اپنا وقت اپنے والد کے گھر کے ایک کمرے میں تنہائی میں گزارتے تھے اور قریبی خانقاہوں میں بھی مقیم رہتے تھے۔ وہ قریبی صحرا کی پہاڑیوں میں اکثر مہینوں بھر کیلئے غائب ہو جاتے تھے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہوں نے دنیا کے ساتھ اپنے تمام روابط منقطع کر لئے تھے اور ترک دنیا

Marfat.com

اختیار کی تھی وہ غریب غرباء کی مالی امداد کیلئے بھیک مانگتے تھے۔ مساجد میں جھاڑو دیتے تھے۔

انہوں نے خوارن (Khawaan) میں ماہنا (Mahna) کے مقام پر 967 الہجری میں جنم لیا تھا۔ ابو سعد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابو علی سینا کے ساتھ ذاتی تعلقات استوار کیے تھے اور جب وہ جدا ہوئے تھے...... ایک مقبول عام داستان کے مطابق صوفی بزرگ نے کہا:۔

''میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ جانتا ہے''

جبکہ فلاسفر نے کہا کہ:۔

''جو کچھ میں جانتا ہوں وہ دیکھتا ہے''

ابن سعد ابی الخیر کو ایک مرتبہ صوفی ازم کی تعریف کرنے کے بارے میں کہا گیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا تھا کہ!

''جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے اسے ایک طرف رکھ دو (مثلاً خواہشات اور آرزو وغیرہ)''

انہوں نے مشاہدہ کیا کہ:۔

''خدا اور اس کے درمیان پردہ نہ ہی زمین ہے...... نہ ہی آسمان ہے اور نہ ہی تخت ہے بلکہ اپنی ذات اور فریب خیال/ وہم پردہ ہیں اور جب یہ پردہ ہٹ جاتا ہے تب خدا تک پہنچنا ممکن ہوتا ہے''

ان سے پوچھا گیا کہ:۔

''کیسے ایک بزرگ ہستی پانی پر چل سکتی تھی اور کیسے ایک اور بزرگ ہستی ہوا میں اڑ سکتی تھی اور کیسے ایک تیسری بزرگ ہستی آنکھ جھپکنے میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ سکتی تھی''

انہوں نے جواب دیا کہ:۔

''مینڈک پانی میں تیر سکتا ہے اور بطخ پانی کو چھوتے ہوئے گزر جاتی ہے''

''کوا اور مکھی ہوا میں سے گزر سکتی ہے اور شیطان ایک لمحے میں

Marfat.com

مشرق تا مغرب جا سکتا ہے"

انہوں نے مزید فرمایا کہ:۔

"یہ چیزیں کسی وقعت کی حامل نہیں ہیں۔ یہ انسان ہی ہے جو بنی نوع انسانوں میں سکونت اختیار کرتا ہے...... خرید و فروخت کرتا ہے...... شادی بیاہ کرتا ہے اور اپنی ساتھی مخلوق کے ساتھ منسلک رہتا ہے اور اس کے باوجود بھی وہ ایک لمحے کیلئے اپنے خدا کو فراموش نہیں کرتا"

Marfat.com

نظامی آف گانجا

(Nizami Of Ganja)

(وفات 1203ء بعد از مسیح)

ابو محمد نظامی فارسی میں رومانوی رزمیہ شاعری کے استاد تھے اور شاعرانہ ذہانتوں میں ان کا شمار فردوسی کے بعد ہوتا ہے۔ غالباً انہوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ رزمیہ شاعری کا مقصد نظریوں کا پرچار یا پراپیگنڈہ نہ تھا یا اعتقاد یا اخلاقیات کی شرائط کا پرچار نہ تھا بلکہ انسانی ذہن کے اچھے اور برے رجحانات کی تصویر کشی کرنا تھا، اور بنی نوع انسان کے جذبات کی تصویر کشی کرنا تھا۔ ان کے کلام کی رگوں میں صوفی ازم کی یہی برقی رو دوڑتی ہے اور اس کے ثبوت میں نظامی مخزن الاسرار پیش کرتے ہیں۔

> ''چونکہ میں صوفی ازم کے نظم ونسق سے راہ فرار اختیار نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے میں نے اسے اس خواجہ سے حاصل کیا۔ جب میرے استاد نے مجھے سکھانے کا آغاز کیا۔ انہوں نے نوکروی حلقوں کے دروازے کھول دیئے''

ان کا پہلا منظوم کلام مثنوی کی شکل میں تھا جس میں نظامی نے خدا اور انسان پر اپنی سوچوں کا اظہار کیا تھا اور انہوں نے جو تجربات حاصل کیے تھے وہ نصیحت آمیز صوفی اسٹائل کے حامل تھے۔ ''مخزن الاسرار'' صوفیانہ تصور کی حامل ہے۔

انہوں نے گانجا (Ganja) میں تقریباً 535 الہجری میں جنم لیا تھا (1171 بعد از مسیح) وہ اسران (Asran) کا پرانا صوبہ تھا۔ نظام الدین ابو محمد الیاس بن یوسف......

Marfat.com

ایک سنی مسلمان...... انہوں نے نگراش (Nagrash) سے اس مقام کی جانب ہجرت کی تھی جو قم کے صوبے کا ایک قصبہ تھا۔ انہوں نے شیعہ سنی اختلاف کی وجہ سے یہ قدم اٹھایا تھا۔ گانجا اس وقت تعلیم و تربیت کے مرکز کے علاوہ متقی اور پارسا لوگوں کی وجہ سے شہرت کا حامل تھا اور اس کے مکین کٹر سنی تھے۔ گانجا کا ماحول اپنی نیکی اور پارسائی کیلئے مشہور تھا۔ تعلیم و تربیت نظامی کی فیملی کی اعلیٰ خصوصیات تھیں۔

> ''علم فلکیات اور مخفی سائنسوں میں جو کچھ پایا جاتا تھا...... میں نے ایک ایک کر کے وہ سب کچھ پڑھا تھا اور ہر ایک راز سے پردہ اٹھایا تھا اور جب میں نے یہ پردہ اٹھالیا تب میں نے صفحے کو بند کر دیا''

ان میں شاعرانہ ذہانتیں بھی پائی جاتی تھیں...... نیک...... پارسا...... اور عالم فاضل لوگوں کی صحبت اور صوفیانہ شاعری میں ان کی دلچسپی نے ان کی زاہدانہ زندگی کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ وہ فطری خوبصورتی کو سراہتے تھے اور اپنے روحانی استاد کی رہنمائی میں صوفی ازم کی شاہراہ پر گامزن تھے۔ وہ خدا سے بے حد محبت کرتے تھے اور خوف خدا میں مبتلا رہتے تھے۔ ایک کٹر صوفی ہونے کی وجہ سے وہ بادشاہوں کے درباروں سے دور رہتے تھے اگرچہ ان کو درباروں سے وابستہ ہونے کی دعوتیں بھی موصول ہوتی تھیں۔

نظامی کی اعلیٰ ترین خصوصیت یہ تھی کہ وہ ترش رو مزاج کے حامل نہ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

> ''ایک سچے ایماندار کو خوش مزاج ہونا چاہیے جبکہ کافر ترش رو ہوتے ہیں۔ اگر میں نے گناہوں کا ارتکاب نہ کیا ہوتا تب میں معاف کرنے والے کو کیسے پکارتا''

وہ پہلے عظیم رومانوی شاعر تھے۔ اگرچہ مابعد آنے والے شاعر خسرو یا جامی بھی ان کے پائے کے شاعر تھے مگر ان سے بڑھ کر ہرگز نہ تھے۔ گانجا کے نظامی اپنے پیش رو اور جانشین شاعروں سے بڑھ کر شاعر تھے۔ وہ فارسی کے عظیم ترین رومانوی شاعر ہیں اور یہ بات اس وقت ثابت ہوئی تھی جبکہ نظامی نے مثنوی کی پہلی پانچ عظیم نظمیں تخلیق کی تھیں۔ (جنہیں خمسہ'' یا پانچ گنج'' یعنی پانچ خزانے کہا جاتا ہے۔ انہوں نے 561 الہجری

Marfat.com

(1165-1166 بعد از مسیح)) میں یہ نظمیں تخلیق کی تھیں۔ انہوں نے 1188-1189 بعد از مسیح میں لیلیٰ مجنوں" تحریر کیا تھا اور 1191 بعد از مسیح میں "اسکندر نامہ" تحریر کیا تھا (اسکندر اعظم کا رومانس جس نے ادبی حلقوں میں مقبولیت پائی تھی) اور آخر "ہفت پیکر" یا سات خوبصورتیاں" 1198-1199 بعد از مسیح تحریر کی تھیں۔

انہوں نے 599 الجری (1203 بعد از مسیح) میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر 63 برس سے تجاوز کر چکی تھی۔

Marfat.com

سعدی

(Sadi)

(1194 تا 1313 بعد از مسیح)

سعدی یقیناً اعلیٰ ترین ذہانتوں کے حامل افراد میں سے ایک فرد تھے۔ وہ اعلیٰ فہم وفراست کے حامل تھے۔ وہ انسانوں اور ان کے اطوار کا بخوبی مشاہدہ سرانجام دیتے تھے۔ ان کا کام ان کی فہم وفراست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

شیخ شرف الدین سعدی جنہیں سعدی شیرازی بھی کہا جاتا تھا (1194 تا 1313 بعد از مسیح)...... انہوں نے 12 ویں صدی کے اختتام کے قریب شیراز میں جنم لیا تھا جو فارس کا مشہور دارالحکومت تھا۔ فارس کے عام دستور کے مطابق انہوں نے اپنے لئے ''سعدی'' بطور تخلص منتخب کیا (شاعرانہ نام) یہ تخلص انہوں نے اپنے سرپرست اور مربی عطا بیگ سعد بن زنگی حکمران فارس کے نام پر رکھا تھا جو اپنے علاقے کے عالم فاضل لوگوں کی حوصلہ افزائی سرانجام دیتا تھا...... عبداللہ کا بیٹا اور ایک ''علوی'' حضرت علی ابن طالب کی اولاد میں سے تھے...... وہ ایک عالم فاضل صوفی تھے اور سائنس کی ہر ایک شاخ پر دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے عبدالفرخ ابن جوزی سے تعلیم حاصل کی تھی اور دینی تعلیم عبدالقادر جیلانی سے حاصل کی تھی اور عبدالقادر جیلانی کے ساتھ انہوں نے پہلے حج بیت اللہ کیلئے مکہ شریف کا سفر سرانجام دیا تھا اور یہ سفر انہوں نے چودہ مرتبہ سرانجام دیا تھا اور اکثر پیدل حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ نورالدین عبدالرحمٰن جامی جو جامی کے نام سے جانے جاتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

"سعدی نے دور دراز کے سفر طے کیے تھے اور بہت سے عجیب و غریب ممالک دیکھے تھے"

انہوں نے اکثر پیدل حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی تھی اور ایک مرتبہ وہ ہندوستان کے مالابار ساحل جاپہنچے تھے اور انہوں نے کشمیر کی سیاحت بھی سرانجام دی تھی۔

بنارس کے ابراہیم خان اپنے صہوفی ابراہیم (Sohofi Ibrahim) میں کہتے ہیں کہ!

"سعدی کے وسیع تر سفروں/ سیاحتوں کی چند ایک وجوہات یہ تھیں کہ وہ عجیب وغریب شہر اور علاقے دیکھتے تھے۔ اپنی مہمات کی تفصیل پیش کرتے تھے۔ زندگی کے نشیب وفراز دیکھتے تھے۔ بصیرت یافتہ لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور سائنس اور علم حاصل کرتے تھے"

جیسا کہ سعدی بوستان میں کہتے ہیں کہ:۔

"کیا یہ عالم پرسکون ہونے سے قبل اپنے مرکز سے ہلا نہ تھا؟ کیا سعدی نے سفر طے کرتے ہوئے سائنس اور علوم حاصل نہ کیے تھے؟"

اپنے دنیاوی تجربے کے بارے میں سعدی اپنے غیر معمولی فلسفے کے ساتھ بات کرتے ہیں کہ:۔

"قسمت نے مجھے حکم صادر کیا کہ مجھے اصفہان چھوڑ دینا چاہیے میری روزی اب اس جگہ سے مزید وابستہ نہ رہی تھی۔ میری قسمت مجھے عراق سے شام لے گئی اور اس مقام پر میرا عارضی قیام خوش کن تھا۔ جب شام سے میرا جی اکتا گیا تب میرے دل میں دوبارہ اپنا گھر دیکھنے کی خواہش جنم لینے لگی اور مجھے امید تھی کہ واپسی کے سفر کے دوران میں عراق کے صوبے سے گزروں گا"

سعدی 116 برس تک زندہ رہے

Marfat.com

دولت شاہ کہتے ہیں کہ:۔

''سعدی کی طویل زندگی کے ابتدائی 30 برس مطالعہ اور علم کا ذخیرہ کرنے میں گزرے تھے۔
اگلے 30 یا غالباً 40 برس وسیع تر سفر کے دوران تجربات سے دوچار ہونے میں گزرے تھے۔ انہوں نے اپنی بقایا زندگی گوشہ نشینی میں گزاری تھی جبکہ وہ پرہیزگاری اور روحانی سربلندی میں اپنی مثال آپ تھے''

اس لئے ان کا کام پختہ کار تجربے کا نچوڑ تھا۔

سعدی کو کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا اور انہوں نے کئی ایک نظمیں بہت سے ان ممالک کی زبانوں میں تحریر کی تھیں جن ممالک کا انہوں نے سفر طے کیا تھا۔

''میں نے دنیا کے مختلف علاقوں کی جہاں گردی کی ہے اور ہر جگہ میں وہاں کے مکینوں کے ساتھ گھل مل گیا تھا اور میں نے ہر ایک جگہ سے کچھ نہ کچھ حاصل کیا تھا''

گلستان سے اقتباس:۔

''انہوں نے دانش ور لقمان سے پوچھا کہ:۔
آپ نے آداب کہاں سے سیکھے۔
انہوں نے جواب دیا کہ!
ان لوگوں سے جو اچھے طریقوں اور ادب و آداب سے واقف نہ تھے۔
میں نے ان لوگوں میں جو چیز ناگوار پائی......
میں نے اسی چیز سے بچنے کی کوشش کی''

''دوبارہ......انہوں نے بچھو سے پوچھا کہ:۔
تم سردیوں میں کیوں باہر نہیں نکلتے؟
اس نے جواب دیا کہ!

Marfat.com

مجھے گرمیوں میں کیا عزت بخشی جاتی ہے جو میں سردیوں میں
باہر نکلوں"

درج ذیل جانی پہچانی حکایت سے اچھے معاشرے کے فوائد عیاں ہوتے ہیں۔

"ایک روز میں غسل خانے میں تھا میرے ایک دوست نے
میرے ہاتھ میں مٹی کا ایک ٹکڑا تھمایا جو خوشبو سے مہک رہا تھا۔
میں نے اسے تھام لیا اور کہا کہ:۔
کیا تم مشک ہو یا عنبر ہو کیونکہ مجھے تمہاری خوشبو بہت بھلی معلوم
ہوتی ہے۔
اس نے جواب دیا کہ:۔
میں ایک ادنیٰ سا مٹی کا ٹکڑا ہوں لیکن میں کچھ دیر تک گلاب کے
پھول کی محبت میں رہا ہو...... میرے ساتھی کی میٹھی میٹھی اور بھینی
بھینی خوشبو مجھ میں بھی رچ بس گئی ہے وگرنہ میں محض مٹی کا ایک
ٹکڑا تھا جیسا کہ میں دکھائی دیتا ہوں"

سعدی کے اسٹائل کی عظیم ترین خوبصورتی اس کی خوشنما سادگی ہے ان کا تخیل مدبرانہ ہے اور ان کے کاموں میں مفید اور شریفانہ جذبے پائے ہیں اوسلے ان کے بارے میں کہتا ہے کہ!

"فارس کا چمکدار ترین زیور...... نیکی اور پارسائی کا حامل...... فہم
وفراست کا حامل اور عالم فاضل"

ان کی گلستان چین کے وسط اور افریقہ کی انتہائی سرحدوں تک انتہائی توجہ سے پڑھی جاتی ہے اور اس کی تعریف سرانجام دی جاتی ہے۔ مغربی مفکرین بھی ان کے اسٹائل کی تازگی کو سراہتے ہیں اور ان کی زبان کی چمک دمک کی تعریف کرتے ہیں۔ جامی انہیں شیراز کی بلبل کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔

سعدی کے فلسفے سے درج ذیل حکایت قابل غور ہے:۔

"انہوں نے کہا کہ:۔
میں کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لایا تھا لیکن ایک مرتبہ جبکہ میں

Marfat.com

ننگے پاؤں تھا اور میرے پاس جوتے خریدنے کیلئے پیسے نہ تھے
لیکن میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جس کے پاؤں ہی
نہ تھے اور میں اپنے مقدر سے مطمئن ہوگیا"

گلستان یا گلاب کا باغ اور بوستان یا میوے کا باغ

گلستان حکایات کا مجموعہ ہے جن کا تعلق ان کے مشاہدے اور تجربے کے ذخیرے سے ہے۔ سعدی کی مقبولیت کا راز ان کی فراخ دلی اور بے تعصبی ہے۔ ان کی تحریریں مشرق کا عالم اصغر ہیں۔

اگرچہ سعدی نے اپنی گلستان تقریباً نو صد برس قبل تحریر کی تھی لیکن اس کی مہلک آج بھی تازہ ہے۔

جامی کہتے ہیں کہ:۔

"فہم و فراست کے حامل لوگ سعدی کے شاعرانہ کلام کو
شاعروں کا "نمک دان" کہتے ہیں۔"

جب اختیارات ایسے شخص کے ہاتھوں میں آتے ہیں
جو درست راستے سے بھٹک چکا ہوتا ہے
وہ اسے اعلیٰ عہدہ تصور کرتا ہے (لیکن حقیقت میں)
وہ ایک گڑھے میں گر چکا ہوتا ہے۔

(سعدی)

ایک اور شعر میں سعدی کہتے ہیں کہ:۔

"لوگوں کی رسوائی کا باعث ان کے حکمرانوں کی بدعنوانی بنتی ہے"

وہ لوگ جو حکومت میں ہیں اور حکمرانی کے ساتھ چمٹا رہنا چاہتے ہیں سعدی ایسے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ:۔

سلطنت اور عہدے پر اعتبار نہ کرو
کیونکہ وہ تم سے پہلے بھی موجود تھے...... اور
تمہارے بعد بھی موجود رہیں گے۔

(سعدی)

Marfat.com

میں اب درج ذیل میں سعدی کی چند حکایات اور اقوال گلستان اور بوستان پیش کرتا ہوں جو قارئین کرام میں دلچسپی اجاگر کرنے کا باعث ثابت ہوں گے کہ وہ اس عظیم دانش ور کی زندگی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں۔

یتیموں کی قابل رحم حالت پر

کسی یتیم کے سامنے اپنے بچے کو پیار نہ کرو
کیونکہ اگر یتیم روتا ہے......کون
اس کی اشک شوئی کیلئے موجود ہے؟
اگر یتیم اپنے والدین کے سائے سے محروم ہو چکا ہے
اسے اپنے سینے سے لگالو
اور اسے والدین کی محبت عطا کرو
یاد رکھو اگر یتیم روتا ہے
خدا کا تخت کانپتا ہے
اگر تم اپنے بچے کو پیار کرنا چاہتے ہو
پہلے یتیم کو پیار کرو۔

اے سعدی......تمہاری طرح ایک یتیم...... جو تین برس کی عمر میں والدین کے سائے سے محروم ہو گئے تھے......ہی ایک یتیم کی قابل رحم حالت کو بخوبی جانتا ہے۔

یہ پیرہ جب میں نے 30 برس قبل پڑھا......اس نے مجھے میری گہرائیوں سے ہلا کر رکھ دیا...... اور میں ایک بچے کی مانند رویا اور میں نے یتیموں کی قابل رحم حالت اور ضرورت مندوں کی قابل رحم حالت پر غور کرنا شروع کیا اور اس طرح میں مکمل تبدیلی سے ہمکنار ہوا۔

خیر خواہی پر

ہر وقت خیر خواہی کیلئے تیار رہو
کیونکہ روح کا خالق خیر خواہ ہے

Marfat.com

طمانیت پر

طمانیت ان کا مقدر ہے
جو خوش قسمت ہیں

رازوں کی حفاظت پر

انسانوں کے چھپے ہوئے عیب عیاں نہ کرو کیونکہ
ان کی توہین سرانجام دیتے ہوئے تمہیں شہرت میسر نہ آئے گی
کوئی بھی راز کسی دوست کے حوالے نہ کرو
کیونکہ وہ کسی بھی وقت تمہارا دشمن بن سکتا ہے
کسی بھی دشمن کی برائی نہ کرو
کیونکہ کسی بھی دن وہ تمہارا دوست بن سکتا ہے۔

سعدی ہمیں ایک تاجر کے بارے میں بتاتے ہیں جس کے ایک ہزار دینار گم ہوگئے تھے وہ اپنے بیٹے کو خبردار کرتا ہے کہ وہ یہ بات کسی کو نہ بتائے۔

اس کا بیٹا سوال کرتا ہے کہ:۔

"کیوں؟"

تاجر نے جواب دیا کہ:۔

"اس طرح بدقسمتی دوگنی ہوجائے گی۔ اول ایک ہزار دیناروں کی گمشدگی اور دوم ہمارے نقصان پر ہمارے ہمسایوں کی خوشی"

ناشکری پر

انسان اشرف المخلوقات ہے اور جانوروں میں رسوا ترین بے شک کتا ہے لیکن دانشوروں کی رائے ایک کتا اگر اپنی خوراک کیلئے شکرگزاری کا اظہار کرتا ہے...... وہ ایسے انسان سے بڑھ کر قابل احترام ہے جو اظہار تشکر سے عاری ہے۔

"ایک کتا روٹی کے اس ٹکڑے کو کبھی نہ بھولے گا جو اسے عطا کیا جائے گا خواہ اس کے بعد آپ اس کے سر پر سینکڑوں پتھر برسائیں"

Marfat.com

روئے زمین پر بے وقعت ترین اشیاء درج ذیل چار اشیاء ہیں!

بنجر زمین پر بارش

سورج کی روشنی میں چراغ

ایک اندھے شخص کے نکاح میں دی گئی خوبصورت عورت

ناشکرے کے ساتھ کی جانے والی نیکی

''اس کے مشکور رہیں جس نے آپ کے ساتھ نیکی کی ہے

اور جو آپ کا مشکور ہے اس کے ساتھ نیکی کریں''

کسی کے احساسات کو مجروح نہ کریں

کسی کے زخمی اور دکھی دل کے دھوئیں سے بچو

کیونکہ اندرونی زخم بالآخر تپش بن جائے گا

کسی کے دل کو اس قدر دکھی نہ کرو

کہ وہ اس دکھ کو برداشت نہ کر سکے

ایک آہ تمام دنیا کو شعلے میں تبدیل کر سکتی ہے

مصالحت پر

ایک دوست جس کے ساتھ مصالحت کرنے کیلئے ایک عرصہ درکار ہے

اس سے ایک دم اجنبیت اختیار کرنا کس قدر غلط اقدام ہے

چند اشعار

برسوں کے تغیر و تبدیل کے بعد ایک پتھر

ایک ہیرے میں تبدیل ہوتا ہے......توجہ کریں

اور اسے یک دم تباہ و برباد نہ کریں

دوسرے پتھر کے ساتھ ٹکراتے ہوئے

دماغ کے دیوالیہ پن پر

پرانی کہاوت

Marfat.com

''ایک بد پرندہ ایک بد انڈا ہی دیتا ہے''

سعدی اس کی وضاحت کچھ یوں کرتے ہیں کہ:۔

''کوئی ایسا شخص جس کا ماخذ ہی بد ہے اس سے نیکی کا عکس کیسے جھلک سکتا ہے۔ ہم ایک برے لوہے سے کیسے ایک اچھی تلوار بنا سکتے ہیں؟

ایک بے وقعت شخص محض تعلیم سے ایک قابل قدر شخص نہیں بن سکتا۔

بری عادات جو کسی شخص کی فطرت میں رچ بس گئی ہوتی ہیں......

وہ محض موت کی گھڑی ہی ان سے نجات حاصل کر سکتا ہے''

داستان

ایک شریف آدمی کا بیٹا بے وقوف اور غبی تھا۔ اس نے یہ کہتے ہوئے اسے ایک عالم فاضل شخص کے پاس بھیجا کہ:۔

''حقیقت میں آپ اس نوجوان کو ہدایت سے نوازیں گے۔ وہ ایک سمجھ دار وجود بن سکتا ہے۔ اس نے کچھ دیر تک کیلئے اسے اسباق سے نوازا لیکن اس نوجوان پر ان کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے اس کے باپ کو یہ کہتے ہوئے پیغام ارسال کیا کہ:۔

برخوردار دانشوری اختیار نہیں کر رہا اور اس نے مجھے بھی احمق بنا دیا ہے''

سعدی کہتے ہیں کہ:۔

''اگر خلقی/ پیدائشی اہلیت اچھی ہوگی۔ تب تعلیم اس پر اثر انداز ہوسکتی ہے، لیکن کوئی بھی پالش کرنے والا یہ نہیں جانتا کہ ایک برے مزاج کے حامل لوہے کو کیسے پالش کرنا ہے۔ ایک کتے کو سات مرتبہ کسی سمندر میں دھوئیں اور جب تک وہ گیلا ہے وہ غلیظ اور ناپاک ہے وہ مسیح علیہ السلام کے گدھے کو مکہ شریف

Marfat.com

لے گئے تھے واپسی پر وہ ہنوز گدھا ہی تھا"

خاموشی کی برکتیں

"میں نے ایک دوست سے کہا کہ میں نے بولنے کی بجائے خاموش رہنے کا انتخاب کیا ہے کیونکہ کئی ایک مواقع پر اچھے اور برے الفاظ آپس میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں لیکن دشمنوں کی آنکھیں اسی پر لگی ہوتی ہیں جو کچھ برا ہوتا ہے۔

اس نے جواب دیا کہ:۔

دشمن ہماری زیادہ خدمت سرانجام دیتا ہے جو کسی اچھائی کو نہیں دیکھتا"

مداخلت اور خلل اندازی پر

"میں نے ایک مرتبہ ایک فلسفی کو یہ کہتے سنا کہ کسی نے کبھی اپنی جہالت کا اعتراف نہیں کیا ماسوائے میرے...... جو اس وقت بات کا آغاز کرتا ہے جبکہ دوسرے نے اپنی بات ابھی ختم نہیں کی ہوتی"

جاہل کے ساتھ بحث مباحثے پر

سعدی بیان فرماتے ہیں کہ جاہل کے ساتھ بحث مباحثہ سرانجام دینا کیسا ہے

"ایک عالم فاضل شخص جو ایک جاہل کے ساتھ بحث مباحثے میں مشغول ہوتا ہے اسے اپنے وقار کی معاونت کی کوئی امید نہیں ہوتی اور اگر جاہل اس پر حاوی ہو جاتا ہے...... ہمیں حیران نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ ایک پتھر ہے جو ایک ہیرے کو کچل سکتا ہے"

اگر ایک باشعور شخص کے ساتھ بے شعور شخص ناروا سلوک کرتا ہے اس پر ملال نہیں کرنا چاہیے

Marfat.com

اگر ایک بے وقعت پتھر کا ٹکڑا سونے کے ایک کپ کو کچل سکتا ہے
اس کی وقعت میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی سونے کی وقت کم ہوتی ہے
خدا مہربان اور ہمدرد ہے۔ سعدی اس سلسلے میں اپنے اسٹائل میں درج ذیل شعر کہتے ہیں:۔

خدا کی فیاضی اور وقار کی جانب متوجہ ہو
غلام گناہ کرتا ہے لیکن خدا شرم کھاتا ہے
چونکہ وہ مہربان ہے...... وہ اپنی مخلوق کو معاف فرما دیتا ہے
سعدی کے فلسفے کی اس کلید کے ساتھ ہم شاعر سعدی کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔
دانشوری اور خوبصورتی ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتی ہے...... یہ سعدی ہیں
جب جان جانِ آفریں کے حوالے کرنے لگو
بہتر ہے کہ اسے وقار کے ساتھ حوالے کرو
یہ دنیا کا خاتمہ ہے
موت کے بعد اس فرد کا نام باقی رہنا چاہیے
میں نے محض اِدھر اُدھر سے چند حکایتیں پیش کی ہیں تا کہ قارئین کرام کو سعدی کے اخلاقیات کے بارے میں روشناس کروایا جا سکے جو کہ کسی نوجوان کو یہ تحریک بخش سکتی ہیں کہ وہ ان کے کاموں کو مفصل طور پر پڑھیں بالخصوص سعدی کی گلستان...... بوستان...... اور کلیات اور زیادہ سے زیادہ طمانیت اور خوشی اخذ کریں۔

Marfat.com

حافظ شیراز

(Hafiz-I-Shiraz)

(وفات 1389 بعد از مسیح)

ہم فردوسی کی شان و شوکت کی حامل پرجلال اور باجمال زبان کی قدر کرتے ہیں اور سعدی کو معلم اخلاق تسلیم کرتے ہوئے ان کی بھی قدر کرتے ہیں لیکن دیوان حافظ اس سے بھی بڑھ کر قدر و منزلت کا مستحق ہے۔ اس میں ہم اہل فارس کی ذاتی زندگی کی جھلک دیکھتے ہیں...... اس کا ذہنی رجحان دیکھتے ہیں اور اس کی سوچ کا انداز دیکھتے ہیں۔

خواجہ شمس الدین محمد حافظ نے 14 ویں صدی کے آغاز میں شیراز میں جنم لیا تھا اور وہ اس وقت حیات تھے جب امیر تیمور نے سلطنت کے آخری سلطان شاہ منصور کو شکست دی تھی۔

دولت کہتے ہیں کہ حافظ دانش وروں کا بادشاہ اپنے دور کا ایک عجوبہ تھا۔ لوگ انہیں لسان غائب (غائب کی زبان) کہتے تھے۔ جامی (898 الہجری/ 1492 بعد از مسیح) کہتے ہیں کہ!

> ''میں اس صوفی پیر کو نہیں جانتا جس سے حافظ نے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی لہٰذا میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا تعلق کس مذہبی سلسلے سے تھا لیکن اس کے کلام کے پیش نظر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک ممتاز صوفی تھا''

انہوں نے اسے لسان غائب (غائب کی زبان) کا خطاب دیا تھا اور ترجمان الاسرار کا بھی خطاب دیا تھا یعنی اسرار اور بھیدوں کی تشریح سرانجام دینے والا کیونکہ ان کی

Marfat.com

شاعری بے ساختہ اور کسی تکلیف کے بغیر بہتی تھی جیسے وہ کسی دوسری دنیا سے آئی ہو۔ حافظ نے 1389 بعد از مسیح (791 الہجری) میں وفات پائی تھی۔ انہوں نے شیراز میں وفات پائی تھی جہاں پر زائرین ان کے مزار کی زیارت کرتے ہیں۔ ان زائرین میں ہر عمر کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔

رضا قلی بیان کرتے ہیں کہ "پیر" جنہوں نے حافظ کی رہنمائی سرانجام دی وہ مولانا شمس الدین شیرازی تھے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ شیراز سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جسے "پیر سبز" کہا جاتا ہے یہ مقام ایک پہاڑی پر واقع ہے جسے باباکوہی کہا جاتا ہے۔ آئیڈیا یہ تھا کہ کسی بھی نوجوان کو سوئے بغیر 40 مسلسل راتیں اس مقام پر گزارنی تھیں اور جو نوجوان یہ کام کرنے میں کامیاب ہو جاتا وہ ایک شاندار شاعر بن سکتا تھا۔ حافظ اس وقت نوجوان تھے اور انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ یہ کام سرانجام دیں گے۔ پیر سبز پر 41 ویں صبح ایک معمر شخص (خضر) سبز لباس میں ان کے پاس آئے اور انہیں حیات جاودانی کے پانی کا پیالہ عطا کیا۔

ان کی شاعری پر قوت تخیل کی حامل ہے۔ وہ عالی شان ہے۔ وہ دنیا کی جھوٹی شان کی بات کرتے ہیں...... گناہ کی طاقت اور قوت کی بات کرتے ہیں...... خالق کی عظمت کی بات کرتے ہیں...... نوجوانی کی مسرتوں کی بات کرتے ہیں...... اس دنیا سے لطف اندوزی کی بات کرتے ہیں...... عالمگیر بھلائی اور خیر خواہی کی بات کرتے ہیں...... ضمیر کی آزادی کی بات کرتے ہیں۔

نوجوان ان کی شاعری کو نوجوانی اور مسرت کا وقت گزارنے کی اتھارٹی تصور کرتے ہیں...... دانا اور دانشور ان کے مذہبی جوش...... جذبے...... اور ولولے کو خدا کی عطا سمجھتے ہیں ان کے صوفیانہ کلام کو بطور دعا بروئے کار لاتے ہیں۔ شیخ اور صوفیا کرام...... تمام کے تمام دیوان حافظ کو کاملیت کی کلید تصور کرتے ہیں۔

جب امیر تیمور نے سلطان زین العابدین کی سلطنت کو تہہ و بالا کیا...... تب شیراز کے لوگوں کو عام معافی عطا کی۔ حافظ بھی اسی شہر کے باسی تھے۔ شہر میں وہ ایک عدد مکان کے مالک بھی تھے لہٰذا ان کا نام ان لوگوں کی فہرست میں شامل تھا جنہیں تاوان جنگ ادا کرنا تھا۔ ٹیکس کلکٹر کو واضح ہدایات دی گئیں کہ وہ حافظ سے اس قدر رقم وصول کرے۔ اس

Marfat.com

صورتحال میں حافظ نے امیر تیمور سے ملاقات کی اور اپنے آپ کو دیوالیہ اور کنگال ظاہر کیا..... امیر تیمور نے کہا کہ!

تم وہ شخص ہو جس نے یہ شعر کہا تھا کہ:۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
نجال نیدوش بچشم سمر قند و بخارا

ترجمہ:۔

اگر ترک کی وہ شیراز میرا دل اپنے ہاتھ میں تھام لے میں اس کے سیاہ تل پر سمرقند اور بخارا نچھاور کر سکتا ہوں

تیمور نے کہا کہ:۔

''جو شخص ایک تل کے عوض بخارا اور سمرقند نچھاور کرنے پر تیار ہو وہ دیوالیہ نہیں ہو سکتا''

خواجہ حافظ نے کہا کہ:۔

''اے دنیا کے شہنشاہ ...... میں اپنی اسی فیاضی اور فضول خرچی کی بنا پر قابل رحم حالت کا شکار ہوا ہوں''

امیر تیمور یہ یہ جواب سن کر خوش ہوا اور تاوان کی رقم معاف کر دی اور حافظ کو رہا کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ امیر تیمور نے اسے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھی دی اور اس کی پشت پر تھپکی بھی دی۔

جونہی حافظ بڑھاپے کے دور میں داخل ہوئے...... کہا جاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ مذہبی فلاسفر کے روپ میں ڈھل گئے اور ان کی شاعری اس قدر مجازاً اور اصطلاحاً تھی کہ ان کی زبان کو مسلمان اسراروں یا بھیدوں کی زبان کہنے لگے تھے۔

ان کی وفات کے بعد سید قاسم انور جو حافظ کے پیروکار تھے انہوں نے ان کے منظوم کلام کو ایک دیوان کی شکل عطا کی اور یہ دیوان:۔

''دیوانہ خواجہ حافظ''

کہلایا

ان کی فہم وفراست اور ذہانت کو دنیا بھر میں تسلیم کیا گیا ہے اور سراہا گیا ہے مرزا

Marfat.com

مہندی خان کہتے ہیں کہ:۔

''تورس (Tauris) کے خلاف اپنی مہم پر روانہ ہونے سے قبل نادر شاہ نے دیوان حافظ کی جانب رجوع کیا۔ کتاب کو کھولا گیا اور کھولنے کی جگہ سے پیچھے کی جانب سات لائنیں شمار کی گئیں...... انگلی جس جگہ پر آئی وہ یہ تھی کہ:۔

عراق و فارس گرفتی بشعر خود حافظ
بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است''

ترجمہ

حافظ اپنی شاعری کی بدولت
اگرچہ ''عراق اور فارس'' جیت چکا ہے
اب باری ہے
بغداد اور تبریز کا وقت ہے

لہٰذا نادرہ شاہ مہم کیلئے روانہ ہوا اور کامیاب ہوا۔

چارلس اسٹورڈ کہتا ہے کہ:۔

''حافظ اپنی پارسائی...... پرہیزگاری...... زہد و تقویٰ کیلئے مشہور تھے وہ اپنا زیادہ تر وقت گوشہ نشینی میں گزارتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو خدا کی خدمت کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ ان کے ہم وطن انہیں ایک برگزیدہ ہستی تصور کرتے تھے۔ ان کی دولسانی نظمیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ انہیں عربی زبان کا بخوبی علم تھا۔

منصور الحلاج کی سزائے موت پر حافظ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:۔

وہ جو اپنی خواہش کو پالیتے ہیں منصور کی مانند پھانسی پر چڑھ جاتے ہیں
اگرچہ وہ رنج والم سے دوچار ہوتے ہیں
وہ تدارک اور مداوے کی امید رکھتے ہیں

حافظ مزید کہتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

کشد نقش انا الحق بر زمین خون
چو منصورم کشی بردارم امشب

ترجمہ

''میرا خون بھی زمین پر انا الحق لکھے گا...... اگرچہ آج شب مجھے
منصور کی مانند پھانسی پر نہ بھی چڑھایا گیا''

درج بالا شاعری سے حافظ کی پارسائی اور زہد و تقویٰ کی عکاسی ہوتی ہے جس کو بصورت دیگر بیان کرنا ایک آسان کام نہیں ہے۔

حافظ کی نظموں کی عظیم خصوصیت یہ ہے کہ وہ زندگی کے میدان سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے دل موہ لیتی ہیں خواہ وہ مذہبی دنیا سے تعلق رکھتے ہوں یا مادی دنیا سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جب محبت کے گیت گاتا ہے وہ ایسے عالی شان الفاظ استعمال کرتا ہے کہ کوئی بھی شخص اسے دنیاوی محبت کے ساتھ منسوب کرسکتا ہے یا خدائی کے ساتھ منسوب کرسکتا ہے۔

حافظ کی شاعری کا جادو سر چڑھ کر بولتا رہے گا اور لوگ اس کی حیران کن شاعری کے اندرونی معانی پر حیران ہوتے رہیں گے۔

Marfat.com

جامی

(Jami)

(817 تا 895 الہجری/ 1414 تا 1492 بعد از مسیح)

ملاں نورالدین عبدالرحمٰن جامی جو جامی کے نام سے مقبول عام تھے وہ اہل فارس کے عظیم شاعر اور صوفی بزرگ ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی ادب کیلئے وقف کر رکھی تھی اور ان کو فارسی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا وہ 45 کتب کے مصنف تھے ان میں نثر اور شاعری دونوں کی کتب شامل تھیں۔

عبدالرحمٰن جن کا خطاب امام الدین اور نور الدین تھا انہوں نے ہرات کے نزدیک جام کے مقام پر جنم لیا تھا جو خراساں کا دارالحکومت تھا۔ انہوں نے 23 شعبان 817 الہجری (7 نومبر 1414 بعد از مسیح) کو جنم لیا تھا اور اپنے جائے پیدائش کے مقام کی نسبت سے انہوں نے جامی نام اپنایا تھا جس کا مطلب ہے شراب پینے والا پیالہ" اور اس کے علاوہ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ جام کا رہائشی، انہوں نے 18 محرم 898 الہجری (9 نومبر 1492 بعد از مسیح) میں وفات پائی تھی اور ان کی وفات پر تمام شہر نے سوگ منایا تھا۔ وہ فہم و فراست کی حامل ایک ایسی ہستی تھی کہ ان جیسی ہستی نے اس سے قبل جنم نہیں لیا تھا وہ ایک عظیم شاعر تھے...... عظیم صوفی بزرگ تھے اور عظیم مفکر تھے۔

ان کی شاعری غزلیہ شاعری کے تین دیوانوں...... اور رومانوی مثنویوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی تھی اور صوفیاء کرام کی زندگیوں کے بارے میں بھی تحریر کیا تھا۔ اس کے علاوہ عربی گرائمر پر بھی قلم آزمائی کی تھی۔

جامی کے ہم عصران کی عزت و توقیر سرانجام دیتے تھے۔ نہ صرف ان کے ہم

Marfat.com

وطن ان کی توقیر سرانجام دیتے تھے بلکہ سلطنت عثمانیہ کے سلطان بھی ان کا احترام کرتے تھے اور ان کو اپنے درباروں میں متعارف کروانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

جامی کبھی کسی امیر یا طاقتور کے سامنے نہ جھکے تھے اور نہ ہی ان کی چاپلوسی کرتے تھے...... اور یہ خوبی اس دور کے شاعروں میں بکثرت پائی جاتی تھی جیسا کہ حسین واعظ کاشف کے بیٹے نے یہ انکشاف کیا کہ نظامی کی درج ذیل لائنیں ماسوائے جامی کسی پر لاگو نہیں ہوتیں۔

آغاز نوجوانی سے ہی میں کسی کے در پر نہیں گیا
تا کہ بڑے لوگوں کی حمایت اور توجہ حاصل کی جاسکے
یہی وجہ تھی کہ جواب میں وہ میری خدمت پر کمربستہ ہوئے
اور یہ میرے خودداری کا ثمر تھا......

(نظامی)

میر علی شیر نیوال نے ان کی موت پر کہا کہ:۔

''انہوں نے دو وجوہات کی بنا پر قلمی نام جامی اپنایا:۔

(i) جام کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کرنے کیلئے

(ii) یہ ثابت کرنے کیلئے کہ ان کی تحریریں روحانیت کی شراب میں ڈوبی ہوئی تھیں''

''میری جائے پیدائش جام ہے اور میری قلم کا قطرہ شیخ الاسلام کے جام کا گھونٹ ہے یہی وجہ ہے کہ جامی میرا قلمی نام ہے جو دو مقاصد کی تکمیل سرنجام دیتا ہے''

سعدی...... خسرو...... اور حافظ کے بعد غالباً ہندوستان میں جامی کا اثر ورسوخ پایا جاتا ہے۔ ان کی صوفیانہ شاعری عام لوگوں کے دلوں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ ان کا ''کافیہ'' (Kafiya) کا عربی تبصرہ طلباء کی دنیا میں مقبول عام ہوا اور تعریف پائی اور شمالی ہند کے تمام تر عربی اداروں میں مطالعہ کی ایک معیاری اور دل پسند کتاب کی حیثیت کا حامل رہا اس کے علاوہ پنجاب بنگال...... جنوب میں دکن میں بھی اسی حیثیت کا حامل رہا۔

جامی کی شاعری اخلاقیاتی اور فلسفیانہ نظریات بیان کرتی ہے ان کی شاعری تازگی

Marfat.com

اور وقار کی حامل ہے۔ ان کی ''بہارستان'' سعدی کے 18 ابواب سے مشابہت کی حامل تھی ہر ایک روادا (Rawada) کہلاتا تھا۔ اول درویشوں اور صوفیا کرام کے بارے میں حکایات پر مشتمل تھی۔ سوم بادشاہوں کے انصاف پر مشتمل تھی۔ چہارم فیاضی اور سخاوت پر مشتمل تھی۔ 6 ویں طنز و مزاح پر مشتمل تھی۔ 7 ویں شاعروں پر مشتمل تھی اور 8 ویں بے زبان حیوانات پر مشتمل تھی۔ ''بہارستان'' شاعری اور نثر کا مجموعہ تھی۔

درج ذیل میں بہارستان کے چوتھے باغ سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جو قارئین کرام کیلئے خوشی اور مسرت کا باعث ثابت ہوں گے۔

''سخاوت اور فیاضی کا اخلاقی فریضہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی عطا کیا جائے اس میں ذاتی مفاد اور کسی صلے کی تمنا شامل نہ ہو''

''کون سخی اور فیاض ہے، سخی اور فیاض وہ ہے جو خدا کیلئے سخاوت اور فیاضی کا مظاہرہ کرے جو سخاوت اور فیاضی نام کمانے اور صلہ حاصل کرنے کیلئے کی جائے وہ خرید و فروخت کا معاملہ ہوگا (سخاوت اور فیاضی ہرگز نہ ہوگی''

''وہ جو اس نظریے کے تحت سخاوت اور فیاضی کا مظاہرہ کرتا ہے کہ دنیا میں شہرت کمائے وہ سخاوت کے اس شہر کا شہری ہے جہاں پر اس کا مکان/گھر شہر کے دروازے سے باہر واقع ہے (یعنی وہ اس شہر کا برائے نام رہائشی ہے)''

☆☆☆

''ایک رات مصر کی جامع مسجد میں آگ بھڑک اٹھی اور وہ جل کر راکھ ہوگئی...... مسلمانوں کو شبہ تھا کہ یہ عیسائیوں کی کارروائی تھی۔ لہٰذا انہوں نے جواب میں عیسائیوں کے گھروں کو آگ لگا دی اور انہیں جلا کر راکھ کر دیا۔ مصر کے سلطان نے ان لوگوں کو گرفتار کیا جنہوں نے ان مکانوں/گھروں کو آگ لگائی تھی۔

Marfat.com

اس نے ان لوگوں کو ایک جگہ باہم اکٹھا کیا۔ اس نے حکم دیا کہ جس قدر مقدار ان گرفتار شدہ گان کی ہے اسی قدر نوٹ تحریر کیے جائیں اور ان میں سے کئی ایک پر یہ تحریر کیا جائے کہ "انہیں ہلاک کیا جائے"...... اور کئی ایک پر یہ تحریر کیا جائے کہ "ان کے ہاتھ کاٹے جائیں" جبکہ بقایا پر یہ تحریر کیا جائے کہ "ان کو کوڑے لگائے جائیں"۔ ان کے بعد یہ نوٹ ان گرفتار شدہ گان میں تقسیم کیے گئے اور ہر ایک گرفتار شدہ فرد کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جس سلوک کا حامل نوٹ اس کے حصے میں آیا تھا۔ ایک شخص جس کے حصہ میں یہ نوٹ آیا تھا کہ "اسے ہلاک کر دیا جائے"...... اس نے کہا کہ:۔

میں ہلاک کیے جانے سے نہیں خائف ہوں لیکن میری والدہ ہے جس کا ماسوائے میرے دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کے قریب ایک اور شخص کھڑا تھا جس کے نوٹ پر تحریر تھا کہ اسے کوڑے لگائیں جائیں۔" اس شخص نے کہا کہ میری ماں نہیں ہے۔ لہٰذا مجھے اس کی بجائے ہلاک کر دیا جائے اور میری بجائے اسے کوڑے لگائے جائیں اور یہی کچھ کیا گیا۔"

سونے اور چاندی کے ساتھ آپ آزادی کی پریکٹس کر سکتے ہیں۔ پرمسرت ہے وہ شخص جو اپنی زندگی کے ساتھ آزاد ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے دوست کو اس کی زندگی کی ضرورت ہے...... وہ اپنے دوست کی زندگی بچانے کیلئے اپنی زندگی قربان کر دیتا ہے!

☆☆☆

عبداللہ ابن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ عازم سفر تھے۔ انہوں نے کھجوروں کے جھنڈ میں لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ وہ سواری سے نیچے اترے۔ ایک نیگرو حبشی غلام کھجوروں کے اس باغ کا رکھوالا تھا۔ اس غلام کو اس کے آقا کے گھر سے دو روٹیاں بھیجی گئی تھیں۔ ایک کتا اس کے قریب ہی کھڑا تھا اور اس نے ایک روٹی اس کتے کے سامنے پھینک دی۔ کتے نے یہ روٹی کھالی۔ لہٰذا اس حبشی غلام نے دوسری روٹی بھی کتے کے سامنے پھینک

Marfat.com

دی۔ کتے نے وہ روٹی بھی کھالی۔

عبداللہ نے اس سے دریافت کیا کہ اس کا روزانہ کا راشن کیا تھا۔

اس حبشی غلام نے جواب دیا کہ:۔

''وہی تھا جو آپ نے ابھی دیکھا تھا''

عبداللہ نے حبشی غلام سے دریافت کیا کہ اس نے یہ راشن (روٹی) بذات خود کیوں نہ کھائی۔

حبشی غلام نے جواب دیا کہ:۔

''یہ کتا ہماری سرزمین پر اجنبی ہے''

میرا خیال یہ ہے کہ یہ ایک طویل مسافت طے کر کے آیا ہے اور بھوکا بھی ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ بھوک کا شکار رہے۔

عبداللہ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ اس روز بذات خود کیا کھائے گا۔

حبشی غلام نے جواب دیا کہ وہ روزہ رکھے گا

عبداللہ نے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

''تمام لوگ تیری سخاوت اور فیاضی کی تعریف کرتے ہیں جبکہ یہ غلام تجھ سے بڑھ کر سخی اور فیاض ہے''

انہوں نے مابعد اس غلام کو خریدا اور کھجور کے اس باغ کو بھی خریدا جس کی رکھوالی پر وہ حبشی غلام مامور تھا۔ انہوں نے غلام کو آزاد کیا اور کھجوروں کا وہ باغ اسے تحفے میں عطا کر دیا۔

اگرچہ ایک شخص...... اپنی خواہش کو قربان کرتے ہوئے ایک یا دو لقمے کتے کے سامنے پھینکتا ہے...... مثال کے طور پر اگرچہ وہ ہنوز غلام ہے لیکن اس کے اس عمل کی بدولت امیر افراد کو اپنے آپ کو اس کا غلام تصور کرنا چاہیے۔

☆☆☆

لوگوں نے حاتم سے دریافت کیا کہ کیا اس نے اپنے سے بڑھ کر بھی کسی کو سخی اور فیاض پایا ہے۔

اس نے جواب دیا کہ:۔

Marfat.com

"ہاں...... ایک روز میں ایک یتیم لڑکے کے گھر آن پہنچا......
اس کے پاس دس بھیریں تھیں...... اس نے فوراً ایک بھیڑ کو
ہلاک کیا...... اس کا گوشت پکایا اور اسے میرے سامنے رکھ دیا۔
مجھے ایک خاص حصے کا گوشت بے حد پسند تھا میں نے اس حصے کا
گوشت کھایا اور کہا کہ:۔

خدا کی قسم یہ بہت چٹ پٹا اور مزیدار ہے۔

وہ لڑکا باہر نکل گیا اور یکے بعد دیگرے بھیڑیں ہلاک کرتا رہا...... اور اس مخصوص حصے کے گوشت کو پکاتا رہا اور میرے سامنے رکھتا رہا تاکہ میں اسے تناول کرسکوں اور میں اس قصے سے قطعاً لاعلم تھا لیکن جب میں اپنی سواری پر سوار ہونے کیلئے باہر نکلا...... میں نے دیکھا کہ بہت زیادہ مقدار میں خون بہہ کر مکان سے باہر آرہا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر میرے علم میں یہ بات لائی گئی کہ وہ لڑکا اپنی تمام بھیڑوں کو ہلاک کر چکا تھا۔ میں نے اس کے اس عمل پر اس کی سرزنش کی اس کے جواب میں اس نے کہا کہ:۔

سب تعریف اللہ کیلئے ہے اگر آپ کو ایک ایسی چیز پسند ہے جو میری ملکیت ہے اور میں اس چیز کو آپ کو پیش کرنے سے اعتراض کروں تب یہ عمل عربوں کی روایت کے خلاف ہوگا۔

لوگوں نے حاتم سے دریافت کیا کہ اس نے جواب میں اس لڑکے کو کیا عطا کیا۔

حاتم نے جواب دیا کہ!

تین صد سرخ اونٹ اور پانچ صد بھیڑیں

یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ کیا وہ بذات خود اس لڑکے سے بڑھ کر سخی اور فیاض نہیں ہے

حاتم نے جواب دیا کہ:۔

Marfat.com

افسوس..... اس نے مجھے وہ سب کچھ پیش کر دیا جو کچھ اس کے پاس موجود تھا جبکہ میرے پاس جو کچھ موجود تھا میں نے اس کا ایک قلیل حصہ اسے پیش کیا"

جب ایک بھکاری...... جس کے پاس محض نصف روٹی موجود ہو...... اور وہ اسے خیرات کر دے...... یہ بہت بڑی خیرات ہوگی بہ نسبت اس خیرات کے جبکہ ایک بادشاہ اپنا نصف خزانہ خیرات کر دے۔

☆☆☆

"ابراہیم ابن سلیمان ابن عبدالملک کہتے ہیں کہ:۔

یہ وہ دور تھا جبکہ خلافت بنوامیہ کے ہاتھ سے نکل کر بنوعباس کے ہاتھ میں جا چکی تھی اور اس وقت بنوعباس بنوامیہ کو گرفتار کر رہے تھے اور ہلاک کر رہے تھے۔ میں کوفہ سے باہر ایک مکان کے ٹیرس پر بیٹھا صحرا کو گھور رہا تھا۔ میں نے سیاہ علمبردار کوفہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھے اور میرے ذہن نے مجھے یہ باور کروایا کہ وہ میری تلاش میں تھے۔ میں ٹیرس سے نیچے اتر آیا۔ کوفہ میں اس وقت میں کسی ایسے گھر کو نہیں جانتا تھا جہاں پر میں چھپ سکوں۔ میں ایک بڑے گھر کے دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ اس دروازے کے باہر ایک خوبصورت شخص اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار کھڑا تھا۔ غلاموں اور خادموں کے ایک ہجوم نے اسے گھیر رکھا تھا۔ میں اس کے سامنے جا پہنچا اور اسے سلام کیا۔ اس نے دریافت کیا کہ میں کون تھا اور میری ضرورت کیا تھی۔

میں نے جواب دیا کہ:۔

میں ایک مفرور ہوں اور مجھے اپنے دشمن سے خطرہ لاحق ہے۔ مجھے آپ کے گھر میں پناہ چاہیے۔ وہ مجھے اپنے گھر کے اندر لے گیا اور مجھے حرم سے متصل کمرے میں رکھا (کیونکہ یہی محفوظ ترین جگہ تھی) میں کچھ دن وہاں مقیم رہا اور انتہائی آرام وہ

Marfat.com

صورت حال کا شکار رہا۔ مجھے ہر وہ چیز مہیا کی گئی جسے میں بے حد پسند کرتا تھا...... خوراک...... پانی...... مشروبات..... کپڑے وغیرہ اس شخص نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا...... کوئی سوال نہ کیا۔ روزانہ وہ دن میں ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوتا اور مابعد واپس آجاتا۔

ایک روز میں نے اس سے دریافت کیا کہ:۔

میں روزانہ آپ کو گھوڑے پر سوار ہوتے دیکھتا ہوں اور آپ جلد ہی واپس لوٹ آتے ہیں آپ کس کام کی غرض سے جاتے ہیں۔

اس نے جواب دیا کہ:۔

ابراہیم ابن سلیمان نے میرے والد کو ہلاک کیا ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ کہیں روپوش ہے...... میں اس امید کے ساتھ روزانہ باہر جاتا ہوں کہ میں اسے تلاش کروں اور اپنے والد کے خون کا بدلہ لوں۔

جب میں نے اس کے منہ سے یہ الفاظ سنے میں اپنی بدقسمتی پر سن ہو کر رہ گیا۔ میں ایک ایسے شخص کے گھر میں پناہ لے چکا تھا جو مجھے ہلاک کرنے کیلئے میری تلاش میں تھا۔ میں مایوس اور ناامید ہو چکا تھا اور میری زندگی خطرے میں تھی میں نے اس شخص سے اس کا اور اس کے والد کا نام دریافت کیا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ سچ بول رہا تھا۔

تب میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

اے سخی اور فیاض شخص میں اپنی اسے ذمہ داری تصور کرتا ہوں کہ آپ کے دشمن کی جانب آپ کی رہنمائی سرانجام دوں اور آپ کے روز روز باہر جانے اور واپس آنے کی پریکٹس اپنے اختتام کو پہنچے۔

میں ؟ ...یم بن سلیمان ہوں۔ مجھ سے اپنے باپ کے خون کا

Marfat.com

بدلہ لو..... اسے میری بات پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ میں اپنی زندگی سے عاجز آ چکا تھا اور اپنی قابل رحم حالت کے خاتمے کیلئے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔

لہٰذا میں نے اس سے کہا کہ:۔

خدا کی قسم میں نے ہی تمہارے والد کو ہلاک کیا تھا اس کے بعد میں نے اسے چند علامات بھی بتائیں اور اسے یقین ہو گیا کہ میں سچ بول رہا تھا اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ میں تمہیں فوراً موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن میں تمہیں پناہ دے چکا ہوں۔ لہٰذا تم فوراً اٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ میں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں کسی نقصان سے دو چار کر دوں۔

اس نے یہ کہنے کے بعد مجھے 100 دینار تحفے میں پیش کیے جو میں نے قبول کر لئے اور اس کے گھر سے نکل کھڑا ہوا''

اے نوجوان سخاوت اور فیاضی سیکھ! دنیا کے مردوں سے مردانگی سیکھ۔ اپنے دل کو بدلے لینے سے باز رکھ اور اپنی زبان سے بدگفتگو سرانجام دینے سے باز رہ۔ ان کے ساتھ بھی نیکی کر جنہوں نے تیرے ساتھ برائی کی ہو کیونکہ اس برائی کی وجہ سے وہ اپنی خوش قسمتی کو ٹھوکر مارتے ہیں اگر تم خیر خواہی کے اصول اپناؤ گے تب وہ اصول کسی اور کیلئے نہیں بلکہ محض تمہارے لئے سود مند ثابت ہوں گے۔

Marfat.com

امیر خسرو

(Amir Khusraw)

(1253 تا 1324 بعد از مسیح)

بادشاہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں...... سلطنتیں بنتی ہیں اور بکھرتی ہیں...... لیکن عظیم درویشوں اور صوفیا کرام اور ان کے پیروکاروں کے مزارات پر اب بھی زائرین حاضری دیتے ہیں اور انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ان کی عالمگیر محبت...... قوت برداشت ...... اتحاد...... عاجزی و انکساری اور بھائی چارے سے لوگ اب بھی تحریک پاتے ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ ان عظیم مرد و خواتین کے ناموں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے زندگی کو ایک نئی سمت عطا کی اور لوگوں کی سوچ کو ایک نئی سمت عطا کی اور ان کو متحد کیا اور ایک معاشرے کے رنگ میں رنگ دیا۔ امیر خسرو کا نام بھی ایسے ہی لوگوں کی فہرست میں شامل ہے۔

ہندوستان کا نامور ترین شاعر جس نے دہلی کے کئی ایک شہنشاہوں کے تحت خدمات سرانجام دیں اور 99 شاعرانہ کام سرانجام دیئے...... امر حسن یا سین الدین خسرہ امیر محمد سیف الدین شمس کے بیٹے تھے جو لاچی (Lachi) قبیلے کے ترک تھے۔ وہ بلخ سے ہندوستان آئے تھے اور اتر پردیش کے پٹیالہ ضلع میں مقیم ہوئے تھے جہاں پر 1253 بعد از مسیح میں انہوں نے جنم لیا تھا (651 الہجری) خسرہ ترکوں کی فیملی سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے سلطان شمس الدین التمش 607 تا 634 الہجری (1210 تا 1236 بعد از مسیح) کے دور میں ہندوستان کی جانب ہجرت کی تھی۔ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت ان مسلم روایات کے تحت سرانجام دی گئی تھی جو ان دنوں مروج تھیں...... 13 ویں صدی عیسویں میں

Marfat.com

مروج تھیں۔ وہ عظیم محب وطن تھے اور انڈیا سے بے حد محبت کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ!

''حب الوطنی نصف ایمان ہے (پیغمبر اسلام ﷺ کی حدیث مبارک)''

اور حب الوطنی مذہب کا ایک لازمی جزو ہے۔

غیاث الدین تغلق نے خسرو کی سرپرستی سرانجام دی اور انہیں امیر کا رتبہ عطا کیا اور شاعر نے ان کی عنایت کا ذکر ''تغلق نامہ'' میں کیا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے روحانی دور کے دوران صوفی سلسلے نے نشوونما اور ترقی پائی۔ اسلام کے ایک اعتدال پسند ترجمان ہونے کی حیثیت سے انہوں نے دربار کے ساتھ وابستہ علماء کے اسلام کے بارے میں نظریات کی اصلاح سرانجام دی۔ اس سلسلے کی اعتدال پسندی کی جھلک نہ صرف غیر مسلموں کے ساتھ ان کے رویے سے جھلکتی تھی بلکہ ان کی ثقافتی سرگرمیوں کی سرپرستی سے بھی جھلکتی تھی۔ موسیقی اور رقص (دھمال) کے ذریعے صوفیا کرام صوفیانہ مسرت متعارف کرواتے تھے۔ خانقاہیں شاعروں اور موسیقاروں کیلئے کشش کا باعث تھیں۔ درحقیقت اس دور کی تمام تر ادبی سرگرمیاں چشتیہ نظریے سے متاثر تھیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے خراج تحسین میں فرماتے ہیں کہ:۔

''امیر خسرو شاعروں کے سلطان اور علم وفضیلت کے ثبوت ہیں۔ کلام کی وادی میں وہ دنیا میں بے مثال ہیں اور بنی نوع انسان کی روح ہیں۔ گزشتہ چھ صدیوں کے دوران اس قدر جامع اہلیت کے حامل کسی شاعر نے جنم نہ لیا تھا۔ حتیٰ کہ فارس کی زرخیز سرزمین نے بھی ایسے محض تین یا چار شاعروں کو جنم دیا ہے''

خسرو افغانستان...... ایران...... وسطی ایشیا اور ہندوستان برصغیر کے لوگوں کے درمیان رابطے کی ایک علامت ہیں...... ہندوستان میں وہ دو نمایاں اور ممتاز ثقافتوں کے ملاپ کی نمائندگی کرتے ہیں ان کی موسیقی کو سنوارتے ہوئے...... گانے اور آلات موسیقی میں اور ایسی ایجادات جیسے قوالی...... قوال...... ترانہ...... اور ستار وغیرہ...... ان کی فارسی کی غزلیں ہنوز ترکستان میں یاد کی جاتی ہیں اور گائی جاتی ہیں اس کے علاوہ ایران اور ہندوستانی برصغیر میں بھی یاد کی جاتی ہیں اور گائی جاتی ہیں جبکہ ان کی ہنداوی، ہندوستانی شاعری

Marfat.com

ہندوستانی وراثت کا حصہ بن چکی ہے۔ اسے مرد...... عورتیں...... اور بچے تمام تر شمالی حصے میں گاتے ہیں ان کی شاعری نے ہندوستان کے عظیم روحانی رہنماؤں کی سوچوں اور کاموں کو متاثر کیا تھا مثلاً گرونانک، کبیر، وارث علی شاہ وغیرہ وغیرہ جنہوں نے جواب میں ہندوستان کی نسلوں کو متاثر کیا اور مختلف اعتقادات کے حامل لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب تر کیا۔ لہٰذا خسرو اور ہندوستانی برصغیر کی گوناں گوں ثقافتوں کے درمیان ایک رابطہ بنے کیونکہ وہ ہندوستان کے مذہب اور ثقافت سے محبت کرتے تھے۔ ان کا فلسفہ سیکولر نوعیت کا حامل تھا۔ لوری جسے امیر خسرو نے کمپوز کیا تھا...... وہ ہر گھر میں گائی جاتی ہے خواہ یہ ہندو کا گھر ہو...... یا مسلمان کا گھر ہو...... یا بدھ مت کے پیروکار کا گھر ہو۔

امیر خسرو ہندوستانی موسیقی کی بے حد تعریف کرتے تھے اور برملا یہ اعلان کرتے تھے کہ کسی بھی ملک کی موسیقی ہندوستانی موسیقی سے بڑھ کر نہ تھی۔ وہ ہندوستان کے ساتھ والہانہ محبت کرتے تھے۔ لہٰذا ان سے یہ امید نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ ہندوستانی موسیقی کو نظر انداز کریں گے۔

امیر خسرو ہندوؤں کی علمی استعداد کی بے حد تعریف کرتے تھے۔ اس دوران انہوں نے یہ وکالت سرانجام دی کہ ہندوستان میں چھپی ہوئی دانشوری اور عالم فاضل آئیڈیاز کی کوئی کمی نہ تھی۔

> ''یونانی فلسفے کے میدان میں اپنی کامیابی کیلئے مشہور تھے، لیکن ہندوستان بھی کسی سے پیچھے ہرگز نہ تھا۔ یہاں ہندوستان میں منطق...... علم فلکیات...... اور دیگر علوم کا مطالعہ بآسانی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ بے شک ہندو فلسفہ قانون نہیں جانتے لیکن ان کا فزکس...... ریاضی اور علم فلکیات کے میدانوں میں علم قابل تعریف ہے''

ہندسوں (Number) کی سائنس جو عربی میں ''ہندسہ'' کہلاتی ہے اس نے بھی یہاں ہندوستان میں جنم لیا تھا۔ صفر (Zero) کا علم پہلے پہل ہندوؤں کو ہوا تھا۔ صفر (Zero) کے بغیر ریاضی کی کوئی بھی شاخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ لفظ ''ہندسہ'' بذات خود دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ ''ہند'' یعنی ہندوستان اور ''سہ'' جو اس برہمن کا نام ہے جس نے ہند سے

Marfat.com

(Digits) متعارف کروائے تھے۔

''یونانیوں نے بھی یہ سائنس ہندوؤں سے سیکھی تھی۔ علم کی عظیم کتاب یعنی خالیلا (Khalila) اور ڈمنا (Dimna) ہندوستان میں کمپوز کی گئی تھی اور اس کا ترجمہ عربی...... ترکی...... اور فارسی وغیرہ میں کیا گیا تھا۔ شطرنج کا کھیل بھی ہندوستان میں ایجاد ہوا تھا...... ہندوستانیوں سے بہتر شطرنج کا کھیل کوئی نہیں کھیل سکتا۔ اس ملک کی موسیقی دنیا بھر میں ناقابل شکست ہے...... منطق...... علم فلکیات...... ریاضی اور طبی سائنسوں کے میدان میں ہندوستانی مفکرین بہت آگے ہیں۔ یہاں پر عالم فاضل برہمن پائے جاتے ہیں لیکن انہوں نے اپنے علم سے بہت کم استفادہ حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دیگر ممالک میں بہت کم جانے جاتے ہیں۔

روحانی سائنسوں کے میدان میں...... ہندو صحیح راستے سے بھٹک چکے ہیں لیکن ماسوائے مسلمان دیگر مذاہب کے لوگ بھی ان ہی کی مانند راستے سے بھٹک چکے ہیں اگرچہ وہ ہمارے مذہب (اسلام) کی پیروی نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود ان کے مذہب کے کئی ایک اصول ہمارے مذہبی اصولوں کی مانند ہیں وہ ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں وہ اس نظریے کے حامل ہیں کہ خدا مفقود الوجودی سے کوئی بھی چیز تخلیق کرنے پر قادر ہے (یعنی) صفر (Zero)

ہندوازم کے کچھ پہلو امیر خسرہ کے دل و دماغ پر اثر پذیر ہوتے ہیں ان کے ہم مذہب (مسلمان) خدا کی واحدانیت پر یقین رکھتے تھے لہٰذا انہوں نے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی یہ ثابت کرتے ہوئے کہ ہندوستان بھی ایک خدا پر یقین رکھتے تھے اگرچہ وہ ان کے مذہب کی پیروی نہیں کرتے لیکن ان کے بہت سے اعتقادات ان کے مذہبی آئیڈیاز کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے وہ بھی اس نظریے کے حامل تھے کہ خدا ایک ہے وہ ازلی اور

Marfat.com

ابدی ہے۔ وہ خالق ہے...... وہ قادر مطلق ہے وہ زندگی عطا کرنے والا ہے اور پالن ہار ہے۔

امیر خسرو ہندو ازم کا اسلام کے ساتھ موازنہ نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن دیگر مذاہب کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے ہوئے وہ اسے دیگر مذاہب سے بہتر تصور کرتے تھے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ امیر خسرو کے روحانی رہنما حضرت نظام الدین اولیاء تھے اور ان کی وفات کے بعد انہیں ان کے قریب ہی غیاث پور (اب حضرت نظام الدین) میں دفن کیا گیا تھا۔ خسرو نے حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات کے عین چھ ماہ بعد وفات پائی تھی۔

خسرو اس دور میں حیات تھے جو دور ہندوستان میں عدم برداشت اور عدم رواداری اور ہلچل کا دور تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء اور امیر خسرو دونوں نے محبت اور انسانیت اور بھائی چارے کا درس دیا دونوں اعلیٰ درجے کے صوفی بزرگ تھے دیگر عظیم شاعروں کی مانند...... خسرہ نے بھی ''خمسہ'' تحریر کیا تھا جس میں 18,000 اشعار تھے اور ان کے ہم وطنوں نے اس تعریف سرانجام دی تھی...... ''عشقیہ'' پر ان کا کام (محبت کا عنوان) شہزادہ خضری خان اور دیول دیوی کی محبت کا قصہ بیان کرتا ہے۔ دیول دیوی گجرات کے بادشاہ کی بیٹی تھی اور بالآخر دونوں کی شادی ہوگئی تھی۔ ان کی نظموں میں سے درج ذیل بے حد توقیر کے قابل ہیں۔

تحفتہ الثقلین (Tuhfat-ul-Saqlain)

شفاعت الحیات (Shaft-ul-Hayat)

گھرت الکمال (Ghurat-Ul-Kamal)

باگیا ناگیا (Bagia Nagia)

ہشت بہشت (Hasht Behisht)

اسکندر نامہ (Skindar Nama)

رسالہ نصر (Risale Nasr)

درج ذیل امیر خسرو کا پرجوش بے ساختہ اظہار ہے...... ان کے دل کی تازگی لئے ہوئے۔

میں قبرستان چلا آیا اور دوستوں کی غیر حاضری پر

Marfat.com

شدید رویا جواب عدم وجود کے اسیر ہیں
وہ کہاں ہیں؟ میں نے اداسی اور غم سے کہا......
میرے دل کے وہ عزیز ترین دوست؟''
جب قبر سے ایک نرم آواز نے دہرایا
''وہ کہاں ہیں!''

ان کی زندگی کے آخری برس طمانیت اور خوشی سے بھرپور تھے کیونکہ شہزادہ غیاث الدین تغلق تخت نشین ہو چکا تھا جس کی تعریف انہوں نے اپنے تغلق نامے میں سرانجام دی تھی۔

Marfat.com

ھوشنگ دی پشڈاڈی کی اپنے بیٹے کو نصیحت

(جاویدان خیراڈ سے اقتباسات...... ترجمہ حسن بن ساحل)

(وزیر المامون...... وفات 236 الہجری/ 813 بعد از مسیح)

(Admonitions of Hushang)
The Pishadi to his son
(Extracts From Javidan Khirad, Translated By Hasan Bin Sahl)
the Vazir of Al Mamun D.A.H. 236/813 AD

فردوسی کا شاہ نامہ...... عظیم ترین شاہکار...... یہ شاہکار آج بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جہاں سے اہل فارس اپنی قوم کی قدیم تاریخ کے آئیڈیاز اخذ کرتے ہیں۔ شاہ نامہ اہل فارس کے مسلمان بادشاہوں سے قبل چار دسلطنتوں کو تسلیم کرتا ہے:۔

پشڈاڈی (Pishdadi)

کیانی (Kayani)

اشکانی یا قبائلی بادشاہ (Ashkani Or Tribal Kings)

ساسانی (Sasani)

ہوشنگ (Hushang) پشڈاڈی (Pishdadi) کا پوتا ہے اور جمشید ہوشنگ کا بیٹا ہے۔

درج ذیل میں کتاب جاویداں خیراڈ (Javaidan Khirad) سے اقتباس پیش کیا جارہا ہے جو نوجوانوں کیلئے باعث کشش ثابت ہوسکتا ہے اصل مواد پہلوی (Pahlavi) میں ہے اور حسن بن ساحل...... وزیر المامون نے اس کا عربی ترجمہ پیش کیا تھا۔ یہ مواد اس وقت کے خوش طبع آئیڈیاز اور اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں

Marfat.com

ہوشنگ کی نصیحتیں بیان کی گئی ہیں جو وہ اپنے بیٹے کو کرتا ہے۔

ترجمہ شدہ

1- آغاز اور انجام خدا کے ہاتھ میں ہے اور تمام تر مدد منجانب اللہ ہے۔ وہ تعریف کے لائق ہے۔ وہ جو آغاز کو سمجھتا ہے...... وہ اس کی تعریف سرانجام دیتا ہے اور جو انجام سے باخبر ہوتا ہے...... وہ اس کا غلام بن جاتا ہے وہ جو یہ جانتا ہے کہ مدد محض اس کی جانب سے آتی ہے...... وہ عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے یا جو اس کی خیر خواہی اور فیاضی سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ اس کی بارگاہ میں جھک جاتا ہے اور غرور و تکبر سے دست بردار ہو جاتا ہے۔

2- سب سے بہترین چیز جو انسان کو خدا کی جانب سے ملتی ہے وہ اس دنیا کا علم اور دوسری دنیا میں معافی ہے۔ انسان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ خدا اسے صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ بہترین الفاظ وہ ہیں جو خدا کی تعریف میں کہے جائیں۔

3- خدا کے غلاموں کے کردار چار اصولوں پر بنیاد کرتے ہیں:۔

(i) علم

(ii) صبر و تحمل

(iii) پاک دامنی اور پاکیزگی

(iv) انصاف

نیکی اور پارسائی کا علم حاصل کرنا چاہیے علم اور عمل روح اور جسم کی مانند ہے عمل کے بغیر علم قابل تعریف ہرگز نہیں ہے اور علم کے بغیر عمل کہیں نہیں لے جائے گا۔

4- مال و متاع طمانیت میں پنہاں ہے...... امن گوشہ نشینی میں پنہاں ہے...... آزادی خواہشات سے نجات میں پنہاں ہے...... سچائی ایمانداری میں پنہاں ہے...... خواہشات سے پاک ہونے میں طمانیت پنہاں ہے۔

5- خواہشات انسانی کو اپنے دل سے نکال دو تا کہ تمہارے قدم ڈگمگا نہ جائیں اور تمہارا جسم پرسکون رہے۔ ظالم اور بے رحم اپنے آپ سے شرمندہ ہوتا ہے اگرچہ

Marfat.com

اس کی تعریف ہی کیوں نہ کی جائے اور مظلوم طمانیت سے دوچار ہوتا ہے اگرچہ اس کی سرزنش اور ملامت کیوں نہ کی جائے۔

-6 موت تمہارے تعاقب میں ہے اور یہ تمہارے کنٹرول میں نہیں ہے۔ دن اور رات بڑی تیزی کے ساتھ گزر رہے ہیں۔ ہر وقت موت کیلئے تیار ہو اور موت کی توقیر سرانجام دو۔ جب تمہارا جسم آرام طلبی کا عادی ہو جائے......تب موت کو یاد کرو جب خوشی اور مسرت سے ہمکنار ہو تب اس تکلیف کو بھی یاد رکھو جو راحت کے بعد آتی ہے۔

-7 کوئی دوا صحت یابی سے ہمکنار نہیں کرسکتی۔ اگر تم میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں تب تم دنیا میں کامیابی کو گلے لگا سکتے ہو

(i) خون پسینے سے کمائی ہوئی روٹی

(ii) دوستی میں ثابت قدمی

(iii) سچائی اور پارسائی

Marfat.com

عنصر المعالی کیکاؤس

(تابارستان کا شہزادہ)

(اپنے بیٹے گیلان شاہ کو نصیحت)...... 1082ء میں کمپوز کی گئی

Unsurul Ma, Ali, Kayka, Us
(Prince of Tabaristan)
(Advice to his son Gilanshah) Composed in 1082 AD

1082-83ء میں عنصر المعالی کیکاؤس (قابوس بن واشم گیر کا پوتا) جو تابارستان کا شہزادہ تھا اور بذات خود اعلیٰ درجے کی ادبی شخصیت کا حامل تھا۔ اس نے ایک کتاب تحریر کی جو اس کے بیٹے گیلانی شاہ کو اخلاقی پندو نصیحت پیش کرنے کے علاوہ اس کے چال چلن کی رہنمائی بھی سرانجام دیتی تھی۔ اس کا عنوان ''قابوس نامہ'' تھا۔ یہ کتاب بے حد مقبولیت سے ہمکنار ہوئی تھی اور کہا جاتا تھا کہ یہ کتاب اس قدر مقبولیت سے ہمکنار ہونے کی صحیح حقدار تھی کیونکہ یہ زیرکی اور دانشوری سے بھرپور تھی۔ اس میں حکایات اور مثالیں بیان کی گئی تھیں اور مزید برآں ایک شاہی کتاب تھی اور اس میں پختہ کار تجربہ بھی شامل تھا اور اس لحاظ سے یہ ''سیاست نامہ'' سے قابل موازنہ تھی۔

قابوس نامہ 44 ابواب پر مشتمل ہے جس میں شاہی مصنف اپنے فرزند کی تابعداری کے انحطاط کا ماتم کرتا ہے اور اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ نیکی اور پارسائی کی زندگی گزارے اور اس کو یہ باور کرواتا ہے کہ وہ اپنے باپ کی جانب سے گیلان کے ایرانی بادشاہ کی نسل سے ہے جس کا نام اگرش فرہادونڈ تھا جس کا ذکر بلخ کے ابوسعید کے شاہ نامے میں ہے اور اپنے باپ کی دادی کی جانب سے مرزوبان کی نسل سے ہے جو ''مرزوبان نامہ'' کا مصنف ہے جس کا 13 واں آباؤ اجداد کیکاؤس بن قابوس تھا جو نوشیرواں کا بھائی تھا......

Marfat.com

نوشیرواں ساسانی بادشاہ تھا جبکہ اس کی ماں غزنہ کے سلطان محمود کی بیٹی تھی اور اس کی پردادی شاہ ڈیلام (Dylam) حسن بن فیروزواں کی بیٹی تھی۔ تمام تر 44 ابواب خدا...... تخلیق...... مذہبی فرائض...... والدین کے حقوق...... ذہنی آبیاری...... اور اظہار بیان کی قوت...... نوجوانی...... کھانے پینے...... شراب نوشی...... تفریح طبع میں احتیاط...... پیار...... زندگی سے لطف اندوزی...... نیند اور آرام...... دولت جمع کرنے...... دشمنوں کے ساتھ برتاؤ...... معافی...... سزا...... طبی سائنس...... فلکیات...... ریاضی...... بادشاہوں کی خدمات...... شادی...... بچوں کی تعلیم...... دوستوں کا انتخاب...... سخاوت اور فیاضی...... کسانوں اور کاشتکاروں وغیرہ کے ساتھ ڈیل کرتے ہیں۔ قابوس نامہ سادہ فارسی زبان میں تحریر کیا گیا ہے اس کے کچھ اقتباس بطور نمونہ درج ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

"ہر ایک پرندہ اپنے جیسے پرندے کے ساتھ اڑتا ہے"

"ایک انسان اپنی چار دیواری کے اندر اپنی سلطنت کے بادشاہ کی مانند ہے"

"جس گھر میں دو گھر والیاں ہوں گی وہ گھر صفائی سے محروم رہے گا"

"تو نقد چنگے تیرا ادھار مندے"

"کوئی انسان اس وقت تک موت سے ہمکنار نہیں ہوتا جب تک اس کا وقت پورا نہ ہو جائے اور جب اس کا وقت پورا ہو جائے تب اسے موت سے کوئی نہیں بچا سکتا"

"یہ ایک انتہائی شرمناک بات ہے کہ رکھوالے کیلئے بھی ایک رکھوالے کی ضرورت ہو"

"کسی بھی معاملے سے نپٹنے سے پہلے اس کے بارے میں خوب سوچ بچار کرو"

"کوئی بھی ایسی بلی پر فی الفور اعتماد نہیں کرسکتا جس کے پنجے میں چوہا پکڑا ہوا ہو"

مصنف نے سادگی کے ساتھ اپنے آئیڈیاز پیش کیے ہیں...... وہ نماز...... روزے

Marfat.com

...... اور دیگر مذہبی مشقوں کے علاوہ اخلاقیات پر بھی بات کرتا ہے اور انہیں عاجزی...... انکساری اور صبر و تحمل وغیرہ کی تدبیر قرار دیتا ہے اور اسلامی قوانین کی تعمیل و اطاعت کا درس دیتا ہے۔

"کیونکہ اسلام کی کامن ویلتھ (دولت مشترکہ) سے بڑھ کر کوئی ریاست مضبوط نہیں ہے"

وہ حج کو ایک گراں قدر طریقہ تصور کرتا ہے جو صاحب استطاعت افراد کو دنیا دیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے تاکہ وہ مشاہدات سرانجام دے سکیں۔ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ:۔

"ایمان کے بنیادی نظریات کی اس قدر گہرائی میں چھان بین سرانجام نہ دو"

وہ یہ گراں قدر نصیحت بھی پیش کرتا ہے کہ اپنے امیر ہمسائے کی بجائے اپنے غریب ہمسائے کی جانب دیکھنا چاہیئے اور اس طرح تم اپنے امیر ہمسائے سے حسد کرنے کی بجائے اپنے رب کے شکرگزار بندے بن سکو گے۔

وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ احمقوں سے دانش وری سیکھے
سچائی پر اس کے ریمارکس خوش کن ہیں
وہ اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔
اے میرے بیٹے...... جھوٹ مت بولو...... اپنے آپ کو سچ کے علمبردار کے طور پر مشہور کرو تاکہ تم اگر کبھی جھوٹ کا سہارا لو...... لوگ اسے بھی سچ ہی سمجھیں

وہ اپنے بیٹے کو اس بارے میں بھی خبردار کرتا ہے کہ وہ ایسا اظہار خیال کبھی نہ کرے جو اگرچہ سچا ہو لیکن قابل اعتبار نہ ہو اور اسے بآسانی ثابت نہ کیا جا سکے کیونکہ وہ یہ کہتا ہے کہ:۔

"کوئی ایسا اظہار خیال کیوں کرے اگرچہ وہ درست اور سچا ہی کیوں نہ ہو جسے ثابت کرنے کیلئے اسے چار مہینے درکار ہوں اور دو صد لوگوں کی شہادت درکار ہو"

Marfat.com

سماجی اصولوں کی بات کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ:۔

"میزبان کو مہمانوں کی میزبانی میں کمی بیشی کی بنا پر مہمانوں سے معذرت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں وہ اپنے آپ کو آرام وہ محسوس نہ کریں گے اور نہ ہی مہمانوں کی موجودگی میں اپنے ملازمین کی خامیاں تلاش کرنی چاہئیں"

وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ روپے پیسے کے حصول کے لالچ کے مدنظر ایسی کھلیں نہیں کھیلنی چاہئیں جیسے جواء وغیرہ اور نہ ہی قسم اٹھانی چاہیے اور نہ ہی کسی دوست کو ادھار دینا چاہیے تاوقتیکہ تم اس ادھار کو تحفے میں بدلنے کیلئے تیار نہ ہو۔

شراب نوشی کے بارے میں اس کی نصیحت مزاح کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ مذہب شراب نوشی کی اجازت نہیں دیتا۔

وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔

"لیکن میں جانتا ہوں کہ تم شراب نوشی سے باز نہ آؤ گے خواہ میں تمہیں کتنی ہی نصیحت کیوں نہ کروں"

لہٰذا وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ صبح کے وقت ہرگز شراب نوشی نہ کرنا۔ وہ اس کو یہ مشورہ بھی دیتا ہے کہ گھر کی چاردیوار کے اندر شراب نوشی کرنا تاکہ تم کسی قسم کے اسکینڈل سے بچ سکو۔ جمعہ کی شام کو شراب نوشی سے پرہیز کرنا کیونکہ اس دن کے احترام کا تقاضا یہی ہے۔

وہ مزید کہتا ہے کہ:۔

"شراب نوشی گناہ ہے اور اگر تم گناہ کرنا چاہتے ہو تب اسے خوشگوار اور پروقار انداز میں کرو...... لہٰذا جو شراب تم پیئو...... وہ بہترین ہونی چاہیے...... اور اس کے ساتھ جو موسیقی تم سنو وہ بھی بہترین ہونی چاہیے"

غلاموں اور گھوڑوں کی خریداری اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے تذکرے کے ابواب پیش کرنے کے بعد قابوس نامہ کا مصنف شادی کو موضوع بناتا ہے۔

اس کے خیال میں:۔

Marfat.com

''پہلی ہی نظر کی محبت فضول اور ناممکن ہے۔ شادی کی وساطت پر قوت اور اثر ورسوخ کی حامل فیملیوں سے رشتہ جوڑنا چاہیے''

وہ مزید کہتا ہے کہ:۔

''لڑکیوں کو امیر مردوں کے ہاتھ فروخت نہیں کرنا چاہیے''

بچوں کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ:۔

''بچے اگر سست یا شرارتی ہوں تب بھی انہیں مارنا پیٹنا نہیں چاہیے اگر وہ تابعداری کا مظاہرہ کریں تب انہیں معقول جیب خرچ سے نوازنا چاہیے اور لڑکوں کو کسی بھی صورت میں تیراکی کے فن کو سیکھنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے''

''دانش ور انسان بظاہر ایسے شخص کے ساتھ بھی دوستانہ اور نرم رویہ اختیار کرتا ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے وہ اپنے آپ کو کسی دوست کی طاقت کے حوالے کرنے سے بچتا ہے کہ کہیں اس کا دوست کسی وقت اس کا دشمن نہ بن جائے اور اس طاقت کو اس کے خلاف استعمال نہ کرے وہ دشمن کی موت پر خوشی بھی نہیں مناتا کیونکہ اس نے بھی کسی نہ کسی دن موت کو گلے لگانا ہے''

''ایمانداری تاجر کی بہترین پالیسی ہے''

''راہ فرار اختیار کرتے ہوئے دشمن کا تعاقب نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اس پر بہت زیادہ دباؤ ڈالنا چاہیے تاکہ کہیں مایوسی کے عالم میں وہ واپس نہ پلٹ آئے''

''بادشاہوں کی خدمت میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور سپاہیوں اور پولیس مینوں کی دوستی سے گریز کرنا چاہیے''

Marfat.com

میں ''قابوس نامہ'' کے باب نمبر 9 سے کچھ اقتباس پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو ''بڑھاپے اور جوانی'' کے بارے میں ہے۔ اس سے اس کی دلچسپ کتاب کے اسٹائل کے نمونے سے آگاہی حاصل ہوگی۔

بڑھاپے اور جوانی پر

''اے بیٹے...... اگرچہ تم نوجوان ہو لیکن اپنے آپ کو بوڑھا تصور کرو میں یہ نہیں کہتا کہ تم نوجوانی سے لطف اندوز نہ ہو بلکہ اپنی نوجوانی کو زیر کنٹرول رکھو اور ایک بگڑے ہوئے نوجوان ہرگز نہ بنو کیونکہ نوجوانوں کے جذبے بیدار ہوتے ہیں اور ان میں جذبات کی بھرمار ہوتی ہے۔

جیسا کہ ارسطو کہتا ہے کہ:۔

نوجوانی ایک قسم کا پاگل پن ہے اور تم ایک بے وقوف نوجوان نہ بنو کیونکہ بے وقوفی اور حماقت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ زندگی کی خوشیاں سمیٹو کیونکہ جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے تب یہ خوشیاں سمیٹنے کے قابل نہ رہو گے۔

کسی بوڑھے شخص نے کیا خوب کہا تھا کہ:۔

میں نے اس غم میں فضول وقت ضائع کیا کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا تب خوبصورت لوگ میری پرواہ نہیں کریں گے...... اب جبکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں...... اب مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے''

''جوانی میں بھی خدا کو ہرگز فراموش نہ کرو اور نہ ہی اپنے آپ کو موت سے محفوظ تصور کرو کیونکہ موت جوان اور بوڑھے کو نہیں دیکھتی''

''اے میرے بیٹے...... خبردار رہو...... نوجوانی سے دھوکہ نہ کھاؤ...... خدا کو یاد رکھو اور اس سے معافی طلب کرتے رہو اور

Marfat.com

7

موت سے ڈرو۔ معمر افراد کی عزت کرو اور انہیں اپنے مذاق کا نشانہ ہرگز نہ بناؤ''

حکایت

''میں نے سنا تھا کہ ایک معمر شخص جس کی کمر اس کی عمر کے سو سالہ بوجھ کی وجہ سے جھک کر دوہری ہو چکی تھی ایک چھڑی کے سہارے کہیں جا رہا تھا جبکہ ایک نوجوان کو اسے مذاق کرنے کی سوجھی اور نوجوان نے کہا کہ:۔

معمر سر! تم نے یہ خوبصورت کمان (یعنی جھکی ہوئی کمر) کتنے میں خریدی ہے کیونکہ میں اپنے لئے بھی ایک خریدنا چاہتا ہوں:۔

معمر شخص نے جواب دیا کہ!

اگر تمہیں یہ خوبصورت دکھائی دیتی ہے اور تم کچھ دیر تک کیلئے صبر وتحمل کا مظاہرہ بھی کرو تب یہ تمہیں مفت میسر آ جائے گی......''

اپنے بڑھاپے کو نوجوانی سے بڑھ کر پارسائی کا حامل بنائیں کیونکہ نوجوان کو بڑھاپے کی امید ہوتی ہے جبکہ بوڑھوں کو ماسوائے موت کوئی امید نہیں ہوتی اور ان کیلئے یہ ناممکن ہوتا ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور چیز کی جانب دیکھیں اگر فصل پک کر تیار ہو جائے اور اسے کاٹا نہ جائے تب وہ وہ خود بخود ہی گر پڑے گی اور یہی حال پھل کا بھی ہوتا ہے اگر پھل پک جائے اور اسے چنا نہ جائے تب وہ بذات خود درخت سے نیچے گر پڑے گا اگرچہ آپ درخت کو ہلانے کی زحمت بھی نہ کریں گے......لوگ عربی میں کہتے ہیں کہ:۔

جب کوئی چیز مکمل ہو جاتی ہے......اس کی کمزوری عروج پر ہوتی ہے
جب لوگ کہتے ہیں......''یہ مکمل ہو چکی ہے!'' تب
اس کے زوال کی جانب دیکھو''

''جب حواس زوال پذیر ہو جائیں اور قابل استعمال نہ رہیں۔
جب بولنے...... دیکھنے...... سننے...... چھونے اور چکھنے کے دروازے بند ہو جائیں تب لوگ زندگی سے لطف اندواز ہونے کے قابل نہیں رہتے اور نہ ہی ان کی زندگی دوسروں کو لطف سے

Marfat.com

ہمکنار کرتی ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ دیگر تمام لوگوں کیلئے تکلیف دہ
ثابت ہوتے ہیں اور ایسی زندگی سے موت بہتر ہوتی ہے، لیکن
جب کوئی بوڑھا ہوجائے تب اسے نوجوانی کی نامعقولی سے گریز
کرنا چاہیے کیونکہ وہ موت کے قریب تر ہوتا ہے"

لہٰذا ایک معمر شخص ذہانت اور افعال میں نوجوان کا مقابلہ نہیں کرسکتا لیکن نوجوانوں کو بھی معمر افراد سے ہمدردی کرنا چاہیے کیونکہ یہ عمر بیماری کی عمر ہوتی ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جس کا علاج کسی معالج کے پاس نہیں ہوتا۔ اس کا علاج محض موت ہے۔ معمر شخص اپنی آخری زندگی کے مصائب سے نجات نہیں پاسکتا حتیٰ کہ وہ موت کی آغوش میں نہ چلا جائے کیونکہ انسان خواہ کسی بھی بیماری میں مبتلا کیوں نہ ہو جب تک وہ موت سے ہمکنار نہیں ہوجاتا اس کو شفایابی کی امید ہوتی ہے ماسوائے بڑھاپے کی بیماری وہ جس قدر بوڑھا ہوتا ہے اس کی امید اسی قدر زیادہ دم توڑتی جاتی ہے اور بہتری کی کوئی امید باقی نہیں رہتی...... میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ 34 برس کی عمر تک انسانی طاقت اور قوت میں روزانہ اضافہ ہوتا رہتا ہے 34 برس کی عمر کے بعد وہ ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے اب اس کی قوت میں نہ تو اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کمی واقع ہوتی ہے بلکہ اسی طرح جس طرح سورج فلک کے عین درمیان ہی کھڑا ہوتا ہے یعنی نصف النہار پر ہوتا ہے یہ آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہے حتیٰ کہ ڈوبنے لگتا ہے۔ 40 سے 50 برس کی عمر کے دوران یہ برس وہ اپنے آپ میں کچھ نہ کچھ ایسی کمی پاتا ہے جس کا ادراک اسے ایک برس قبل نہ ہوگا 50 سے 60 برس کے دوران وہ ہر ماہ اپنے آپ میں کمی اور کمزوری پاتا ہے جو اس نے گزشتہ ہفتے محسوس نہ کی تھی۔ 70 سے 80 برس کی عمر کے دوران وہ روزانہ اپنے آپ میں کسی قدر کمی اور کمزوری پاتا ہے جو اس نے ایک روز قبل نہ دیکھی تھی اور اگر اس کی عمر 80 برس سے بھی تجاوز کر جاتی ہے وہ ہر گھنٹے کے بعد ایسی درد اور تکلیف محسوس کرتا ہے جو گزشتہ گھنٹے اسے محسوس نہ ہوتی تھی۔ زندگی کی خوشیاں محض 40 برس کی عمر تک ساتھ دیتی ہیں جب آپ عمر عزیز کی سیڑھی کی 40 سیڑھیاں چڑھ جاتے ہیں تب آپ کا زوال شروع ہوتا ہے۔

لہٰذا اے میرے بیٹے...... اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک...... میں نے بڑھاپے کی شکایت کی ہے کیونکہ بڑھاپا ایک دشمن ہے اور ہم دشمنوں کی شکایت ہی کرتے ہیں۔

Marfat.com

جلال الدین دوانی

(JALAL-UD-DIN-DAWANI)

(ولادت 830الہجری/1426بعد از مسیح)

فارسی میں اخلاقیات کی پرانی کتب میں سے دو کتب بخوبی جانی پہچانی جاتی ہیں اور مقبول ترین ہیں

اخلاقِ جلالی......اسے جلال الدین دوانی نے 1467 تا 1477 تحریر کیا تھا

اخلاق محسنی......اسے حسین وعظ خاشفی نے 900 الہجری/1494بعداز مسیح میں تحریر کیا تھا۔وہ ایک مبلغ تھے

اس سے قبل نصیر الدین طوسی......ماہر فلکیات......انہوں نے اخلاق ناصری تحریر کی تھی۔

طوسی نے منگول دور کے دوران فلسفیانہ روایات کو جلا بخشی تھی جبکہ دوانی نے یہ کام عثمانیہ دور کے دوران سرانجام دیا تھا جبکہ طوسی نے ابن سینا کے مطالعہ کو مزید تندی و تیزی اور جوش و جذبے سے ہمکنار کیا تھا...... انہوں نے ان کے کچھ کاموں پر تبصرے تحریر کیے تھے اور اسے بدنام کرنے والوں کے خلاف اس کا دفاع سرانجام دیا تھا اور دوانی نے شہاب الدین مقتول کے مطالعہ کو دوبارہ مزین کیا تھا اور انہوں نے ان کی ''حکایت نور'' پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ فعل سرانجام دیا تھا اور ان کے فلسفے ''حکمت اشراق'' کی وضاحت پیش کرتے ہوئے یہ فعل سرانجام دیا تھا...... دونوں احیائے دین کا کام کرنے والے ہیں۔ایک حقیقی ابن سینا نواز ہے جبکہ دوسرا سہروردی سلسلے کا پیروکار ہے۔

ابوعلی سینا کی تشریح کے مطابق ارسطو نے مسلم فلسفے کو دو حصوں میں منقسم کیا تھا:۔

Marfat.com

عملی فلسفہ (حکمت عملی)

نظری فلسفہ (حکمت نظری)

دوانی کا کام 15 ویں صدی کے مسلمانوں کے عملی فلسفے پر مشتمل ہے، اور اسی زبان میں ہے اور یہ فقیر جانی محمد اسد کی کاوش ہے اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے...... اس کی بنیاد کافی پہلے کے کام پر ہے جسے "کتاب الطہارت" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جسے ابوعلی بن محمد ابن مسکوانے عربی زبان میں تحریر کیا تھا۔ اس کا فارسی میں ترجمہ پہلے پہل نصیرالدین طوسی نے پیش کیا تھا اور انہوں نے کوہستان کے گورنر کی درخواست پر ایسا کیا تھا...... اڑھائی صدیوں کے بعد جلال الدین دوانی نے اپنے دو پیش رووں کے کام کی مدد سے ایک نیا ایڈیشن تیار کیا تھا جس کا نام "اخلاق جلالی" تھا...... یہ وسطی ایشیا کی اخلاقیات کے بارے میں ایک انتہائی قابل احترام کتاب ہے اور اس کا انگریزی ترجمہ ڈبلیو...... ایف تھامسن نے 1839 میں پیش کیا تھا اور اسے مسلمانوں کے "عملی فلسفے" کا عنوان دیا تھا۔

جلال الدین دوانی کو ارسطو ثانی اور افلاطون ثانی کہا جاتا ہے۔ وہ بے شک اپنے دور کے عظیم ترین فلسفیوں میں سے ایک تھے...... انہوں نے کئی معیاری کام تحریر کیے تھے۔

وہ ایک قانون دان فلسفی تھے وہ 15 ویں صدی میں اسلامی فلسفے کی روایت زندہ کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

جلال الدین محمد ابن اسد دوانی نے 830 الہجری/ 1426 بعد از مسیح میں فارس کے صوبے کے ایک دیہات دوان میں جنم لیا تھا ان کی زندگی میں ان کی شہرت ان کی آبائی سرزمین سے باہر تک پھیل چکی تھی اور سلطنت عثمانیہ کے دور دراز علاقوں تک پھیل چکی تھی...... دوانی کی فیملی یہ دعویٰ کرتی تھی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق (اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہو)...... اسلام کے خلیفہ اول کی نسل سے تھے۔ انہوں نے روایتی اسلامی تعلیم پہلے پہل دوان سے ہی حاصل کی جہاں پر انہوں نے اپنے والد کے ہمراہ مطالعہ سرانجام دیا جو ایک قاضی تھے اور مابعد شیراز میں تعلیم حاصل کی۔ اپنے کیریئر کے دوران وہ عدالتی اور تدریسی عہدوں پر فائز رہے تھے۔ انہوں نے تقریباً 75 فلسفیانہ کام تحریر کیے تھے جو دو اقسام کے حامل ہیں۔

سہروردی المقتول کے فلسفے پر تبصرے

Marfat.com

اخلاقیات کا فلسفہ بشمول نصیرالدین طوسی کے اخلاقی نظریات پر نظرثانی...... جو 13 ویں صدی کے ایرانی فلسفی تھے...... اس کے علاوہ ریاضی دان اور ماہر فلکیات بھی تھے۔

''اخلاق جلالی'' میں اس امر کا احاطہ کیا گیا ہے کہ ایک منصف حکمران کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے یہ ایک مثالی معاشرے کے کئی ایک اجزائے ترکیبی بیان کرتا ہے اور معاشرے کے نظم و نسق کو کیسے چلانا چاہیے۔ اس مقصد کیلئے ایک حکمران کو درج ذیل خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے......

تیز فہم...... زیرک

فہم و فراست کا حامل

واضح سمجھ بوجھ کا حامل

کریم النفس

عالی ہمت

بلند فطرت

اولوالعزم

عالی ظرف

فراخ دل

صبر و تحمل کا حامل

رحمدل

سخی اور فیاض

بھائی چارے کا حامل

اچھے اعتقاد کا حامل

اچھا دوست

اخلاق جلالی کا ڈھانچہ بنیادی طور پر وہی ہے جو اخلاق نصیری کا ہے لیکن یہ اسٹائل میں زیادہ رنگین ہے...... دوانی نے اسے قرآنی آیات سے بھی مزین کیا ہے۔

جلال الدین معاشرے کو چار درجوں میں درجہ بند کرتے ہیں!

(1) عالم فاضل لوگ مثلاً علماء...... قاضی...... محرر...... ریاضی دان...... جیومیٹری

Marfat.com

دان...... ماہر فلکیات...... معالج اور شاعر وغیرہ

(2) تلوار کے دھنی لوگ

(3) تاجر...... دستکار...... کاریگر وغیرہ

(4) کاشتکار......

جلال الدین بیان کرتے ہیں کہ ان کی عدم موجودگی میں نسل انسانی کی بقا ممکن نہیں وہ نصیر الدین طوسی کی پیروی کرتے ہوئے انسانوں کو ان کی اخلاقی نوعیت کے اعتبار سے پانچ درجوں میں منقسم کرتے ہیں۔

(1) وہ لوگ جو فطری طور پر مصنف مزاج...... عادل اور انصاف پرور تھے اور جو روح پر اثر انداز ہوئے جنہیں نصیر الدین طوسی منتخب مخلوق کہتا ہے اور ان کے ساتھ حکمران کو عزت و احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور دیگر لوگوں پر ترجیح دینی چاہیے اور جنہیں جلال الدین ایسے لوگ بیان کرتا ہے جیسے شرعی علم اور درویشی اور صوفی سلسلے کے شیخ وغیرہ

(2) وہ جو فطری طور پر اچھے تھے لیکن انہوں نے دوسروں پر اثرات مرتب نہ کیے تھے۔

(3) وہ لوگ جو نہ اچھے تھے نہ برے تھے۔

(4) وہ لوگ جو برے تھے لیکن انہوں نے دوسروں پر اثرات مرتب نہ کیے تھے۔

(5) وہ لوگ جو برے تھے اور انہوں نے دوسروں پر اثرات مرتب کیے تھے۔

اس کے بعد وہ ان تدابیر پر بحث کرتے ہیں جن کو اختیار کرتے ہوئے برائی کو ختم کرنا ممکن ہوسکتا ہے اور اس امر پر زور دیتے ہیں کہ حکمران کو اپنی رعایا کے امور کی ذاتی چھان بین سرانجام دینی چاہیے اس کام کا آخری سیکشن بھی اخلاق نصیری پر بنیاد کرتا ہے۔ جس میں کئی ایک سیاسی اصول بیان کیے گئے ہیں جو افلاطون اور ارسطو سے منسوب ہیں۔

اخلاق نصیری سے انصاف پروری کے عام اصول بیان کرنے کے بعد جلال الدین دوانی اپنے اخلاقی اصول بھی شامل کرتے ہیں جن پر بادشاہ کو عمل درآمد کرنا چاہیے تاکہ انصاف کا ایک کارگر نظام رائج ہوسکے:۔

☆ بادشاہ کو اپنے آپ کو ایک ستم زدہ پارٹی تصور کرنا چاہیے جبکہ وہ کسی مقدمے کا فیصلہ سرانجام دے رہا ہو تاکہ وہ ستم زدہ پارٹی کیلئے وہ خواہش نہ کرے جو اس

Marfat.com

کے اپنے لئے قابل نفرت ہو۔

☆ اسے اس امر کی یقین دہانی حاصل کرنی چاہیے کہ مقدمات فی الفور نپٹائے جائیں کیونکہ انصاف کی فراہمی میں دیر انصاف سے روگردانی سے مترادف ہے۔

☆ اسے عیش وعشرت اور آرام اور راحت کی زندگی بسر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس طرح سلطنت کے وجود کو خطرہ لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

☆ شاہی فیصلے جوش اور غصے کے تابع نہیں ہونے چاہئیں بلکہ یہ فیصلے انتہائی اطمینان اور سکون کے ساتھ سرانجام دینے چاہئیں۔

☆ لوگوں کو خوش کرنے کی بجائے خدا کو خوش کرنے کی تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔

☆ اسے انصاف کا علم بلند کرنا چاہیے لیکن اگر اس سے رحم کی درخواست کی جائے تب معافی انصاف سے بہتر ہے۔

☆ اسے نیک اور پارسا لوگوں کی محبت اختیار کرنی چاہیے اور ان سے مشاورت سرانجام دینی چاہیے۔

☆ اسے ہر ایک کو اس کے حقیقی مقام پر رکھنا چاہیے اور نااہل لوگوں کو اہم اور بڑے عہدوں پر فائز نہیں کرنا چاہیے۔

☆ اسے لوگوں کو خوش کرتے ہوئے خدا کی خوشی کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے دوانی اس نکتہ نظر کے بھی قائل تھے کہ دنیا کے صوفیانہ اور فلسفیانہ نظریات کے درمیان کسی قسم کا انتشار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دونوں اقسام کے نظریات وجود پذیر رہ سکتے ہیں لیکن صوفیانہ نکتہ نظر بہرکیف فلسفیانہ نکتہ نظر سے بہتر اور برتر ہے۔

Marfat.com

حسین وعظ خاشفی

(Hussain Vaiz Kashifi)

(وفات 910 الہجری/ 1505 بعد از مسیح)

مولانا حسین بن علی الواعظ...... خطاب خاشفی ابو الغازی کے دور میں حیات تھے وہ ایک مصنف تھے۔ یہ 15 ویں صدی کا دور تھا۔ ان کی ادبی سرگرمیاں کئی ایک بڑے میدانوں پر محیط تھیں۔ انہوں نے سیاست پر بھی تحریر پیش کی تھی خاشفی مسلم فلسفہ قانون پر بھی دسترس رکھتے تھے اور ہرات کے لوگ ان کو عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے وہ ایک ذہین شخص تھے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر اپنی تحریر پیش کی تھیں مثلاً اخلاق...... اخلاقی فلسفہ...... مسلم تاریخ...... اور مسلم فلسفہ قانون وہ ایک عظیم مبلغ بھی تھے وہ امپیریل کالج میں اخلاقیات اور اخلاقی فلسفہ پڑھاتے تھے، اور شہر کے دیگر تعلیمی اداروں میں بھی پڑھاتے تھے وہ علم دین کے بھی ماہر تھے۔ وہ سلطان حسین مرزا کے دور میں حیات تھے اور انہوں نے 1505 بعد از مسیح میں وفات پائی تھی۔

وہ ''اخلاق محسن'' کے مصنف تھے اور ''انوری سوہیلی (Anwari Soheli) کے بھی مصنف تھے۔ انہوں نے مثنوی رومی کا خلاصہ بھی پیش کیا تھا اور اسے ''لب لباب'' کا عنوان دیا تھا اور ''مخزن الانشاب (Makhzan ul Inshab) اور لطیف الطائف (Latif-ul-Taif) جو حکایات کا مجموعہ تھا وہ بھی پیش کیا تھا ان کا عظیم ترین کام ''اخلاق محسنی'' تھا۔

اخلاق محسنی (Akhlaq-i-Mohsni)

اخلاق محسنی اخلاقیات کا ایک گراں قدر نظام ہے جو عبادت...... صبر...... امید......

Marfat.com

پاکدامنی...... پارسائی...... مہربانی اور رحم دلی...... سخاوت اور فیاضی...... اور اظہار تشکر کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں دانشوری کے اسرار اور بھید پوشیدہ ہیں اور شاہی شخصیات کے طور طریقوں کے بارے میں حقائق موجود ہیں۔قوانین کا ایک نظام جو تمام طبقے کے لوگوں کیلئے کار آمد ہے۔ یہ مقالہ جات کی ایک سیریز پر مبنی ہے۔ یہ تحریر اور اس سے قبل نصیر الدین طوسی کی تحریر اخلاق نصیری فارسی ادب میں ایک قابل احترام مقام رکھتے ہیں جو محض اخلاقی نظریات کے ساتھ ڈیل کرتے ہیں۔

درج ذیل میں اخلاق محسنی سے کچھ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:۔

معافی اور عفو و درگزر پر

اسکندر سے کسی نے پوچھا:۔

''معاف کردینے کا عمل کب ایک درست عمل ہوتا ہے؟''

اس نے جواب دیا کہ:۔

''جب اختیارات اور حکومت حاصل ہو اور دشمن پر فتح حاصل ہو ......لہٰذا معافی کا عمل اس فتح کا شکرانہ ہوتا ہے''

''کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ اپنے دشمن پر فتح یاب ہوا اور اسے جنگی قیدی بنالیا اور اسے سزا سے نوازنا چاہتا تھا''

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ:

''تم اپنے بارے میں کیا سوچتے ہو؟''

اس نے جواب دیا کہ:۔

''خدا ایک ایسی چیز سے محبت کرتا ہے جسے معافی کہتے ہیں اور تم ایک ایسی چیز سے محبت کرتے ہوئے جسے فتح کہتے ہیں۔
شان و شوکت کے مالک خدا نے تمہیں فتح عطا کی ہے جس سے تم محبت کرتے ہو ...... تمہیں بھی معافی کے عمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے جس سے خدا محبت کرتا ہے''

Marfat.com

بادشاہ خوش ہو گیا اور اسے رہا کر دیا:۔

اگر کمتر کا جرم عظیم ہے
برتر کی معافی عظیم تر ہے

سعدی کہتے ہیں کہ:۔

''معاف کر دینے میں جو خوشی پنہاں ہے وہ بدلہ لینے میں ہرگز پنہاں نہیں ہے''

''تم اہل زمین پر مہربان ہو خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر''

اگر تم خدا سے مہربانی کی امید رکھتے ہو
تب تم دوسروں پر مہربان بنو

اپنی رعایا کے سر سے دست شفقت کبھی نہ اٹھاؤ
دنیاوی امور محتاط انداز سے چلاؤ
ان پر رحم کرو کیونکہ وہ دل شکستہ ہیں
ان کے دل تمہاری مہربانی...... سخاوت...... اور فیاضی
پر انحصار کرتے ہیں

☆☆☆

لوگوں نے ایک فلاسفر سے پوچھا کہ:۔

''بادشاہوں کیلئے بہترین شکار کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا کہ:۔

''رعایا کے دلوں پر قبضہ جمانا ان کیلئے بہترین شکار ہے رعایا کے دلوں میں جب بادشاہ کی دوستی مہکتی ہے وہ کسی بھی معاملے پر اسے مشکلات میں مبتلا نہیں کرتی''

☆☆☆

Marfat.com

اپنے سے کم رتبے کے حامل لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرو
خوف خدا کھاؤ
دنیا کے لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو
جیسا سلوک تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں

☆☆☆

جو کوئی بھی ہمدردی کا علم بلند کرتا ہے
وہ نہ صرف اپنا کام کرتا ہے بلکہ تمام تر بنی نوع انسانوں کا کام کرتا ہے
وہ جس نے ہمدری کا وطیرہ اپنایا
احترام کی نظروں نے اس کے چہرے کا طواف کیا

☆☆☆

اگلی دنیا کی خوشی اور تحفظ
اس کا انحصار رحم دلی اور جذبہ ہمدردی پر ہے

اچھی فطرت اور خوش مزاجی پر

اچھی فطرت سے مراد خوش مزاجی ہے اور خوش مزاجی سے مراد شرافت اور دوسروں کو خوش کرنے کی خواہش ہے تاہم اچھی فطرت ایک بیش قیمت تحفہ ہے اور انتہائی خوش کن خصوصیت ہے۔

جب خدا نے ایمان کو تخلیق کیا...... اس نے کہا کہ:۔
"یا خدا مجھے مضبوط بنا اور خدا نے اسے بخشش اور بھلائی......
خیر خواہی...... اور سخاوت سے مضبوط بنایا"
اور جب اس نے کفر کو تخلیق کیا اس نے کہا کہ:۔
"یا خدا مجھے مضبوط بنا بری فطرت...... بخل اور کنجوسی سے مضبوط بنایا"
اور حکم ہے کہ:۔
"بری فطرت کا حامل اور بخیل ہرگز جنت میں نہ جائے گا"

Marfat.com

ایک آزاد اور خوش مزاج دنیا خوشگوار ہے
اگر آپ جنت چاہتے ہیں...... تب ایسی دنیا میں داخل ہو جائیں

''سخت الفاظ اختلاف رائے اور نا اتفاقی کا باعث بنتے ہیں اور
نرم الفاظ دوستی اور اتحاد کا باعث بنتے ہیں''

''شریں زبان...... مہربانی اور خوش مزاجی سے آپ ایک بال
(HAIR) کے ساتھ ہاتھی کو چلا سکتے ہیں''
جب کوئی شخص اپنے قصور کے جواب میں مہربانی کا تجربہ کرتا ہے...... وہ شرمسار ہوتا ہے......اور یہی ناقدری اس کیلئے کافی ہے

فلاسفروں نے اچھی سیرت کی درج ذیل علامات کی نشاندہی کی ہے:-

1- اچھے کام میں لوگوں کی مخالفت نہ کرنا
2- اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انصاف عطا کرنا
3- لوگوں کے کوٹوں (Coats) میں چھید نہ کرنا
4- کسی کی غلطی کی اصلاح کرنا
5- وہ جو غلط کاری کا مرتکب ہو چکا ہو اس کی معذرت قبول کرنا جبکہ وہ معذرت پیش کرے۔
6- ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا
7- مصیبت میں لوگوں کے کام آنا
8- کسی کی عیب جوئی نہ کرنا
9- دنیا کے ساتھ خوش مزاجی کے ساتھ باہم روابط ہونا

سلیقہ اور شائستگی پر

نامناسب اور فحش زبان سے احتراز کرنا اور ناقابل تعریف افعال سے بچنا اور اپنی عزت نفس بحال رکھنا اور دیگر لوگوں کی عزت نفس کا خیال رکھنا...... یہ سب کچھ سلیقے اور

Marfat.com

شائستگی کے زمرے میں آتا ہے اپنے کردار کو داغدار نہ بنانا اور نہ ہی دوسروں کے کردار کو داغدار بنانے کی کوشش کرنا...... یہ بھی سلیقہ اور شائستگی کے زمرے میں آتا ہے حقیقی سلیقہ اور شائستگی پیغمبر اسلام ﷺ کی تابعداری ہے، جو سلیقہ اور شائستگی کے میدان میں کامل ترین ہیں کیونکہ خدا نے بذات خود انہیں سلیقہ اور شائستگی سکھائی ہے

"اس استاد سے آداب سیکھو
جس نے خدا سے آداب سیکھے ہوں
اس ہستی سے سبق سیکھو
جس ہستی نے خدا سے سبق سیکھا ہو"

عظیم ہستیوں کے اقوال

"اولادِ آدم کا بہترین سرمایہ سلیقہ اور شائستگی ہے"

روم کے شاہ قیصر نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ:۔

"دولت ناقابل اعتماد دوست ہے اور بناوٹی محبوبہ ہے اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے...... ہمیں اس کمینی دنیا کے فنا پذیر خزانوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے میں نے اپنے بیٹے کو سلیقہ اور شائستگی سکھائی ہے اور نیکی اور پارسائی کے خزانے اس کیلئے ذخیرہ کیے ہیں...... دولت فنا ہوسکتی ہے اور ساتھ چھوڑ سکتی ہے جبکہ سلیقہ اور شائستگی کسی بھی تبدیلی سے محفوظ ہے"

سلیقہ اور شائستگی قارون کے خزانے سے بہتر ہے
یہ فریدون کی سلطنت سے عظیم تر ہے
عظیم لوگ کبھی دولت کی پرواہ نہیں کرتے
کیونکہ دولت فنا پذیر ہے
وہ اپنی نگاہیں علم اور سلیقہ اور شائستگی کی جانب موڑتے ہیں
کیونکہ انہوں نے سلیقہ اور شائستگی کی بدولت نیک نامی کمائی ہوتی ہے

☆☆☆

Marfat.com

اگر بادشاہ دن کو رات کہے
اسے کہنا چاہیے ''ملاحظہ ہو!'' (وہاں پر) چاند بھی موجود ہے

انصاف پر

حقیقت میں خدا انصاف اور سخاوت اور فیاضی کا حکم دیتا ہے انصاف مظلوم کی دادرسی کرنا ہے اور سخاوت اور فیاضی اس کے زخموں پر مرہم رکھنا ہے

''انصاف اس دنیا میں آپ کو ذی شان بنانا ہے اور یوم قیامت یہ آپ کو خوشی سے ہمکنار کرے گا۔ اس دنیا میں یہ آپ کو سرفراز کرتا ہے۔ جب آپ اگلی دنیا میں پہنچیں گے...... یہ آپ کو خوشی سے ہمکنار کرے گا''

انصاف کا ایک ستون یہ ہے کہ:۔

''فریادی کے الفاظ سننا...... یعنی مظلوم کے الفاظ سننا اور خیرخواہی کا چہرہ اس کی جانب گھمانا۔
نوشیرواں ایک کافر تھا (آتش پرست تھا) لیکن انصاف پسند تھا۔
لوگ جب بھی اس کا ذکر کرتے ہیں وہ اس کی انصاف پسندی کی وجہ سے اسے اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں جبکہ حجاج مسلمان تھا اور پیغمبر اسلام ﷺ کا ساتھی تھا اور وہ ظالم تھا
لوگ جب حجاج کا ذکر کرتے ہیں...... اس کے ظلم کی وجہ سے اسے اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتے''

''ایک انصاف پسند شخص سے ہر کوئی محبت کرتا ہے اگرچہ وہ کبھی اس کے انصاف سے مستفید نہ ہوا ہو''

خیرات/ سخاوت پر

''ایک ہنس مکھ چہرہ اور خوش باش چہرہ خیرات/ سخاوت کی قابل غور اقدار ہیں۔ ایک فیض رساں شخص جب خیرات دے رہا ہوتا

Marfat.com

ہے...... اس کا ہنس مکھ چہرہ خیرات کا ایک اور مظاہرہ ہے"

چودہ اصول جن پر بادشاہوں کو عمل کرنا چاہیے درج ذیل ہیں:۔

1- جھوٹے کی بات پر کان نہ دھرنا

2- خوشامدی اور چاپلوس کو اپنے دربار میں جگہ نہ دینا

3- اپنے شرفا...... امرا اور ریاست کے دیگر ستونوں کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آنا

4- دشمن کی چاپلوسی سے دھوکا نہ کھانا

5- اس مقصد کا تحفظ سرانجام دینا جسے حاصل کرنا مطلوب ہو اور اس مقصد کا بھی تحفظ سرانجام دینا جو حاصل کرلیا گیا ہو

6- تلون مزاجی اور جلد بازی سے پرہیز کرنا

7- حاسدوں سے باخبر رہنا اور ان کی چاپلوسی سے دھوکا نہ کھانا

8- جہاں تک ممکن ہو سکے نرمی...... رحمدلی...... بردباری...... اور بخشش کا مظاہرہ کرنا

9- کسی کے جذبات مجروح کرنے سے احتراز کرنا

10- کسی ایسے معاملے میں ملوث نہ ہونا جو سلطنت کے حق میں بہتر نہ ہو

11- نرمی اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرنا

12- وفادار اور قابل اعتماد ملازم بھرتی کرنا اور ان کی خوشامد سے بچنا

13- اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا

"عظمت سائنس یا مہمات سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ منجانب اللہ ہے"

Marfat.com

ادارے کی دیگر بہترین کتب

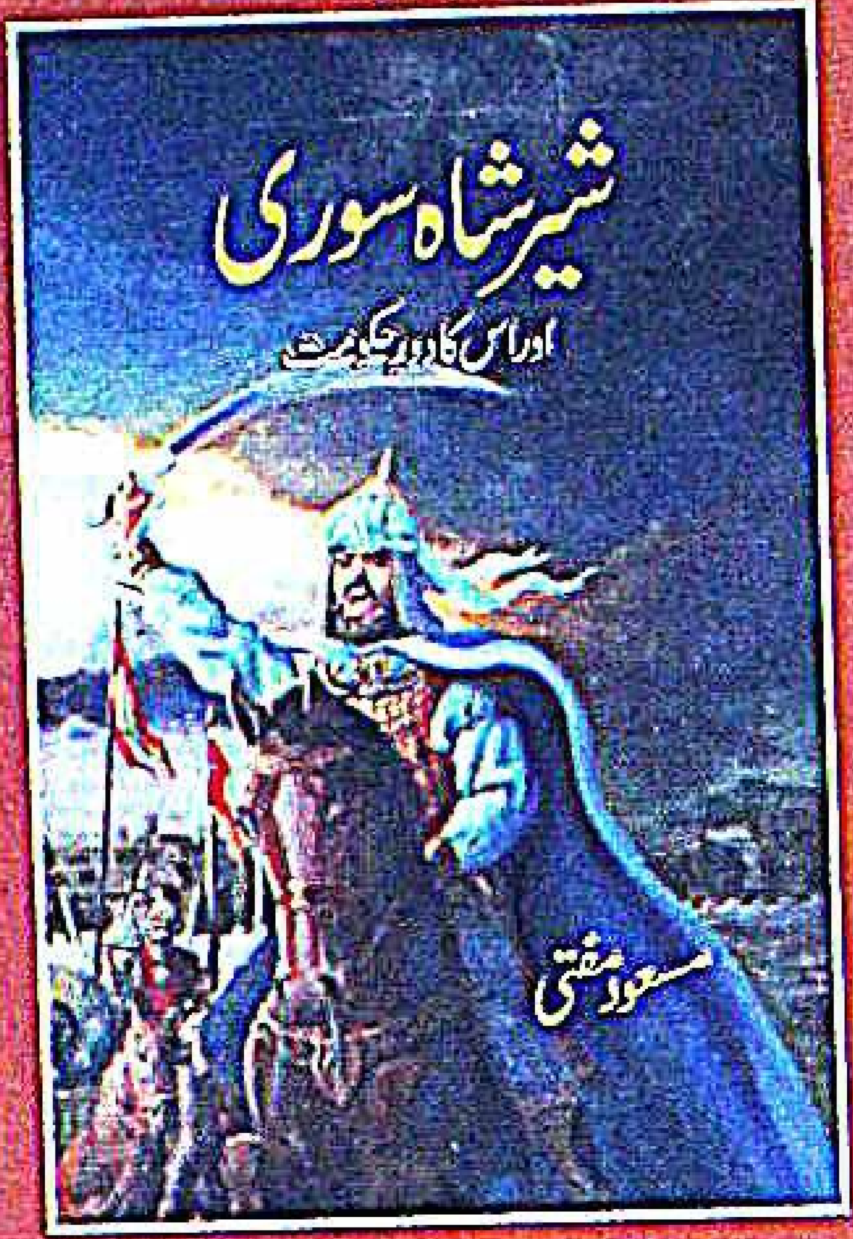

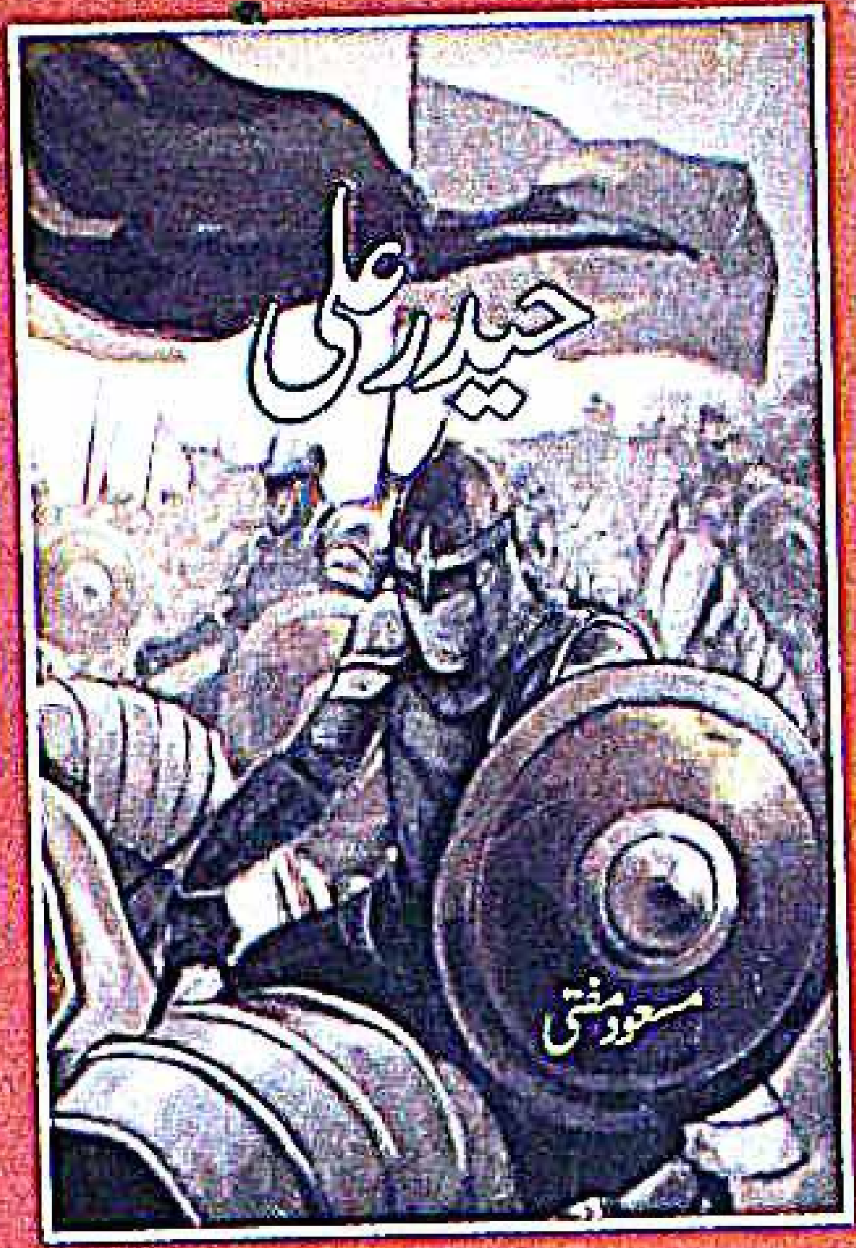

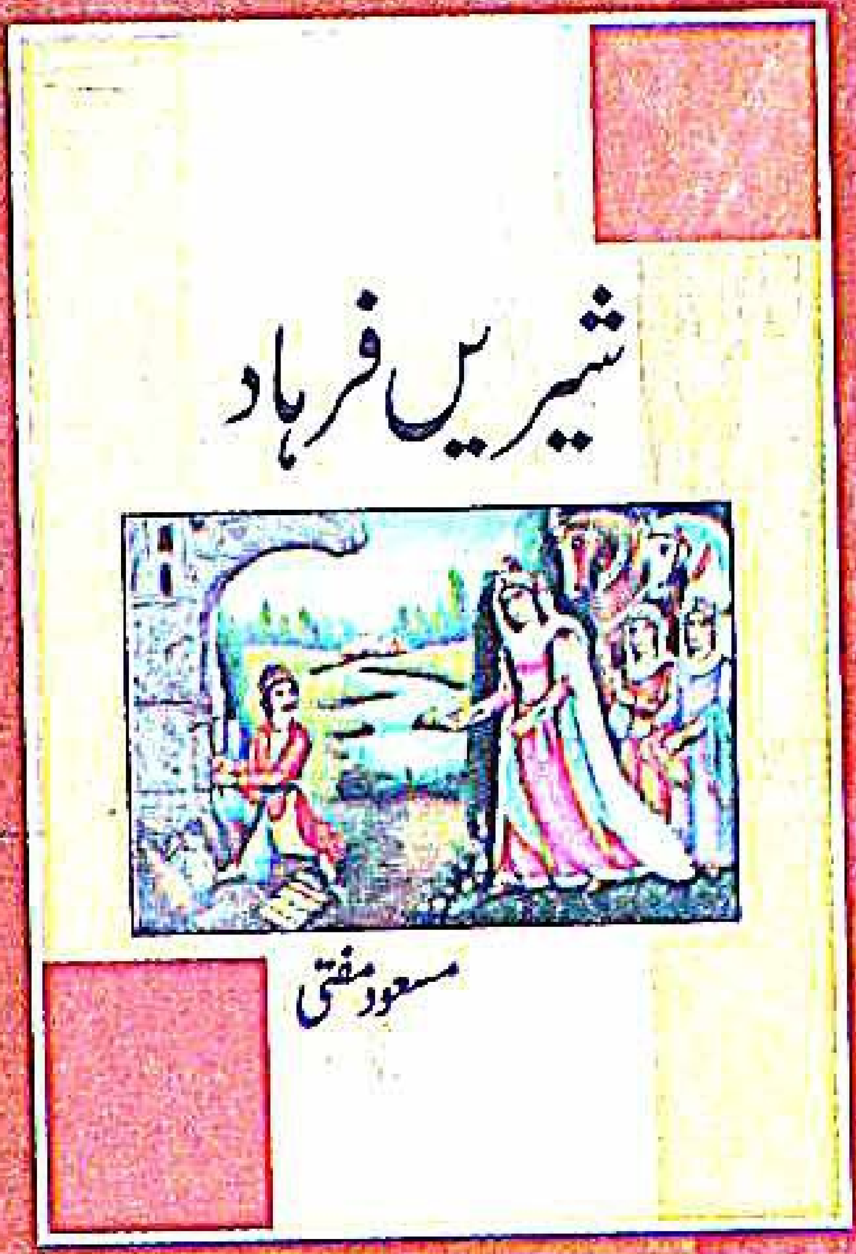

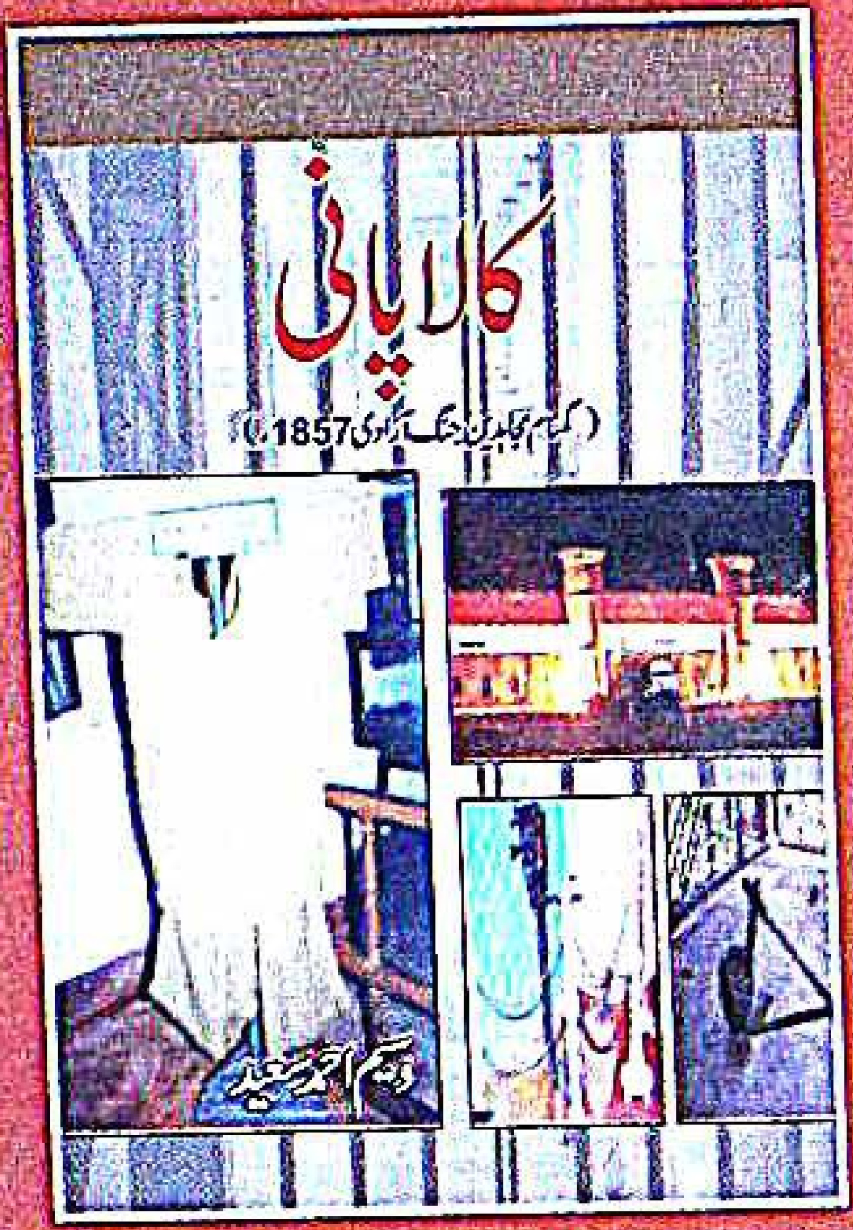

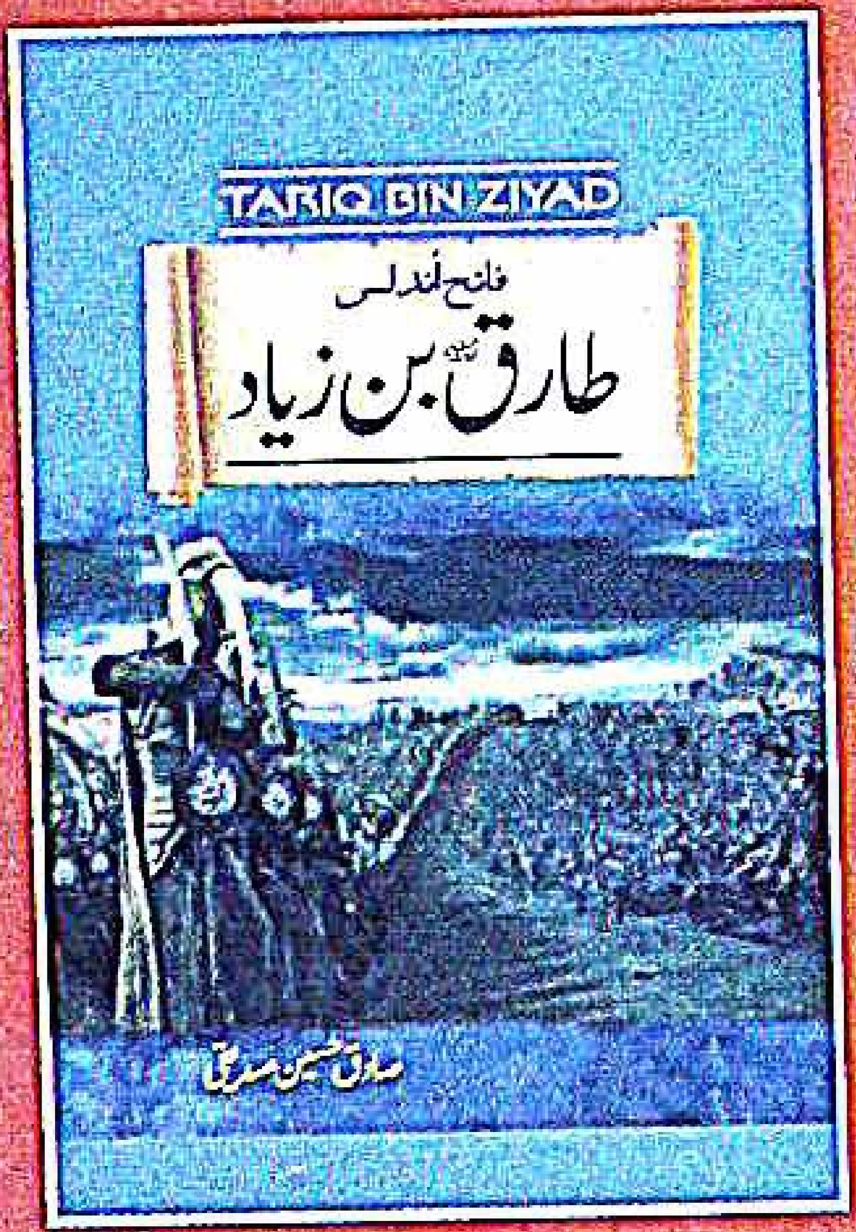

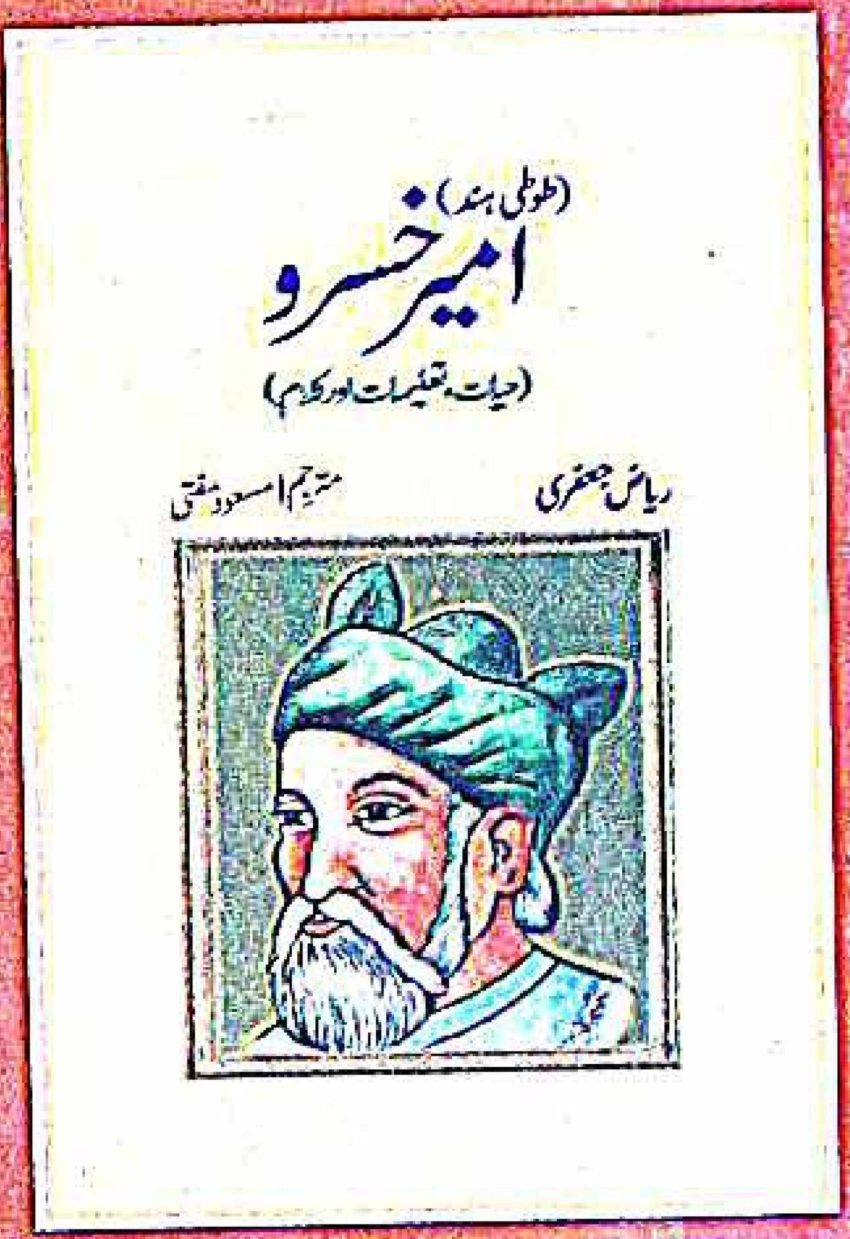

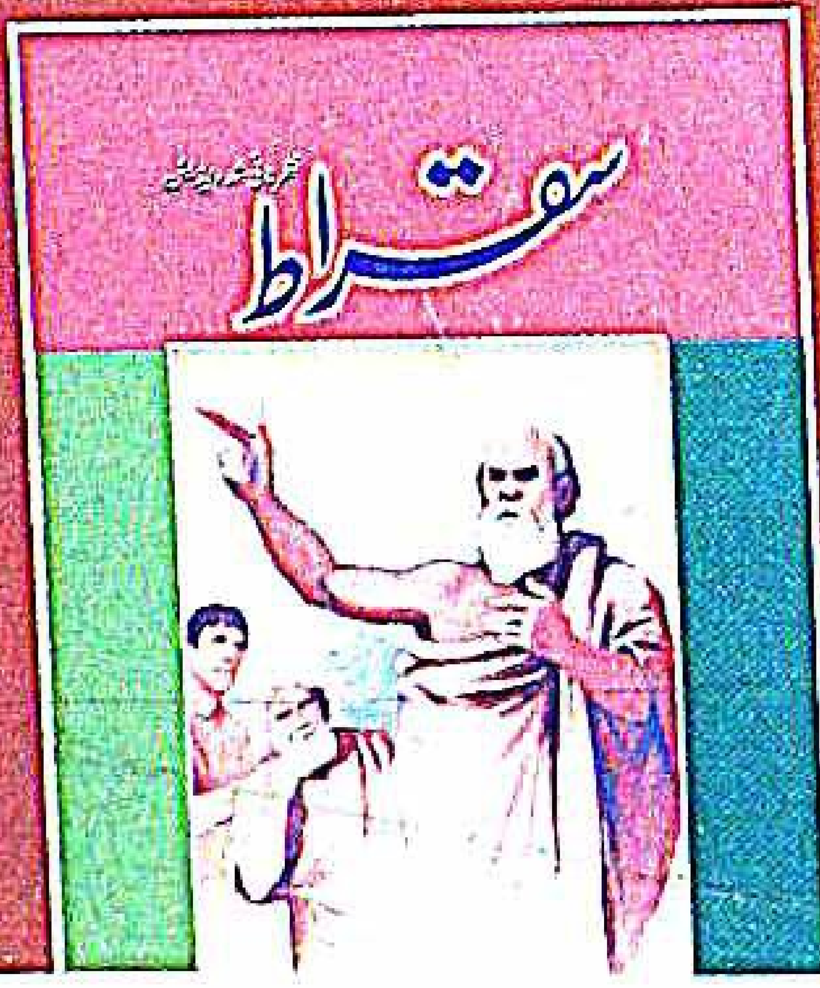

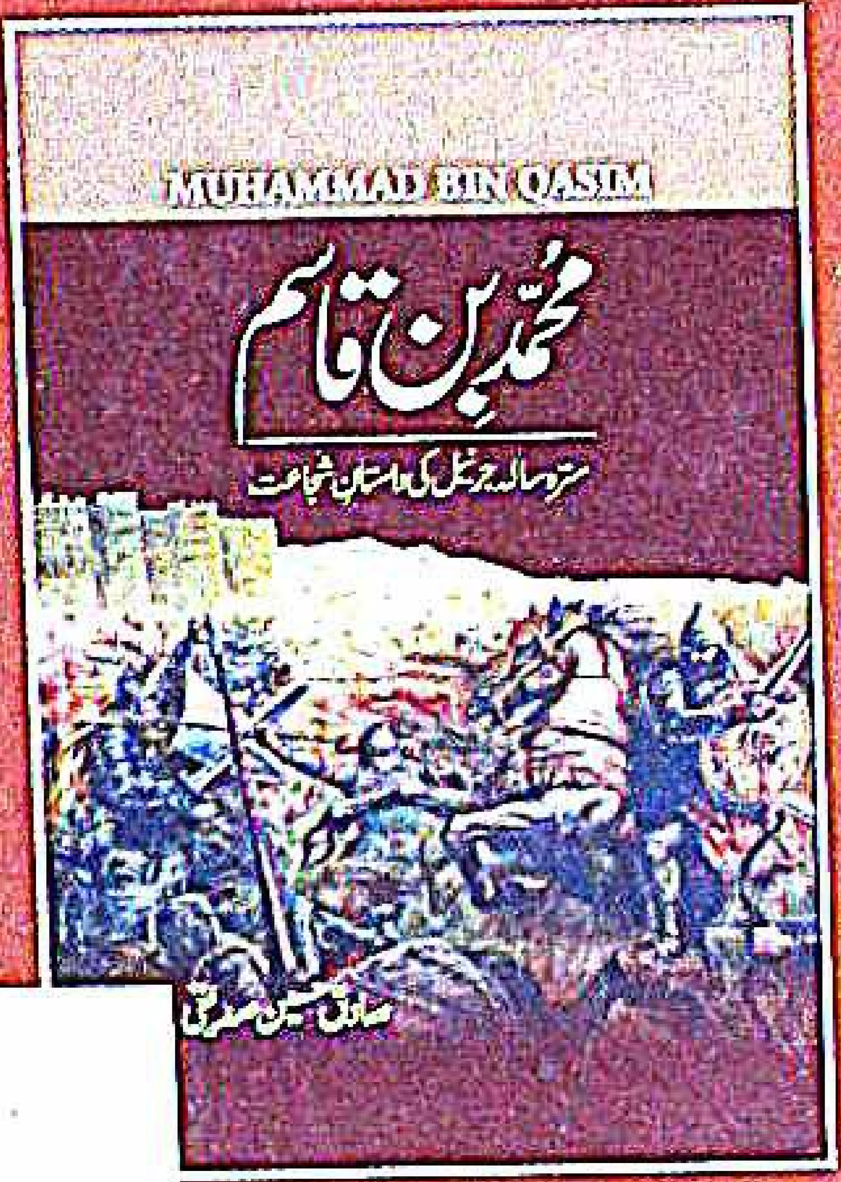

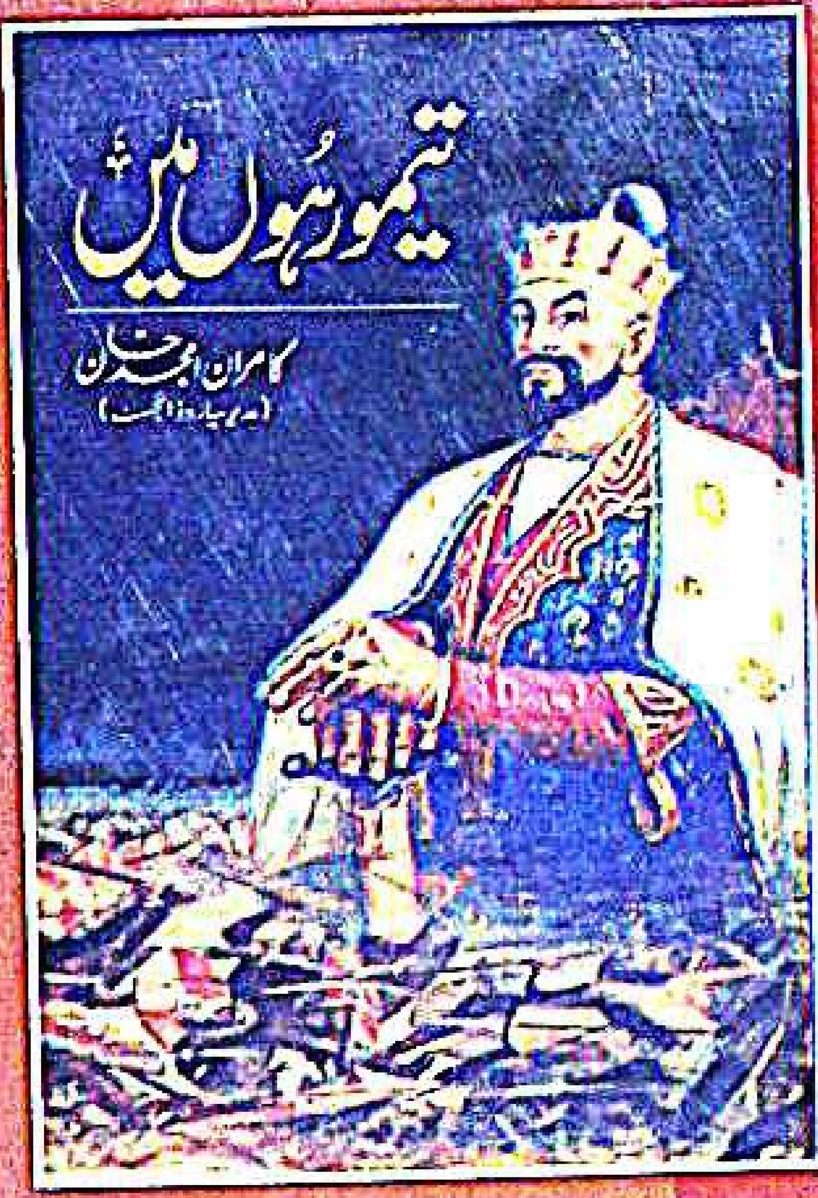

297.692 ب 29 ا
110873-U-67

SEVENth SKY PUBLICATION
Al-Hamd Market, Ghazni Street,
40- Urdu Bazar, Lahore.
Ph: 042-7223584, 0300-4125230

Rs. 200/-

Marfat.com

ابتدائی دور کے 28

مسلمان صوفی اور فلاسفر

مصنف
ایس۔ ایم۔ بجلی

مترجم
مسعود مفتی

Marfat.com